اردو کا کلاسیکی ادب
ہادی النسا
مصنفہ
منشی سید احمد دہلوی
مرتبہ
سید یوسف بخاری دہلوی
مجلسِ ترقّیِ ادب ۰ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
۱۲۵
اردو کا کلاسیکی ادب
ہادی النسا
مصنفہ
منشی سید احمد دہلوی
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

(سرورق طبع ششم)

انشاء ہادی النساء

مع

تحریر النساء

مصنّفۂ

منشی سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ وغیرہ

جسے

مصنّف صاحب نے مقبولِ خاص و عام و مفیدِ انام ہونے کے سبب
چھٹی دفعہ بذاتِ خود ترمیم و تصحیح فرما کر بہ اضافۂ نظم و نثر
ٹھیٹ بیگماتی زبان اور لب و لہجہ میں ، منہ سے بولتےہوئے ، ہر عمر
اور ہر مرتبے کے لحاظ سے دلآویز ، دل پسند ، شوق انگیز ، ظرافت
آمیز ، پُراثر خطوط سے از سرِ نو مزیّن فرما کر حسبِ فرمائش
ٹکسٹ بُک کمیٹی لاہور

۱۹۱۰ء

شمسی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر فرہنگِ آصفیہ
کوچہ پنڈت دہلی سے شائع کیا

بار ششم : ۱۰۵۰ قیمت فی جلد بارہ آنے

فہرست

چوتھی فصل :

حصۂ دوم

پانچویں فصل :

ضمیمہ :

ھادی النساء پر ایک نظر

(از مرتّب)

شاہانِ مغلیہ جو علوم و فنون کے بڑے قدردان اور سرپرست تھے، انھوں نے ادب اور انشاء کے میدان کو لالہ زار بنانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ۔ ازمنۂ شاہی میں نہ صرف دارالانشاء کا نظام نہایت جامع اور وسیع تھا بلکہ مختلف اصنافِ خطوط کی نوشت و خواند اور ان کی روانگی اور وصولی تک کے لیے مکمل دستورالعمل رائج تھا ۔ خط و کتابت کی بنیاد محض ضرورتِ وقت پر موقوف تھی ۔ نفس مضمون اکثر مختصر، لیکن عبارت آرائی زیادہ ، طرز بیان پیچیدہ ، استعارات و تشبیہات کی کثرت ، الفاظ مغلق ، رنگین اور مسجّع و مقفّی ہوتے تھے ۔ انشاپردازی کے یہ جوہر اس زمانے میں ادب و انشا کی جان تصور ہوتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ قدیم خطوط نگاری میں سادگی کی بجائے تکلّف اور تصنّع پیدا ہو گیا تھا ۔

مکتوب نگاری کی تاریخ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ عربی اور فارسی کے برعکس اردو میں خطوط نویسی کا فن حکومت کی سرپرستی سے آزاد اور بے نیاز رہا ، لیکن ابتدا میں چونکہ اردو زبان محض ایک طفلِ شیرخوار تھی اس لیے وہ عربی اور فارسی کے تناور درختوں سے ایک نرم اور نازک بیل کی طرح چمٹی رہی ۔ اس وقت اس میں اتنی جان اور سکت نہ تھی کہ ادق اور مشکل مطالب کو بخوبی ادا کر سکے ۔ لہذا ادب کی دوسری

اصناف کی طرح اردو خطوط پر بھی فارسی کا پرتو پڑا ۔ فارسی کی تقلید میں رقعات اور مکاتیب ظہور میں آئے ۔ انجام کار نتیجہ یہ نکلا کہ صنائع اور بدائع کی کثرت ، مقفیٰ اور مسجّع عبارتوں کی بہتات ، تشبیہات و استعارات کی فراوانی ، القاب و آداب کی گرانی اور عام طوالت و مشکل پسندی اردو خطوط کا جزو اعظم اور طرۂ امتیاز بن گئی ۔

اردو انشا کا یہ طرز کم و بیش انیسویں صدی کے ربع اول تک جاری رہا ۔ اس زمانے کے مجموعہ ہائے مکاتیب جو قدیم فارسی اسلوب کے مطابق لکھے جاتے تھے اور جن کو بطورِ مثال پیش کیا جاتا ہے ، وہ مرزا رجب علی[1] بیگ سرور کا مجموعۂ خطوط 'انشائے سرور' مطبوعہ نول کشور (۱۸۷۷ع) ، غلام[2] امام شہید کے خطوط کا مجموعہ 'انشائے بہار[3] بے خزاں' مطبوعہ ۱۸۷۷ع اور خواجہ غلام[4] غوث بے خبر کے دو مجموعے 'خونابۂ جگر' (رقعات و نظم فارسی) اور 'ارمغانِ بے خبر' (رقعات اردو) مطبوعہ ۱۸۹۱ع ہیں ۔

مذکورہ چاروں مجموعوں کے علاوہ ہمیں خطبات اور مقالاتِ گارساں دتاسی میں اسی قسم کی چند اور کتابوں کے نام اور مختصر تعارف ملتا ہے جو قدیم فارسی اسلوب کی تقلید میں اردو خطوط کے ابتدائی نقوش ہیں ، مثلاً :

---

۱ ۔ وفات ۱۸۶۸ع ۔

۲ ۔ وفات ۱۸۷۶ع ۔

۳ ۔ گارساں دتاسی ، مقالہ جلد اول ، حصہ دوم ، ص ۳۳۸ ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند ، دہلی ۱۹۴۳ع ۔

۴ ۔ ولادت بمقام نیپال ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ع) وفات بمقام الہ آباد ۱۹۰۵ع ۔ ماخوذ از 'ادبی خطوط غالب' مرتبہ مرزا محمد عسکری ، ص ۲۳۴ ، ۲۳۶ ، ۲۴۱ ، مطبوعہ انوار المطابع لکھنؤ ۱۹۳۸ع ۔

۱ - 'انشائے خرد افروز'[1] (اردو) مصنّفہ قمرالدین - یہ مجموعہ اول بار ۱۸۵۴ع میں شائع ہوا - بعد ازاں اس کے متعدد ایڈیشن نکلے اور ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوا -

۲ - 'انشائے خلیفہ'[2] (اردو) : انشائے شاہ محمد (فارسی) کا خلاصہ ہے - اس میں اصل فارسی عبارت بھی شامل ہے - اس کے متعلق گارساں دتاسی لکھتا ہے :

''ہندوستان میں بہت مستند مانی جاتی ہے - اس کا ثبوت یہ ہے کہ ممالک مغربی و شمالی کے فاضل ناظمِ تعلیمات مسٹر ایس - ایچ ریڈ نے جب ۱۸۵۳ع - ۱۸۵۴ع میں دیہی مدارس کا دورہ کیا تو انہیں مدرسوں کے طلبہ کے ہاتھوں میں یہی کتاب نظر آئی -"

۳ - 'انشائے اردو'[3] (چہار حصص) : ۱۸۶۳ع میں شائع ہوئی - حصۂ اول میں ہم عمر اور خورد و کلاں کے واسطے خطوط نویسی کے نمونے ہیں - حصۂ دوم عرائض نویسی کے نمونوں پر مشتمل ہے - حصہ سوم میں دفاتر اور عدالتوں کے خطوط کے نمونے ہیں - حصۂ چہارم میں کاروباری خطوط دیے گئے ہیں - نیز عوام اور سرکاری ملازموں کے القاب و آداب بھی درج ہیں :

---

۱ - خطبہ مورخہ ۴ - دسمبر ۱۸۵۶ع، ص ۲۰۹، مقالات گارساں دتاسی، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دکن، ۱۹۳۵ع -

۲ - خطبہ مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۵۶ع، ص ۲۰۹ ، مقالات گارساں دتاسی، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دکن ، ۱۹۳۵ع -

۳ - خطبہ مورخہ ۷ دسمبر ۱۸۶۳ع، ص ۳۸۸، مقالات گارساں دتاسی ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دکن ، ۱۹۳۵ع -

۴ - 'مفتاح النعیم'[1] : اس میں اصولِ انشا اور خطوط کے نمونے درج ہیں - خطوں کی روش عام مشرقی خطوط سے قدرے مختلف ہے -

۵ - 'مفید الانشاء'[2]: مصنف منشی امین الدین - ۱۸۷۱ع میں لکھنؤ سے شائع ہوئی - اس میں خطوط نویسی کے اصول بیان کیے گئے ہیں - ۱۸۷۶ع میں پنڈت شیو نرائن نے اس کتاب کو زبان ہندی کا جامہ پہنایا - یہ عجیب بات ہے کہ اس ترجمے کے بعد یہ مجموعہ انھی کے نام سے مشہور ہو گیا -

۶ - 'آدابِ انشاء'[3]: مصنفہ فتح محمد - ۱۸۷۴ع میں لکھنؤ سے شائع ہوئی -

۷ - 'مکتوب احمدی و مہدی'[4] : مصنفہ منشی احمد حسین - اس میں خطِ شکستہ میں خطوط کے نمونے دیے گئے ہیں - یہ ۱۸۷۷ع میں شائع ہوئی تھی -

اس قدیم فارسی اسلوب میں تبدیلی کب رونما ہوئی ، یہ مسئلہ ہنوز تحقیق طلب ہے - لیکن حق یہ ہے کہ فارسی

---

۱ - خطبہ مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۶۴ع، ص ۴۳۰ ، مقالات گارساں دتاسی، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دکن ، ۱۹۳۵ع -

۲ - مقالہ' گارساں دتاسی ، ۱۸۷۱ع، جلد اول ، حصہ اول ، ص ۸۱، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی، ۱۹۴۳ع - نیز مقالہ' گارساں دتاسی، ۱۸۷۶ع ، جلد اول ، حصہ دوم، ص۲۳۹ ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی ، ۱۹۴۳ع -

۳ - مقالہ' گارساں دتاسی ، ۱۸۷۴ع ، جلد اول ، حصہ دوم ، ص ۵۰، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی ، ۱۹۴۳ع -

۴ - مقالہ' گارساں دتاسی ، ۱۸۷۷ع ، جلد اول ، حصہ دوم ، ص۳۳۷، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی ، ۱۹۴۳ع -

کی روایاتِ کہنہ اور قدیم لوازمِ نامہ نگاری کے خاتم اور جدید طرزِ نگارش کے موجد و مخترع دراصل مرزا غالب ہی تھے ۔ اُن کا اندازِ بیان اور طرز تحریر خاص اُن کی دولت تھی ۔ یہ ضرور ہے کہ چند خطوط ، تقاریظ اور دیباچوں میں اُس زمانے کی روش کے مطابق، احباب کی فرمائشوں کی بنا پر ، انھوں نے بھی مسجّع اور مقفّیٰ عبارت کا التزام ملحوظ رکھا ہے جس کی وجہ سے اُس میں آورد اور تصنّع کا کچھ رنگ پیدا ہوگیا ہے ۔ ان چند تحریروں کو چھوڑ کر مرزا کے مکاتیب میں سلاست ، روانی ، بے تکلفی ، شوخی، ظرافت اور شعریت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ۔ وہ فی الحقیقت اپنے مراسلات کو مکالمہ بناتے اور ہزار کوس سے بہ زبانِ قلم باتیں کیا کرتے تھے ، ہجر میں وصال کے مزے لیتے تھے ۔ اُن کے خطوط سے اُن کی زمانہ شناسی کی صلاحیت اور رنگارنگ شخصیت صاف جھلکتی ہے ۔ غالب کے خطوط اردو ادب کے ایسے انمول موتی ہیں کہ بلاخوفِ تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دیوانِ غالب نہ ہوتا اور صرف خطوط ہی ہوتے ، تب بھی اُن کا مرتبہ ادبِ اردو میں قریب قریب وہی ہوتا جو دیوان غالب کی بدولت انھیں آج حاصل ہے ۔ ماحصل یہ کہ اردو میں مکتوب نگاری کا چراغ مرزا غالب نے روشن کیا ۔ اس ایک چراغ سے نہ معلوم اور کتنے چراغ جلے اور کس قدر پروانے پیدا ہوئے جنھوں نے غالب کے دورانِ حیات میں اور بعدِ ممات اس شمع کو نہ صرف فروزاں رکھا بلکہ بہت سے نئے فانوس بھی روشن کیے ۔

مرزا غالب کے بعد سرسید احمد خاں کی حیثیت اردو انشا میں سنگِ میل کی سی ہے ۔ جس زمانے میں سرسید اردو کے اُفق پر نمودار ہوئے اُس وقت سلطنت مغلیہ کا آخری چراغ گل ہو رہا تھا اور دلی و لکھنؤ کی تہذیب دم توڑ چکی تھی ۔ انگریزی نظام کے ماتحت

سیاست ، معیشت اور تعلیمی شعبوں میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو رہا تھا ۔ سر سید احمد خاں جیسے دوراندیش اور نبض شناسِ زمانہ اپنے وقت کی ان بدلتی ہوئی اقدار کے ساتھ اپنی قوم کو قعرِ مذلّت سے نکال کر یورپ کی ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش لانا اور دیکھنا چاہتے تھے ۔ اس مقصدِ عظیم کے لیے انھوں نے علوم و فنون کو اردو میں منتقل کرنے اور اردو کو ایک آسان اور عام فہم زبان بنانے کے لیے غالب کی تقلید میں اپنے قدیم فارسی طرزِ انشا کو خیر باد کہہ کر اپنی نثر میں انتہائی سادگی اور بے تکلفی اختیار کی ۔ اس کوشش کو انھوں نے صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کو وسعت اور فروغ دینے کے لیے اپنے اردگرد زبان و ادب کے خدام کا ایک حلقہ پیدا کر لیا ۔ ان دانشوروں نے اپنے رشحات قلم سے اردو ادب میں صرف نثر ہی کو نہیں بلکہ نظم کو بھی مالامال کیا ۔

دبستان علی گڑھ میں سرسید احمد خاں کے علاوہ منشی ذکاءاللہ ، مولوی نذیر احمد ، مولانا حالی ، نواب محسن الملک ، نواب وقار الملک اور مولانا شبلی کے نام بڑے فخر کے ساتھ پیش کیے جا سکتے ہیں ۔ اس دور کے دوسرے صاحبِ طرز انشا پردازوں میں مولانا محمد حسین آزاد ، امیر مینائی ، ریاض خیر آبادی اور اکبر الہ آبادی ہیں ۔ ان اہل سخن بزرگوں میں ادبا اور شعرا کے علاوہ نقّاد ، مؤرخ ، تذکرہ نویس ، سوانح نگار اور دیگر اصنافِ علوم کے ماہر ، بڑے بڑے صاحبِ فن بزرگ تھے ۔ ان کے بعد جن مشاہیر اہلِ قلم نے اپنے پیش روؤں کی نمائندگی کا فخر حاصل کیا اور ادبی دنیا میں مشہور ہوئے ، ان قابل ذکر ہستیوں میں بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق ، ڈاکٹر محمد اقبال، شیخ عبدالقادر، مولانا محمد علی جوہر، مولانا سید سلیمان ندوی اور مہدی حسن افادی

وغیرہ ہیں ۔

مذکورۂ بالا تمام ایسی جلیل القدر اور صاحبِ فکر و نظر ادبی شخصیتیں ہیں جن کی تصانیف اور مکتوبات ہمارے ادب کا بیش بہا خزانہ سمجھے جاتے ہیں ، لیکن مکتوب نگاری کا وہ معیار جو مرزا غالب قائم کرگئے تھے ، اتنا صحیح اور مثالی تھا کہ مرزا محمد حسن عسکری کے بقول ''وہ اس صنف[1] میں بالکل یگانہ اور منفرد ہیں اور اس میں ان کا کوئی مقابل نہ کبھی تھا اور نہ بالفعل ہے اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے ۔ نظم میں تو ان کے بعض لوگ مقلّد ہیں یا مقلدی کے مدعی ہیں ، مگر ان کی صاف اور سادہ نثر کو ہر شخص نے ایک بھاری پتھر سمجھ کر ، چوم کر چھوڑ دیا ہے ۔'' اس تنقید کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ جن علما اور فضلا کے نام سطورِ بالا میں آئے ہیں وہ اہلِ زبان ، اہلِ قلم یا صاحبِ فن نہ تھے ۔ مدّعا یہ ہے کہ ہر فن کار کی کچھ انفرادی خصوصیات ہوتی ہیں جن کے ساتھ اس کو فطری لگاؤ ہوتا ہے ۔

ادب میں مکاتیب کی اہمیت اور اردو خطوط کی تاریخ کے اس سرسری سے جائزے اور خاکے کے بعد ہم منشی سید احمد دہلوی مرحوم ، مؤلفِ 'فرہنگ آصفیہ' کے مجموعۂ خطوط 'انشائے ہادی النساء' (چوتھی بار 'ہادی النساء' کے نام سے موسوم ہوا اور اسی نام سے اب شائع ہو رہا ہے) کا ادبی دنیا سے تعارف کراتے ہیں ۔ یہ ان کی ان متعدد کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جن کو منشی سید احمد نے اپنی لغت کے 'بچّے کچّے' سے تعبیر کیا ہے ۔ ہماری غفلت کہیے یا امتدادِ زمانہ کہ منشی سید احمد کی ایک

---

۱ ۔ ادبی خطوطِ غالب ، مرتّبہ مرزا محمد حسن عسکری ، ص ۱۱ ، مطبوعہ لکھنؤ ، ۱۹۳۸ع ۔

دو بہنیں ۳۶ کتابوں میں سے ، جن کا ہم بمشکل تمام کھوج لگا سکے ہیں ، اب صرف پانچ چھ کتابیں ملتی ہیں ۔ اس نسخے میں اس خیال سے کہ مبادا مستقبل قریب یا بعید میں ہم ان کتابوں کے نام بھی فراموش کر بیٹھیں ، ہم نے ان تمام کتب کی فہرست ضمیمے اور فرہنگ کے درمیان شامل کر دی ہے ۔ جن کتابوں کا سنہ تصنیف یا طباعت معلوم ہو سکا اس کی صراحت بھی کردی ہے ۔

یہ دلچسپ ادبی خطوط بھی اسی چراغ کی لو سے روشن ہوئے ہیں جسے مرزا غالب نے اپنی زندگی میں فروزاں کیا تھا ۔ غالب نے اپنے خطوط محمد شاہی طرزِ انشا کو خیرباد کہہ کر فارسی اور اردو کے لطیف امتزاج سے ایک جدید انداز میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو لکھے تھے ۔ گھر بیٹھے زبانِ قلم سے باتیں کی تھیں ، ہجر میں وصال کے مزے لوٹے تھے ۔ لیکن 'ہادی النساء' میں درج شدہ خطوط تمام تر فرضی ہیں اور شہر و قلعۂ دہلی کی کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی ٹکسالی بیگماتی زبان میں عورتوں کے عورتوں اور مردوں کے نام تعلیمی اور ادبی نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں ۔ منشی سید احمد کا طرزِ نگارش بھی شروع سے آخر تک وہی ہے جو آپس میں سن اور رتبے کے لحاظ سے بے تکلف اور مہذب انداز میں ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا ہوتا ہے ۔

ان خطوط میں ماں باپ ، بھائی بہن ، زن و شوہر ، عزیز و اقربا ، سہیلیوں ، بہنیلیوں ، نوکروں چاکروں ، کاروباری لوگوں اور عمالِ حکومت کے نام خطوط اور عرضی پرچے ہیں جن میں اُس زمانے کی تہذیب و تمدن ، لال حویلی اور شہر دہلی کے شرفا کا طرزِ معاشرت ، رسم و رواج ، خانہ داری ، بچوں کی پرورش ، دوا دارو ، تعلیم و تربیت ، خانگی امور ، شادی غمی کی تقاریب ، آپس میں لین دین ، ہنسی مذاق ، نوک جھونک ، صلح و ملاپ اور

سیر و تفریح ، غرض تمام باتوں کو ایسے پیارے اور دلکش مکالمے کے انداز اور روزمرہ کی بولی میں پیش کیا ہے۔گویا وہ اُس عہد کی ایک متحرک اور منہ بولتی تصویر ہے ۔ گویا یہ تمام باتیں ہمارے روبرو ہو رہی ہیں اور ہم یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے ہیں ۔ ہر خط تصنّع اور حشو و زوائد سے پاک ، تشبیہات و استعارات سے آزاد ، القاب و آداب کے لحاظ سے سبک اور برجستہ ، مضمون کی طوالت اور مشکل پسندی سے بے نیاز ، روزمرہ سے معمور اور محاورات سے بھرپور ہے ۔ سبحان اللہ ! ہر بول انمول ہے ۔

'ہادی النساء' کے خطوط کے حسن و جمال کا بخوبی اندازہ لگانا اُسی وقت ممکن ہے جب ہم اسے خطوطِ غالب کے سہلِ ممتنع طرزِ نگارش کے آئینے میں دیکھیں ۔ مرزا غالب نے ۱۸۲۵ء کے قریب ایک دوست کے استفسار پر فارسی مراسلت کے کچھ قواعد مرتب کیے تھے ۔ ہرچند کہ ان قواعد کا تعلق فارسی خط و کتابت سے ہے لیکن مرزا کے یہ پسندیدہ اصول ان کے اردو خطوط میں بھی بدرجۂ اتم کارفرما نظر آتے ہیں ۔ آئیے ہم ان قواعد کی روشنی میں 'ہادی النساء' کے خطوط کا جائزہ لیں کہ وہ کہاں تک ان پر پورے اُترتے ہیں ۔

غالب کے مثالی نمونوں کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ خط کے آغاز میں مکتوب الیہ کو ایسے مناسب الفاظ سے مخاطب کیا جائے جن میں بےساختہ پن پایا جاتا ہو ، جیسے کسی کو ملاقات کے وقت مخاطب کیا جاتا ہے ۔ اب اگر ہم 'ہادی‌النساء' پر از اول تا آخر نظر ڈالیں تو ہم کو ہر فصل کے ہر خط میں ، خواہ وہ کسی بڑی بوڑھی کے نام ہو یا میاں بیوی کے نام ، بہن نے بہن کو لکھا ہو یا کسی سہیلی نے اپنی سہیلی کو یاد کیا ہو ، نوکروں

سے خطاب ہو یا رشتے دار مردوں یا کاروباری لوگوں سے یا حاکموں کے نام عرضی پرچے ہوں ، غرض ہر جگہ تخاطب میں بےساختگی ، رنگا رنگی اور ایک دلچسپ ترتیب نظر آتی ہے ۔ مثلاً ملاحظہ ہو

بڑی بوڑھیوں سے خطاب :

اچھی دادی جان ، نانی اماں ، اماں بی ، ہے ہے خالہ جان ، ہے ہے خالہ جان ، اے بی چچی ، اے بی چچی ، خالہ جان تمھیں بھی سلام تمھارے وعدے کو بھی سلام ، بڑی اماں کو آداب ، اچھی میری امی ، باجی اماں ۔

بڑی بوڑھیوں کا تخاطب :

بیٹا اصغری ، میری جان ، میری سگھڑ بنو ، میری بنگالے کی مینا ، میرے دل کی کُنجی ، بیوی بنو ، خالہ کی خلبچی ، میرے گھر کی آبادی ، اپنی امی کی پیاری دلھن ، میری لاڈو ، ہاں بیٹی ، ہاں بھتیجی ۔

شوہر سے خطاب :

میرے سرتاج ، صاحب !

شوہر کا تخاطب :

صاحب ، بیوی صاحب ، بیگم !

بہنوں کے درمیان تخاطب :

بہن ، آپا ، بُوآ ، اے آپا ، ہاں بہن ، بُوآ نوروزی ، واہ واہ بُوآ ، اللہ بی فیروزی ، لو بُوآ اور سنو ، اچھی میری خالہ جائی ۔

مرزا غالب کے نزدیک ایک اچھے خط کی دوسری اہم شرط یہ ہے کہ مکتوب نگار تخاطب کے بعد فوراً عرضِ مطلب پر آ جائے۔ خیریت گوئی اور خیریت طلبی وغیرہ اس قسم کے بناوٹی اور تصنع آمیز

انداز سے گریز کیا جائے۔ مکتوب الیہ کا فرقِ مراتب بہرصورت قائم رکھے۔ 'ہادی النساء' کے تمام خطوط اس شرط کو بھی پورا کرتے ہیں، مثلاً:

۱۔ اچھی دادی جان، تمھارے قربان! یہ تو کہو تم نے اب کی عید میں میرے واسطے کیا کیا بنایا ہے۔
۲۔ بیٹا اصغری! تم جتنی چھوٹی ہو اتنی ہی کھوٹی ہو، تمھاری حرفت کو میں ہی خوب جانتی ہوں۔
۳۔ صاحب! تمھارے لڑکے نے بڑا سر اٹھا رکھا ہے۔ اسے خدا کی سنوار، دو دو دن پڑھنے نہیں جاتا۔
۴۔ بیوی صاحب! اس میں اس کا کچھ قصور نہیں، جیسا تم نے اٹھایا ویسا اٹھا۔

مرزا غالب کے نزدیک خط کی تیسری خوبی یہ ہے کہ تحریر میں گفتگو یا مکالمے کا سا رنگ پیدا ہو جائے۔ کئی باتیں کہنی ہوں تو ان میں بھی سلیقہ ہو۔ غیر مانوس الفاظ یا تکرار الفاظ اور پیچیدہ تراکیب سے آزاد ہو۔ ذیل کی مثال میں یہ خوبی بھی ملاحظہ ہو:

"پرسوں کا ذکر ہے کہ ابا جان کے پاس ایکا ایکی ایک چوب دار آیا کہ صاحبِ عالم بہادر! آپ کو حضور نے یاد فرمایا ہے۔ قطب صاحب کی تیاریاں ہیں.............ابا جان جو تھے، یہ سنتے ہی سوار ہو کر موتی محل میں پہنچے۔ وہاں بھی وہی بات پائی۔ حضور نے فرمایا کہ اماں! آج چار گھڑی رات سواریاں لگیں گی۔ تم، تمھاری بیگم، میری نواسی، اس کی سہیلیاں دن نکلے سے پہلے پہلے وہاں پہنچو۔"

خط کے خاتمے پر خورد و کلاں کو سلام اور دعا کی بہتات

اور طوالت کی بجائے 'ہادی النساء' میں کتنے شگفتہ اختصار سے کام لیا گیا ہے :

"دعائیں! لو خدا حافظ! لو تمھیں اللہ کی امان! لو اللہ بیلی! لو اللہ حافظ! اللہ نگہبان! لیجیے خدا حافظ! خدا تجھے موتیوں میں سفید اور سونے میں پیلا رکھے!"

مشتے نمونہ چند محاورات ، روزمرہ اور کہاوتوں سے بھی لطف اٹھائیے :

۱ - نابوآ! مجھے دونوں آنکھیں برابر ہیں -
۲ - سو دشمنوں کی ایک دشمن ، چھری کو پائیں تو مجھ کو نہ پائیں -
۳ - بھلا جس کی ایسی دست و قلم پیاری نواسی ہو اُس سے کسی چیز کا کیونکر دریغ کروں -
۴ - آٹا نبڑا بوچا سٹکا -
۵ - آٹے کا چراغ گھر رکھوں تو چوہا کھائے اور باہر رکھوں تو کتّوا لے جائے -
۶ - وہی مثل ہے : کمانے کے نام نعوذ باللہ ، کھانے کو بسم‌اللہ -

قلعہ و شہرِ دہلی کی بیگمات کا یہ مختصر سا انتخاب تو صرف اُن کے روزمرہ ، محاورات اور کہاتوں کا تھا ، اس کے علاوہ ان کی بولی ٹھولی کے سینکڑوں ایسے شگفتہ اور انمول الفاظ ہیں جن کو اس مقدمے میں پیش کرنا محض طولِ عمل ہے - اسی لیے ہم نے ان کو کتاب کے آخر میں ایک فرہنگ کی صورت میں بہ ترتیبِ حروف تہجی پیش کر دیا ہے - بلاشبہ اگر منشی سید احمد غریب المعانی اور مشکل الفاظ کے معانی زیر نظر کتاب اور اپنی دیگر تصانیف میں نہ لکھتے یا ہم نے دورِ آخر کے اُن بزرگوں کی صحبت سے فیض نہ اٹھایا ہوتا جن کو دیکھ کر ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیا کرتے تھے تو یقین کیجیے

کہ موجودہ اردو فارسی اور ہندی لغات کے چوڑے چکلے سینوں میں ان لغات کے معانی ڈھونڈے نہ ملتے ۔

آئیے اب ہم 'ہادی النساء' کی ادبی اور تعلیمی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالیں ۔ جب یہ کتاب لکھی گئی تھی ، کم و پیش اسی زمانے میں خطوط و انشا کے مجموعوں کی اشاعت کا بازار گرم تھا جن کی نشان دہی سابقہ صفحات میں ہو چکی ہے ۔ مرزا غالب کے خطوط کا پہلا مجموعہ 'عودِ ہندی' ۱۸۶۸ع میں شائع ہو چکا تھا ۔ پھر مولوی نذیر احمد دہلوی کے شاہکار بھی اُن کے سامنے تھے ۔ 'مراۃ العروس' (۱۸۶۸ع) اور توبۃ النصوح (۱۸۷۷ع) جیسی تعلیمی اور ادبی کتابوں کا طوطی اُن کے سامنے بول رہا تھا ۔ ٹھیک اسی زمانے میں ڈاکٹر فیلن نے ، جو اُن دنوں منشی سید احمد سے اپنی اردو ڈکشنری کے کام میں کافی مدد لے رہے تھے ، اس کتاب کے لیے اُن کو اُکسایا ۔ اُن کی یہ تحریک سونے پر سہاگا بن گئی ۔ اب تو اُن سے نہ رہا گیا چنانچہ قلم سنبھالا اور یکے بعد دیگرے 'ہادی النساء' اور 'تحریر النسا' دو مجموعے لکھ ڈالے ۔ جونہی یہ دونوں کتابیں شائع ہوئیں (تحریر النساء، 'ہادی النساء' میں مدغم ہوگئی) تو دلی ، یو ۔ پی اور اہلِ پنجاب نے 'ہادی النساء' کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس پر حوصلہ افزا تبصرے لکھے۔ ۱۱ جنوری ۱۸۷۷ع کو سب سے پہلے ڈاکٹر فیلن نے اپنی قیمتی رائے کا اظہار کیا ۔ اُن کی رائے کا آخری فقرہ ملاحظہ ہو :

''ہم سے پوچھو تو اس کتاب میں 'مراۃ العروس' سے بھی کہیں زیادہ عورتوں کے محاورے پائے جاتے ہیں ۔''

گارساں دتاسی اپنے مقالے ۱۸۷۵ع میں علی گڑھ اخبار (اشاعت ۱۱ جون ۱۸۷۵ع) کے حوالے سے لکھتا ہے :

''سید احمد' دہلوی نے خاص طور پر عورتوں کے لیے
'انشاے ہادی النساء' نامی ایک کتاب لکھی ہے ۔ اس کا انداز
تحریر مصنف کے سلامتِ ذوق کا ثبوت ہے ۔ انھوں نے بیگمانی
اردو کی بہترین مثال پیش کی ہے ۔''

ڈاکٹر فیلن اور گارساں دتاسی کے علاوہ اس وقت نواب ضیاء الدین احمد خاں نیرؔ ، اودھ اخبار لکھنؤ ، پٹیالہ اخبار پٹیالہ ، اخبار انجمن عرب سرائے دہلی ، پنجابی اخبار لاہور اور انجمن پنجاب جن کی آراء اور تبصروں کو منشی سید احمد نے 'ہادی النساء' کے دوسرے ایڈیشن میں شائع کیا تھا، ہمارے سامنے موجود ہیں ۔ یہ اس زمانے کی مشہور ادبی شخصیتیں اور موقر اخبار تھے ۔ جیسا کہ آپ ان تمام تقاریظ کو اس کتاب کے ضمیمے میں مطالعہ کریں گے ، دیکھا جائے تو ہر اخبار نے ڈاکٹر فیلن کی رائے کی نہ صرف تائید کی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر 'ہادی النساء' کی افادیت پر دلائل کے ساتھ بحث کر کے اپنے نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے ۔

ہماری گزشتہ مثالوں اور اس مزید تبصرے کے بعد 'ہادی النساء' کے باب میں مزید کچھ لکھنا عبث ہے ۔ البتہ اس نادر مجموعے کے متعلق چند ضروری اور تاریخی معلومات پیش کرنا نہایت ضروری ہے ۔ اس وقت ہمارے سامنے 'ہادی النساء' کے حسبِ ذیل تین ایڈیشن ہیں :

نسخۂ اول : (طبع دوم) اگرچہ کہنہ اور بوسیدہ ہے مگر مکمل ہے ۔ صرف سرورق اول و آخر سے محروم ہے ۔

نسخۂ دوم : (طبع چہارم) مکمل ہے ۔

نسخۂ سوم : پروفیسر حمید احمد خاں صاحب کی ملکیت ہے

---

۱ ۔ 'ہندوستانی ادب ۱۸۷۵ع میں' مقالہ گارساں دتاسی، ص ۱۴۳، ۱۴۴،
جلد اول، حصہ دوم، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند، دہلی ۱۹۴۳ع ۔

اور ہمارے مملوکہ اول الذکر دونوں نسخوں کے مقابلے میں ہر اعتبار سے مکمل اور عمدہ حالت میں ہے۔

یہ چھ ایڈیشن کب اور کس طرح منظرِ عام پر آئے، اس کی مختصر روداد یوں ہے:

پہلا ایڈیشن:

۱ - مشہور ماہرلسانیات و مؤلفِ لغت ہندوستانی اردو انگریزی ڈکشنری ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیوَ۔ فیلن کے ایما پر ۱۸۷۵ع میں شائع ہوا۔

۲ - ابتدا میں یہ چار فصول پر مشتمل تھا۔ ملاحظہ ہو دیباچۂ مصنف، طبع دوم۔

۳ - ہر فصل کے خاتمے پر مشکل الفاظ کی فرہنگ دی گئی تھی۔ بعد کے ایڈیشنوں میں یہ حاشیے پر منتقل ہوگئی۔

ہمیں افسوس ہے کہ یہ پہلا ایڈیشن اب بالکل عنقا ہو چکا ہے اور ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ پہلے ایڈیشن کی مقبولیت دیکھ کر منشی سید احمد کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ عورتوں کے خطوط عورتوں کے نام کے علاوہ مردوں کے نام بھی تحریر کیے جائیں، لہذا مردوں کے نام خطوط پر مشتمل 'انشائے ہادی النساء' کا دوسرا حصہ یعنی 'تحریر النساء' وجود میں آیا۔ یہ دونوں حصے جدا جدا یکے بعد دیگرے غالباً دو مرتبہ شائع ہوئے۔ افسوس ہے کہ کوششِ بسیار کے باوجود نہ تو 'تحریر النساء' طبع اول کا سنہ طباعت کماحقہ تحقیق ہوسکا اور نہ یہ اولین نسخے ہماری نظر سے گزرے۔

دوسرا ایڈیشن:

۱ - یہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں 'تحریر النساء' شامل نہیں ہے۔

۲ - سرورق اول و آخر نہ ہونے کے باعث اگرچہ سنہ اشاعت صحیح صحیح تو تحقیق نہ ہوسکا، لیکن مولوی سید ممتاز علی[1] صاحب مرحوم کے اہتمام و انصرام سے جو چوتھا ایڈیشن دارالاشاعت لاہور میں ۱۹۰۵ع میں شائع ہوا تھا، اُس کے صفحۂ اول پر 'دیباچۂ مطبع' کے عنوان کے تحت مولوی صاحب مرحوم کے یہ الفاظ ملے :

''پچیس برس سے زیادہ گزرنے کو آئے کہ برادر معظم سید احمد

---

۱ - شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی صاحب مرحوم ۲۷ ستمبر ۱۸۶۰ع بروز عید میلاد النبیؐ پیدا ہوئے۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ آن کی وفات بھی (۱۵ - جون ۱۹۳۵ع) عید میلادالنبیؐ کے دن ہی واقع ہوئی - مولوی صاحب مرحوم حضور صلعم کے عشق میں اس قدر سرشار تھے کہ تمام عمر عید میلاد کی اشاعت میں مصروف رہے - آن کی ابتدائی تعلیم مولانا محمد قاسم نانوتوی کی نگرانی میں ہوئی - شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن مرحوم اسیر مالٹا، مولوی صاحب موصوف کے ہم جماعت تھے - ۱۸۷۳ع میں انگریزی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے - ۱۸۸۳ع میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی - اے کے امتحان میں شریک ہوئے لیکن ناکام رہے - کالج سے کنارہ کش ہو کر کچھ مدت بعد چیف کورٹ میں مترجم مقرر ہوئے - اسی اثنا میں سر سید احمد خاں نے یاد فرما لیا - ۱۸۹۸ع میں مولانا موصوف نے ایک مطبع ''رفاہ عام''، دارالاشاعت پنجاب کے نام سے ایک ادارۂ کتب اور ''تہذیبِ نسواں'' کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا - اس اخبار کے ذریعے انھوں نے تعلیمِ نسواں کے حق میں نہایت مفید خدمات انجام دیں - پھر ۱۹۰۹ع میں آپ نے بچوں کے واسطے ''پھول اخبار'' کا اجرا کیا - اس اخبار کو نہ صرف اپنے زمانۂ اشاعت میں شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ اب تک سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری ادبی حلقوں میں اس کی صدائے باز گشت گونج رہی ہے - (مرتّب)

صاحب دہلوی نے دو کتابیں—'انشاے ہادی النساء' اور 'تحریر النساء'— لکھی تھیں۔ مصنف کو یہ کتابیں دو مرتبہ چھاپنی پڑیں . . . تب راقمِ آثم (مولوی سید ممتاز علی مرحوم) نے تیسری مرتبہ چھاپا— یہ ایڈیشن بھی نہایت جلد فروخت ہوا اور اب طبع چہارم کی باری آئی۔''

ان الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ 'ہادی النساء' اشاعت اول ۱۸۷۵ع کے بعد یکے بعد دیگرے دو مرتبہ چھاپی گئی لیکن نہ جانے کیوں ان دونوں اشاعتوں کو صرف ایک ہی اشاعت شمار کیا گیا۔ لہذا اندازاً یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر مذکورہ ۲۵ برس کی مدت کو ۱۸۷۵ع میں شامل کیا جائے تو سنہ ۱۹۰۰ع برآمد ہوتا ہے۔ گویا مولوی صاحب موصوف کے بقول ۱۸۷۵ع اور ۱۹۰۰ع کے درمیان خود منشی سید احمد مرحوم نے اسے دو مرتبہ شائع کیا۔ واضح رہے کہ طبع چہارم میں صفحہ ۲ پر ''دیباچہ طبع سوم'' کے تحت اشاعتِ سوم کا سنہ ''ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ع لاہور'' خود منشی سید احمد مرحوم کا رقم کردہ ہے۔

۳ - صفحہ ۱ پر لفظ ''ہدایت'' کے ذیل میں دیباچہ یا مقدمہ' مصنف مذکور درج ہے جو صفحہ ۳ پر ختم ہوتا ہے۔

۴ - پہلی فصل (بڑی بوڑھیوں کے خط) صفحہ ۳ ، سطر ۱۶ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۸ پر ختم ہوتی ہے۔

دوسری فصل (بہنوں کے خط) صفحہ ۲۸ ، سطر ۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۸ پر ختم ہوتی ہے۔

تیسری فصل (ہم جولیوں کے خط) صفحہ ۴۹ سے شروع ہو کر صفحہ ۷۸ ، سطر ۵ پر ختم ہوتی ہے۔

چوتھی فصل (نوکروں کے خط) صفحہ ۷۸، سطر ۶ سے شروع

ہو کر صفحہ ۹۰، سطر ۲ پر ختم ہوتی ہے۔

اس مقام پر کتاب کا متن ختم ہو جاتا ہے، لیکن اسی صفحے کی سطر ۳ سے 'ہادی‌النساء' پر مختلف رسائل اور اخبارات کی تقاریظ کے اقتباسات آخری صفحے (۱۰۰) تک مرقوم ہیں۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نسخۂ ہذا)۔

تیسرا ایڈیشن:

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ ایڈیشن ۱۹۰۲ع میں شائع ہوا تھا۔ اس ایڈیشن میں 'انشاے ہادی النساء' کا حصہ دوم 'تحریر النساء' شامل ہوگیا تھا، جیسا کہ دیباچہ' مصنف کے مندرجہ ذیل الفاظ اس کے شاہد ہیں:

"اب برادر عزیزالقدر مولوی سید ممتاز علی کی خواہش کے مطابق یہ کتاب بہت سی ترمیم و تبدیلی کے بعد شائع کی جاتی ہے۔ کچھ خطوط اور پہیلیاں اس میں زیادہ کر دی گئی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ 'تحریر النساء' کو بھی اس میں شامل کردیا ہے۔"

(ملاحظہ ہو طبع چہارم ۱۹۰۵ع صفحہ ۲)۔

یہ ایڈیشن بھی اب نایاب ہے اور ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

چوتھا ایڈیشن:

۱۔ اس کی ضخامت ۱۲۸ صفحات ہے۔ اسے مولوی سید ممتاز علی صاحب مرحوم نے اپنے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے باہتمام منشی میراں بخش پرنٹر رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور ۱۹۰۵ع میں شائع کیا تھا۔ اس ایڈیشن کا نام بشمول 'تحریرالنساء' صرف 'ہادی النساء' رکھا گیا۔ سرورق پر 'تحریر النساء' درج نہیں ہے بلکہ اصل متن میں اسے پانچویں فصل

(مردوں کے نام خط) کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے ۔

۲ ۔ ابتدائی پانچ صفحات میں صفحۂ اول و دوم پر مولوی سید ممتاز علی صاحب مرحوم کا ''دیباچۂ مطبع'' ہے ۔

۳ ۔ صفحہ ۲ سطر ۵ سے اختتام صفحہ تک ''دیباچۂ سوم'' کی سرخی کے ساتھ خود مصنّف کا رقم کردہ دیباچہ بحوالہ تاریخ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۲ع) درج ہے ۔

۴ ۔ پھر صفحہ ۳ تا ۵ ، سطر ۱۱ تک صرف ''دیباچہ'' کی سرخی کے ماتحت طبع دوم کا دیباچہ بلاتاریخ منشی سید احمد کا لکھا ہوا ہے ۔ اس دیباچے میں صفحہ ۳ کی آخری سطر کے الفاظ (''ان میں مرد ہوں تو اور عورتیں ہوں تو'') اضافہ شدہ ہیں ۔ یہ طبع دوم میں نہیں ہیں ۔ اس کے برعکس صفحہ ۴ سطر ۴ کے الفاظ (''نامہ نگاری بھی کرنے لگی ہیں'') کے بعد طبع دوم کے دو فقرے (''غرض پروردگارِ عالم کے نزدیک سب یکساں ہیں ۔ جو کام انسان کے ہیں وہ ہر ایک انسان سے ہوسکتے ہیں'') مصنف نے طبع چہارم میں حذف کر دیے ہیں ۔

۵ ۔ پہلی فصل (بڑی بوڑھیوں کے خط) صفحہ ۵ سطر ۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۸ سطر ۶ پر ختم ہوتی ہے ۔

دوسری فصل (بہنوں کے خط) صفحہ ۲۸ سطر ۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۹ سطر ۳ پر ختم ہوتی ہے ۔

تیسری فصل (ہم جولیوں کے خط) صفحہ ۴۹ سطر ۴ سے شروع ہو کر صفحہ ۸۶ سطر ۱۰ پر ختم ہوتی ہے ۔

چوتھی فصل (نوکروں کے خط) صفحہ ۸۶ سطر ۱۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰۸ سطر ۶ پر ختم ہوتی ہے ۔

پانچویں فصل (مردوں کے خط) سے حصۂ دوم یعنی 'تحریر النساء' کا آغاز ہوتا ہے ۔ یہ صفحہ ۱۰۸ سطر ۷ سے شروع

ہو کر صفحہ ۱۲۶ پر ختم ہوتی ہے -

۶ - صفحہ ۱۲۷-۱۲۸ پر عورتوں کی رہنمائی کے واسطے ڈاک خانے کے مختصر قواعد و ضوابط درج ہیں -

۷ - پشت کے سرورق پر ''انھیں مصنّفہ کی اور کتابیں'' کی سرخی کے تحت دارالاشاعت پنجاب لاہور کی اُن چودہ کتابوں کا اشتہار درج ہے جو غالباً سید امتیاز علی تاج مرحوم کی والدۂ ماجدہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ نے مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے خیال سے تصنیف کرکے شائع کی تھیں - ان کتابوں میں 'تاج گیت' (آسان نظمیں) اور 'امتیاز پچیسی' (دلچسپ کہانیاں) شامل ہیں جو تاج صاحب مرحوم کے واسطے انھوں نے بطورِ خاص تصنیف فرمائی تھیں -

پانچواں ایڈیشن :

افسوس ہے کہ یہ ایڈیشن بھی نایاب ہونے کے باعث ہماری نظر سے نہیں گزرا لہذا اس کے تعارف سے ہم قاصر ہیں -

چھٹا ایڈیشن :

۱ - یہ نسخہ ہمارے محبِ مکرّم پروفیسر حمید احمدخاں صاحب کی ملکیت ہے - نسخہ ھذا کی ترتیب کے وقت جہاں ہم نے اپنے مملوکہ نسخوں (طبع دوم و چہارم) سے کام لیا ہے ، وہاں بطور خاص اس نسخۂ ششم سے بھی مزید استفادہ کیا ہے - اس کرمِ خاص کے لیے میں اپنے محترم دوست کا دل سے شکرگزار ہوں -

۲ - سرورق صفحہ اول کی نقل مطابق اصل اس نسخۂ جدید کی زینت ہے - سرورق صفحہ دوم پر ''فہرست کتب مفید نسواں مصنفہ منشی سید احمد دہلوی مؤلفِ فرہنگ آصفیہ'' کے ذیل میں مصنف مرحوم کی نو کتابوں کا اشتہار درج ہے -

۳ - ابتدائی چار صفحات پر مشتمل مصنف مرحوم نے صرف لفظ ''دیباچہ'' لکھ کر کسی سابق ایڈیشن کا دیباچہ درج کیا ہے حالانکہ صفحہ ۴ سطر اول کے اس فقرے :

''چھٹی دفعہ از سرِ نو ترمیم و اضافہ کر کے چھاپنے کی نوبت پہنچی ہے۔''

سے اشاعتِ ششم کا صاف صاف اعلان ہو رہا ہے۔

۴ - اسی طرح صفحہ ۵ پر ''مطبع رفاہِ عام کی رائے'' کے تحت مولوی سید ممتاز علی مرحوم کی رائے جو گزشتہ اشاعتوں کے متعلق تھی ، از سرِ نو درج کی گئی ہے - اس میں پہلی ہی سطر کا یہ فقرہ : ''پچیس برس سے زیادہ گزرنے کو آئے'' بے ساختہ اس طبع چہارم کو یاد دلاتا ہے جس میں اسی پچیس برس کا ذکر مذکور تھا - کہاں ۱۸۷۵ع اور کہاں ۱۹۱۰ع - وہ پچیس برس کی مدت ہنوز جوں کی توں قائم ہے - اس دیباچے کا ابتدائی پیراگراف طبع دوم اور چہارم میں شامل نہیں ہے -

۵ - صفحہ ۷ پر 'انشاے ہادی النساء' حصہ اول کی جلی سرخیوں کے بعد پہلی فصل (بڑی بوڑھیوں کے خط) شروع ہو کر صفحہ ۳۲ پر ختم ہوتی ہے - یہ ۳۴ خطوط پر مشتمل ہے جن میں چھ خط میاں بیوی کے مابین بھی شامل ہیں -

دوسری فصل (بہنوں کے خط) صفحہ ۳۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۵۳ پر ختم ہوتی ہے - اس فصل کے خطوط کی تعداد ۲۵ ہے -

تیسری فصل (ہمنیلیوں کے خط) صفحہ ۵۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰۱ پر ختم ہوتی ہے - اس فصل میں ۲۸ خطوط ہیں -

چوتھی فصل (نوکروں کے خط) صفحہ ۱۰۲ سے شروع ہو

کر صفحہ ۱۲۵ پر ختم ہوتی ہے - اس میں ۲۸ خطوط ہیں -
اسی صفحے پر 'تحریر النسا' کا سرورق اور اس کا تعارف جلی
قلم سے مرقوم ہے -
پانچویں فصل (تحریر النساء) مردوں کے خط صفحہ ۱۲۶ سے
شروع ہوکر صفحہ ۱۵۲ پر ختم ہوتی ہے - اس میں ۵۷
خطوط ہیں - اس طرح کل خطوط کی تعداد ۱۷۲ ہے -

۶ - فصل سوم کے خطوط نمبر ۸۰ تا ۸۷، فصل چہارم کے خطوط
نمبر ۹۰ تا ۹۱ اور فصل پنجم کے خطوط نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۱
یہ تیرہ اور اسی فصل پنجم کے چار دیگر خطوط (بیٹی و باپ
اور بھتیجی و چچا کے درمیان) جو بلا کسی نمبر شمار کے
صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۵ پر درج ہیں، یہ جملہ سترہ خطوط طبع
دوم اور چہارم میں نہیں ہیں بلکہ مصنف نے طبع ششم میں
ان کا اضافہ کیا ہے -

۷ - متن کے بعد چار صفحات انگریزی زبان کے ہیں :
بائیں سے دائیں صفحہ اول پر 'انشاے ہادی النساء' کے متعلق
ڈاکٹر فیلن کی رائے مرقومہ بانکی‌پور مورخہ ۱۱ - جنوری
۱۸۷۵ع درج ہے -
بائیں سے دائیں صفحہ دوم پر مصنف نے بہ زبان انگریزی
'ہادی النساء' کی ابتدائی اشاعت اور بہار، بنگال، پنجاب،
مدراس، بمبئی اور یوپی (بھارت) کے محکمہ ہاے تعلیمات میں
کتاب کی منظوری و خریداری اور اس زمانے کے موقر
رسائل و اخبارات کے تبصروں اور تقاریظ کے متعلق ایک
اعلامیہ بحوالہ تاریخ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۱۰ع قلمبند کیا ہے -
بائیں سے دائیں صفحہ سوم اور چہارم پر 'انشاے ہادی النساء'

طبع اولین کا تعارف یا دیباچۂ مصنف ہے ۔ ہم نے نسخۂ ہذا میں اس کا اردو میں ترجمہ کر کے ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے اس لیے نقل کر دیا ہے کہ اس میں مصنف نے 'ہادی النساء' کی وجہِ تصنیف اور ضرورت پر روشنی ڈالی ہے ۔

۸ ۔ سرورق سوم پر مصنف نے اپنی مملوکہ کتب 'قصۂ مہرافروز' 'بزم آخر' اور 'فرہنگ آصفیہ' کا اشتہار چھاپا ہے ۔
سرورق چہارم (انگریزی) پر 'انشاے ہادی النساء' کے متعلق ڈاکٹر فیلن کی رائے مرقومہ بانکی پور مورخہ ۱۱ ۔ جنوری ۱۸۷۵ع کو مکرر درج کیا ہے ۔

۹ ۔ اس ایڈیشن کی آخری ضروری بات یہ ہے کہ مولوی سید ممتاز علی مرحوم نے اس کتاب کے حقوق طباعت و اشاعت منشی سید احمد مرحوم کو واپس کر دیے تھے اور نسخۂ ششم خود مصنف کا طبع کردہ ہے ۔

چھٹے ایڈیشن کے بعد ہمارے علم و اطلاع کے مطابق کوئی اور ایڈیشن مصنف کی حیات میں یا وفات کے بعد اب تک نہیں چھپا ۔ اب یہ نسخۂ جدید (ساتواں ایڈیشن) جو مجلس ترقی ادب لاہور کا شائع کردہ ہے ، آپ کے روبرو ہے ۔

اس نسخۂ جدید کی ترتیب میں ہم نے ماخذ کی تاریکی کے باوجود معلومات فراہم کرنے میں کافی کاوش و تحقیق سے کام لیا ہے اور حتی الوسع کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے ۔ اب یہ ناظرینِ نسخۂ ھذا کا فرض ہے (مجھ پر احسان ہوگا) کہ اپنے ذخیرۂ معلومات کے مطابق اس میں جو چیز بیش و کم ہے ، اس سے راقم الحروف یا مجلس ترقی ادب لاہور کو آگاہ فرمائیں تاکہ جو کسر باقی رہ گئی ہے اس کا آئندہ ایڈیشن کے وقت خیال رکھا جائے اور یوں اس نسخے کو اور زیادہ مکمل کیا جائے ۔

مکرر آنکہ : اس ترتیب جدید میں ہمیں نسخۂ چہارم اور نسخۂ ششم کی فصل اول میں سلسلۂ خطوط ، نیز نمبرشمار خطوط کو قدرے تبدیل کرنا پڑا ہے ، یعنی نسخۂ ششم صفحہ ۲۸ تا ۳۰ کے خطوط نمبر ۲۹ تا ۳۲ کا نمبر شمار بدل کر ۳۱ تا ۳۴ کر دیا ہے ۔ اسی ضمن میں صفحہ ۳۱ تا ۳۲ کے خطوط نمبر ۳۳ - ۳۴ کا نمبر شمار بدل کر ۲۹ - ۳۰ کر دیا ہے ۔ غایت یہ ہے کہ میاں بیوی اور بڑی بوڑھیوں کے خطوط کی ترتیب کا درمیانی نقص دور ہو جائے ۔

فصل چہارم میں صفحہ ۱۱۴ تا ۱۲۰ کے خطوط نمبر : جواب ۹۷ ، خط نمبر اول ۱۰۵ ، خط نمبر ۱ کا جواب ۱۰۶ ، خط نمبر ۲ - ۱۰۷ اور خط نمبر ۲ کا جواب ۱۰۸ کا نمبر شمار بدل کر ۱۰۵ تا ۱۰۹ کر دیا ہے ، کیونکہ اصل بنیادی خطوط نمبر ۱۰۴ اور ۱۰۷ اور ان کے ضمنی خطوط (ملفوفات) کی صحیح ترتیب یہی ہو سکتی تھی جو راقم الحروف نے اپنے خیال کے مطابق کی ہے ۔

فصل پنجم میں صفحہ ۱۴۴ - ۱۴۵ پر چار خط، جو بیٹی و باپ اور بھتیجی و چچا کے درمیان ہیں ، نمبرشمار کے بغیر ہیں ، اس نسخے میں ان کا نمبرشمار ۱۳۹ تا ۱۴۲ ہے ۔

اسی فصل پنجم میں طبع چہارم کا خط نمبر ۱۳۱ ، جو طبع ششم کا خط نمبر ۱۴۲ ہے ، سابقہ نمبرشمار غلط ہونے کی وجہ سے نہ صرف غلط ہے بلکہ مصنف نے اس کا جواب بھی معمولِ ترتیبِ خطوط کے لحاظ سے فوراً بعد درج کرنے کے بجائے صفحہ ۱۴۸ پر خط نمبر ۱۴۲ کے حوالے سے خط نمبر ۱۵۹ کے تحت دیا ہے ۔ پھر اسی سلسلے کے مزید دو خط نمبر ۱۶۰ - ۱۶۱ جو جواب الجواب ہیں ، صفحات ۱۵۰ تا ۱۵۲ پر درج کیے ہیں ۔ لہذا ہم نے

خطوط نمبر ۱۴۲ اور ۱۵۹ تا ۱۶۱ کا نمبرشمار بدل کر ۱۴۳ تا ۱۴۶ کر دیا ہے۔

اسی ضمن میں اگر طبع دوم و چہارم (۱۹۰۵ع) کے خطوط نمبر ۷۶—۷۷ پر روشنی نہ ڈالی جائے تو سخت ناانصافی ہوگی۔ یہ دونوں خط طبع دوم (نسخۂ مرتّب) میں صفحہ ۷۰ تا ۷۷ اور طبع چہارم میں صفحہ ۷۵ تا ۸۶ پر درج ہیں۔ ان خطوں میں حیات بخش باغ کے زنانہ اہتمام (باغ کا زنانہ) کی کیفیت قلمبند کی گئی ہے۔ ہم جس وقت 'ہادی النسا' کا ترتیب دینے کے خیال سے مطالعہ کر رہے تھے، ان دونوں خطوط کو بھی پڑھا۔ اس سے قبل ہم منشی فیض الدین کی مشہور کتاب 'بزمِ آخر' کو کئی بار پڑھ چکے تھے۔ 'ہادی النساء' کو پڑھتے پڑھتے ہمیں شبہ ہوا کہ باغ حیات بخش کی یہ کیفیت 'بزمِ آخر' کی عبارت معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے چھوٹے سے کتب خانے میں 'بزمِ آخر' کے دو نسخے طبع سوم (۱۹۲۰ع) اور طبع چہارم (۱۹۴۵ع) تو بہت پہلے سے موجود تھے۔ حال ہی میں مجلسِ ترقیِ ادب لاہور کا جدید ایڈیشن مرتّبہ جناب ولی اشرف صبوحی صاحب دہلوی، مطبوعہ نومبر ۱۹۶۵ع بھی ہم حاصل کر چکے تھے۔ لہذا یکے بعد دیگرے تینوں نسخوں کو نکال کر پڑھا تو ہمارا شبہ بالکل درست نکلا۔ خطوط مذکورہ بالا کی مرقومہ عبارت لفظ بہ لفظ ۹۹ فی صد 'بزم آخر' کی عبارت نکلی۔ بہ‌نظرِ احتیاط ہم نے 'ہادی النساء' کا ایک بار پھر اس خیال سے مطالعہ کیا کہ شاید منشی سید احمد نے مقاماتِ مذکورہ پر تلخیص یا اقتباس آرائی سے کام لیا ہو۔ دیکھا تو تلخیص کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ رہا اقتباس تو اقتباس کی عبارت ہمیشہ آغاز سے اختتام تک واوین میں ماخذ کے حوالے سے دی جاتی ہے۔ واوین استعمال کرنے کی دوسری شکل میں بھی مصنف اپنی کتاب کے کسی کردار کے

مکالمے کو واوین ہی میں لکھتا ہے۔

'ہادی النساء' میں آخرالذکر طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ گویا خطوط نمبر ۷۶—۷۷ کی عبارت کسی کتاب سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ منشی سید احمد کی تصنیف کردہ ہے جیسا کہ ذیل کی مثال سے ثابت ہوگا۔ واضح رہے کہ 'ہادی النساء' اور 'بزمِ آخر' کے صفحات کی نشان دہی کے ساتھ جو عبارت ہم نقل کر رہے ہیں، اس میں جہاں جہاں جن الفاظ کو قوسین میں لکھا گیا ہے وہ منشی سید احمد کا تصرّف یا ترمیم ہے اور باقی عبارت تمام تر منشی فیض الدین کی ہے۔

(ایک دفعہ انھوں نے حیات بخش باغ میں زنانہ ہو کر پنکھا چڑھنے اور بادشاہ کی طرف سے باغ لٹنے کا حال اس مزے سے بیان کیا کہ میں تم سے کیا کہوں، ان کا بیان ہے کہ) منشی سید احمد نے یہ فقرہ لکھنے کے بعد 'بزم آخر' کی عبارت واوین میں ''بادشاہی موتی محل کے آگے . . . ذرا پاؤں تلے کی مٹی چولھے میں جلانا'' تک مسلسل نقل کی ہے۔ اس مضمون کا صرف ابتدائی حصہ بطور مثال ملاحظہ ہو:

''بادشاہ (بادشاہی)[1] کے موتی محل کے آگے ایک بہت بڑا باغ ہے (تھا)، حیات بخش اس کا نام ہے (تھا)۔ بیچوں بیچ ساٹھ گز چوکور حوض ہے (تھا)۔ حوض میں جل محل ہے (تھا)۔

۱-(ا) بزمِ آخر، صفحہ ۸۱—۸۳، طبع سوم، مطبوعہ رحمانی پریس دہلی، ۱۹۲۰ع۔

(ب) بزمِ آخر، صفحہ ۸۱—۸۳، طبع چہارم، مطبوعہ علیمی پریس دہلی، ۱۹۳۵ع۔

(ج) بزمِ آخر، صفحہ ۶۴—۶۶ مجلس ترقی ادب لاہور، مطبوعہ ۱۹۶۵ع۔

(د) ہادی النساء، صفحہ ۷۰—۷۶، طبع دوم مطبوعہ (؟)۔

(ہ) ہادی النساء، صفحہ ۷۶—۸۳، طبع چہارم، دارالاشاعت پنجاب لاہور، مطبوعہ ۱۹۰۵ع۔

(وہیں) شمال اور جنوب کے آمنے سامنے ساون بھادوں دو مکان (آمنے سامنے دو مکان ساون بھادوں نام) سر سے پاؤں تک (سفید) سنگ مرمر کے ہیں (بنے ہوئے تھے)۔ ان کے بیچ میں چھوٹے چھوٹے حوض (ان میں چھوٹے چھوٹے حوض) ہیں۔ حوض میں (حوضوں میں) پانی کی چادریں (چدریں) گرتی ہیں (تھیں)۔ چاروں طرف لال لال پتھر کی بڑی بڑی چار نہریں ہیں۔ ان میں (نہروں میں) پانی جاری ہے (تھا)۔ نہروں کے گرد (ان کے گردا گرد) لال پتھر کی گل کاری کی کیاریاں، کیاریوں میں گیندا، گل مہندی (مہدی)، گل نورنگ، شبّو (گل طُرّہ)، زنبق، گل طُرّہ، سورج مُکھی وغیرہ کھل رہا ہے (تھا)۔ موتیا، جوئی، چنبیلی، رائے بیل، گلاب، سیوتی، مد مالتی، مولسری کے پھولوں سے سارا باغ مہک رہا ہے (تھا)۔ بلبل چہک رہی ہے (تھی)، سبزہ لہک رہا ہے (تھا)۔ دیکھو! آم (آم) شہد کوزہ، بتاشہ، بادشاہ پسند، محمد شاہی، لڈو وغیرہ اور انار، امرود، جامن، رنگترہ، نارنگی، چکوترہ، کھٹّا، نیبو، انجیر، شہتوت، بیدانہ، فالسہ، کھرنی، آڑو، شفتالو، آلوچہ، سیب، انگور، ناشپاتی، کمرک، بیری، کٹھل، پاکھل، ککروندہ وغیرہ کے درخت (اپنے اپنے موسم کے) پھل پھولوں میں لدے ہوئے (لدا ہوا) جھوم رہے ہیں (رہا تھا)۔ مینہ کا جھمکا لگ رہا ہے (تھا)۔ مور جھنکار رہے ہیں (تھے)۔ پپیہا پیہو پیہو کر رہا ہے (تھا)۔ کوئل کوک رہی ہے (تھی)۔''

'بزمِ آخر' کے تینوں نسخوں میں یہ مضمون ''باغ کا زنانہ'' کی جلی سرخی کے ماتحت ہے۔ پورے مضمون میں درمیان میں کوئی ذیلی سرخی نہیں ہے لیکن منشی سید احمد نے 'ہادی النساء' میں

باقی ماندہ مضمون کو 'ہنسی'، 'لونڈیوں پر غصہ' اور 'بچوں پر خفگی' کی تین ذیلی سرخیاں دے کر اسی فقرے پر ختم کیا ہے جس پر یہ 'بزمِ آخر' میں ختم ہوا ہے۔ وہ آخری فقرہ یہ ہے:

''رات اسی سیر تماشے میں گزری، صبح کو سب اپنے اپنے گھر گئے، لو میلہ ہو چکا (لو صاحب میلا ہو چکا)۔''

اس کے بعد جوابی خط نمبر ۷۷ میں خط کے خاتمے پر 'چہل' کی سرخی دے کر کالے چیتھڑے یا سانپ کا جو مزاحیہ چٹکلا تحریر کیا ہے، وہ بھی 'بزم آخر' کے تینوں نسخوں میں مضمون 'مہمان داری' میں موجود ہے۔ یہ مضمون 'بزم آخر' طبع سوم و چہارم کے صفحات ۲۸—۳۰ اور مجلس ترقی ادب کے نسخے میں صفحات ۲۷—۲۸ پر درج ہے۔

اسی خط (نمبر ۷۷) کا ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو:

''بہن، تمہارا خط آیا اور حیات بخش باغ کی بہار اپنے ساتھ لایا۔ جن **بیوی** کا تم ذکر کرتی ہو ان کی بہت دھوم دھام ہو رہی ہے۔ ایسا کون ہے جو انہیں نہیں جانتا۔ **نام میں ان کے فیض، کام میں ان کے فیض۔ اب لو سنا ہے انھوں نے قلعے کے حال میں ایک کتاب لکھی ہے** بلکہ اس کا نام بھی بڑی آپا ہی کی صلاح سے رکھا ہے اور دیباچہ بھی انھوں نے لکھ دیا ہے۔ دیکھو تو کیا اچھا نام ہے۔ 'خوابِ محفل' **یعنی اس محفل کا حال جو آنکھوں دیکھتے دیکھتے خواب ہوگئی۔** الخ''

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے، جلی الفاظ کو پڑھیے اور 'بزم آخر' کے مصنّف منشی فیض الدین کا نام خیال میں لائیے ''نام میں ان کے فیض، کام میں ان کے فیض''۔ کیا یہ فقرے در پردہ منشی فیض الدین کے نام اور ان کے اس فیض کی طرف اشارہ نہیں

کرتے جس کے موئے قلم نے 'خواب محفل' صاف صاف کیوں نہ کہیے 'بزم آخر' کے ذریعے اس محفل (قلعۂ معلیٰ) کا حال پیش کر دیا جو آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے خواب ہو گئی ۔ ہنسی یا افسوس کی بات تو صرف یہ ہے کہ بچارے منشی فیض الدین کو 'بیوی' بنا کر یا فیضی بیگم بنا کر منشی سید احمد نے کیا ثواب پایا اور کیا لطف اٹھایا ۔

حق یہ ہے کہ دلی کی خاک پاک سے ایک دو نہیں بیسیوں ایسے صاحب ِ کمال اُٹھے ۔ اُن کے کارنامے آج بھی اُن کی زندہ یادگار ہیں :

اے گل چو آمدی ز زمیں گو چگونہ اند
آں روئیہا کہ در تہِ گردِ فنا شدند

(امیر خسروؒ)

ایسے ہی صاحب ِ دل اور صاحب ِ کمال لوگوں میں ہمارے ممدوح منشی سید احمد دہلوی تھے ۔ برعظیم میں اُن کے ددھیالی مورث اعلیٰ حاجی سید سلیمان شاہ رئیس موضع بارو ، پرگنہ ملک کی صوبۂ بہار تھے جن کی آٹھویں پشت میں ہمارے نامور منشی سید احمد پیدا ہوئے ۔ سید سلیمان شاہ کی وفات کے بعد اس خاندان میں بہت سے اہل کمال مثلاً سید نعمت علی مونگیری ۱۸۶۸ع تک مختار کار رہے ۔ سید اشرف حسین نے حکیم حسام الدین حیدر عرف منجھلے صاحب (خاندان حکیم لقاءاللہ) سے علم ِ طب حاصل کیا ۔ عرب و عراق اور مصر و شام کی سیاحت کی ، ۱۸۸۵ع میں انتقال کیا ۔ اسی طرح سید فیض علی مالوہ اور سندھ کے مشہور درویش و صوفی گزرے ہیں ۔ سید شیر علی نامی گرامی پہلوان تھے (دیکھو شجرۂ ددھیالی) اور دیگر بزرگوں میں صدر الصدور اور صدر امین وغیرہ ہوئے ۔

منشی سید احمد کے والد ماجد حافظ ، قاری ، مولوی سید عبدالرحمٰن تھے ۔ مولوی صاحب کا قدیم وطن ِ مالوف مونگیر (پٹنہ)

تھا ۔ آپ کو شروع ہی سے تحصیلِ علمِ دین کا شوق تھا ۔ جب جوان ہوئے تو حصولِ علم اور قلب و ضمیر کی جِلا کے لیے مونگیر کو خیرباد کہہ کر دلی آئے ۔ دلی اُن دنوں صوفیہ کرام اور علماے دین کا منبع و مرکز تھی ۔ دلی آتے ہی خوبیِ تقدیر سے اُن کا عقد عرب سرائے دہلی کے ایک بزرگ روشن ضمیر حضرت محمد باقیہ (دیکھیے شجرۂ ننھیالی) کی صاحب زادی ولایتی بیگم صاحبہ سے ہوگیا ۔

مولوی عبدالرحمن اپنے وقت کا بیشتر حصہ حضرت محمد اسمعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کی خدمت میں صرف کیا کرتے تھے ۔ مولوی صاحب موصوف ان بزرگوں کی صحبت میں رہ کر نہ صرف علومِ دینی سے بہرہ ور ہوئے بلکہ تبلیغِ دین اور مسلمانان برعظیم کو غلبۂ کفر سے نجات دلانے کے لیے جب شاہ اسمعیل اور سید احمد شہید نے جہاد فی سبیل اللہ پر کمر باندھی تو مولوی عبدالرحمٰن بھی شوقِ جہاد اور جذبۂ شہادت سے سرشار ہو کر ان مجاہدین کے ہمراہ ۱۸۲۶ع میں بنیر اور سوات تک گئے ۔ سنہ ۱۸۳۱ع میں مختلف غزوات کے بعد جب ان دونوں نے جام شہادت نوش کیا تو مولوی عبدالرحمن ٹونک ہوتے ہوئے دلی واپس آگئے ۔ بالآخر جب قضاے الٰہی نے پکارا تو دلی ہی کی خاک پاک میں آسودہ ہوگئے ۔ چنانچہ ہم اندازاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب حضرت سید احمد شہید رائے بریلی سے تیسری بار حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی خدمت میں باریاب ہوئے ، اُسی کے لگ بھگ زمانے میں مولوی عبدالرحمن مونگیری بھی دہلی میں وارد ہوئے ہوں گے ۔

منشی سید احمد ، دہلی میں پیدا ہوئے ۔ اُن کا مقامِ ولادت کوچہ بلاقی بیگم اندون دریبہ خورد دہلی تھا ۔ عورتوں کی زبان میں جس گھر میں اُن کا نال گڑا وہ حافظ بہاء الدین ملازمِ دربارِ شاہی

کا مکان تھا اور مولوی عبدالرحمٰن اُن کے کرایہ دار تھے ۔ منشی سید احمد کی تاریخ ولادت ۸ جنوری ۱۸۴۶ع ہے ۔ پیدائش کے چھ یا سات ماہ بعد اُن کے والد نے خانقاہ شاہ صابر چشتیؒ کے باغ واقع سڑک فیض بازار میں موتی بیگم زوجہ میر ظہور علی سے ایک مکان خریدا ۔ اس زر خرید ذاتی مکان میں سید احمد کے حقیقی برادر خورد سید حسین عرف منّا پیدا ہوئے ۔ منّا نے ۱۹ سال کی عمر میں ۱۸۶۸ع میں انتقال کیا ۔ (دیکھو شجرۂ ددھیالی) ۔ خانقاہ صابریہ چشتیہ اور اس کے باغ کے متصل ایک قدیم اور کہنہ مسجد ہے ۔ مولوی عبدالرحمن کے علم اور زہد و تقویٰ کو دیکھ کر لوگوں نے آپ کو اس مسجد کا پیش امام مقرر کر دیا ۔ اس کے علاوہ وہ اُس وقت کی دلی کے ایک رئیس فوجدار خاں اور دوسرے سید اشرف علی کے بچوں کے اتالیق بھی تھے ۔

اس مکان میں رہتے ہوئے ابھی دس گیارہ برس ہی گزرے ہوں گے کہ ۱۸۵۷ع میں دہلی میں ہنگامۂ آزادی برپا ہوگیا ۔ اس زمانۂ داروگیر میں جان و مال اور عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر دیگر اہلِ شہر کی طرح مولوی عبدالرحمن کو بھی اپنا مکان چھوڑ کر مقبرۂ ہمایوں سے متصل عرب سرائے دہلی میں پناہ لینی پڑی ۔ منشی سید احمد کی اپنے والد کی حیات اور موت کے بعد تقریباً ۳۴ برس تک اسی عرب سرائے میں بود و باش رہی ۔ اُن کے والد کی تاریخ انتقال معلوم نہ ہوسکی ۔

منشی سید احمد نے اس عرب سرائے کو چھوڑ کر حویلی نواب مظفر خاں واقع ترکمان دروازہ دہلی میں ایک مکان بنوایا اور اس میں آباد ہوئے ۔ راقم الحروف نے یہ مکان بارہا دیکھا ہے ۔ ۱۹۰۸ع میں اس مکان کو چھوڑ کر گلی سوار خاں ، واقع کوچہ پنڈت دہلی میں سکونت اختیار کی اور آخری بار اپنی عمر کے آخری ایام

میں کہ سنہ ۱۹۱۶ع تھا ، گلی شاہ تارا متصل اجمیری دروازہ دہلی میں رہنے لگے ۔ اسی مکان میں آن کا انتقال ہوا ۔ منشی سید احمد کی تاریخ وفات ۱۹ - رجب ۱۳۳۶ھ (۱۱ - مئی ۱۹۱۸ع) ہے - باغیچی پیر زادہ بیگم ، خوشدامن مولوی سید عبداللہ باقیہ شافعی میں دفن ہوئے ۔ یہ باغیچی قطب روڈ دہلی پر تیل مل کے عقب میں واقع ہے جس کو قدیم یارانِ وطن نے توڑ پھوڑ کر اب فلیٹ تعمیر کر دیے ہیں ۔ سدا رہے نام اللہ کا ۔ منشی سید احمد کی یہ تاریخ وفات راقم الحروف کو اپنے عم بزرگوار شمس العلماء سید احمد مرحوم[1] شاہی امام جامع مسجد دہلی کے قلمی روزنامچے سے حاصل ہوئی جسے وہ روزانہ بالالتزام لکھا کرتے تھے ۔

منشی سید احمد اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے سید حسنی و حسینی ہیں ۔ آن کا آبائی سلسلۂ نسب کئی پشتوں کے بعد شاہ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے ، لیکن انھوں نے اپنی مشہور لغت 'فرہنگ آصفیہ' کی جلد اول میں صرف سات پشتوں تک اپنے آباء واجداد کے نام تحریر کیے ہیں ۔ شجرہ یہ ہے :

(شجرہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے)

شجرۂ ددھیالی منشی سید احمد دھلوی

(۱) حاجی سید سلیمان (مورثِ اعلیٰ) ۔
(۲) سید عمر علی ۔
(۳) سید ارزان علی ۔
(۴) اصل نام نامعلوم ، عرفیت سید پلٹ علی ۔
(۵) سید کرم علی ۔

(٦)
سید خواجہ علی
جد امجد | منشی سید احمد دہلوی

سید عبدالرحمن مونگیری — سید نعمت علی

سید نعمت علی
سید اشرف حسین

سید عبدالرحمن مونگیری
منشی سید احمد دہلوی — سید حسین عرف منّا متوفی بعمر ۱۹ سال ۱۸٦۸ع

منشی سید احمد دہلوی

سید بیگم (از بطن مغلانی بیگم زوجہ اول) زوجہ شمس العلما سید احمد ، امام جامع مسجد دہلی

محمودی بیگم انتقال ۱۷ - اکتوبر ۱۸۸۳ع

سعید احمد عرف دربار احمد (از بطن حاتم زمانی بیگم زوجہ دوم متوفیہ ۱۵- محرم ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ع)

منشی سید احمد کے ننھیال کی تاریخ گویا پوری عرب سرائے دہلی کی تاریخ ہے ۔ عرب سرائے کی بانی حضرت حاجی بیگم محل حضرت ہمایوں بادشاہ تھیں ۔ عرب سرائے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں عرب کے وہ سادات اور شیوخ رہتے تھے جن کو محلِ حضرت ہمایوں بادشاہ بعد فراغتِ حج ۹۶۸ھ (۱۵۶۰ع) میں عرب سے انتخاب کر کے سلطانِ وقت کی اجازت سے اپنے ہمراہ دلی لائی تھیں ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ عرب مرقدِ ہمایوں بادشاہ پر تلاوتِ قرآن اور فاتحہ خوانی کر کے مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں ۔ محلِ ہمایوں بادشاہ نے یہ بستی انھی کے نام پر بسائی تھی اور اپنے صرفِ خاص سے تعلیمِ دین کے لیے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا جس کے ناظمِ اول شیخ حسین اور نورالدین ترخان تھے ۔

محلِ حضرت ہمایوں بادشاہ اپنے ہمراہ جن عربوں کو لائی تھیں اُن میں سادات بھی تھے اور شیوخ بھی ۔ جو ساداتِ عظام تھے اُن کا تعلق قبیلۂ باقفیہ ، باحسن ، باطہ ، جمال اللیل اور سقاف سے تھا اور جو حضرات شیوخِ کرام عرب سے آئے تھے وہ قبیلۂ باعبود اور باکثیر وغیرہ سے تھے ۔ قبیلۂ بقان کا تعلق اصحابِ حلقۂ خدام سے تھا ۔ ان عرب قبائل کا ایک شجرہ مولوی عبداللہ باقفیہ شملوی کے پاس تھا ۔ جب وہ بہ غرض حج ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ع) میں حجاز گئے تھے تو اپنے شجرے کی تحقیق و تصدیق اُس وقت کے نقیب الاشراف سید حسین باقفیہ سے کرا کر لائے تھے ۔ یہ مصدقہ مُہر شدہ شجرہ کوہ شملہ پر ۱۹۴۷ع کے غدر میں تلف ہو گیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی ذاتی بیاض میں اس کی نقل موجود تھی جو اب تک اس خاندان میں موجود اور محفوظ ہے ۔ اس شجرے کے موجودہ امین اور محافظ میرے مخلص کرم فرما مولوی سید عبدالمغنی صاحب باقفیہ پشاور میں موجود ہیں ۔ انھوں نے میری درخواست پر بکمال

مہربانی شجرۂ مذکور کی صحیح نقل کے علاوہ کئی مفید معلومات بھی بہم پہنچائیں جو اس مقدمے کی زینت ہیں اور راقم آن کا شکرگزار ہے ۔ وہ شجرہ یہ ہے :

شجرۂ ننھیالی منشی سید احمد دہلوی

این شجرۂ شریف بمعرفت شیخ السادات نقیب الاشراف سید حسین ابن سید عبداللہ بافقیہ تصدیق شدہ از مدینۂ منورہ رسید ۔ ۱۲ ۔ ذی القعدہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ع) ۔ ناقل سید طارق الغنی ، ۲۱ ۔ شوال ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ع) :

۱ ۔ حضرت فاطمة الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۲ ۔ سید الشہدا حضرت امام حسین رض
۳ ۔ حضرت امام زین العابدین رض
۴ ۔ حضرت امام محمد باقر رض
۵ ۔ حضرت امام جعفر صادق رض
۶ ۔ سید علی العریضی
۷ ۔ سید محمد النقیب
۸ ۔ سید عیسٰی
۹ ۔ المهاجر الی اللہ احمد
۱۰ ۔ سید عبداللہ صاحب الذکیہ
۱۱ ۔ سید علوی
۱۲ ۔ سید محمد
۱۳ ۔ سید علوی
۱۴ ۔ علی خالع قسم
۱۵ ۔ محمد صاحب رباط
۱۶ ۔ سید علی
۱۷ ۔ الفقیہ المقدم محمد
۱۸ ۔ سید احمد
۱۹ ۔ سید محمد
۲۰ ۔ سید علی
۲۱ ۔ سید احمد
۲۲ ۔ سید عبداللہ
۲۳ ۔ عبد الرحمٰن
۲۴ ۔ الفقیہ محمد عرف بالفقیہ
۲۵ ۔ سید عبدالرحمٰن
۲۶ ۔ سید احمد
۲۷ ۔ سید ابی بکر
۲۸ ۔ سید عبداللہ
۲۹ ۔ سید سالم
۳۰ ۔ سید عبداللہ
۳۱ ۔ سید سالم
۳۲ ۔ سید محمد بافقیہ المقدم (مورثِ اعلٰی ہندوستان)

(۳۲) سیّد محمد باقفیہ المقدم
(نانا منشی سید احمد دہلوی)

مولوی سید عبداللہ باقفیہ شملوی انتقال ۳ - نومبر ۱۹۱۲ع مدفن نزد مزار شمس الدین اوتاد اللہ مقبرہ ہمایوں دہلی

سید حسن متوفی ۱۸۷۳ع
سید احسن باقفیہ

ولایتی بیگم زوجہ سید عبدالرحمن مونگیری

منشی سید احمد دہلوی، مؤلف فرہنگ آصفیہ
دربار احمد

حسینی بیگم والدۂ سید سلیمان شاہ جج ہائی کورٹ

بسم اللہ بیگم عرف کالی بیگم بے اولاد

پیاری بیگم والدۂ اشرف علی آگے نسل نہ چلی

افضل بیگم والدۂ حافظ محی الدین و فخرالدین

مولوی سید محمد — مولوی سید عبدالغفور — مولوی سید عبدالغنی — مولوی سید عبدالعزیز — سعیدہ بیگم — فاطمہ بیگم

سید عبدالمغنی مقیم پشاور

جیسا کہ شجرے سے ظاہر ہے ، سید محمد باقفیہ کے خلفِ اکبر مولوی سید عبداللہ شملوی مرحوم ہمارے ممدوح منشی سید احمد مرحوم کے حقیقی ماموں تھے - یہ سید عبداللہ شملوی شملے کی دو پہاڑی ریاستوں جنگا اور سکیت کے وزیر تھے - آنھی کی وساطت سے منشی سید احمد ایم - بی ہائی سکول شملہ میں فارسی اور اردو کے مدرسِ اول مقرر ہوئے تھے - اس سے قبل وہ شاہی مدرسہ عرب سرائے دہلی میں اردو فارسی کے مدرس رہ چکے تھے - ۱۹۱۷ع - ۱۹۱۸ع تک وہ برعظیم پاک و ہند کی مختلف جامعات میں فارسی

اور اردو زبانوں کے ممتحن بھی رہے - مورخہ ۲۲ جون ۱۹۱۴ع کو سرکار برطانیہ نے ان کی علمی و ادبی خدمات کے صلے میں انہیں ''خان صاحب'' کا خطاب مرحمت کیا اور 'فرہنگ آصفیہ' کے علاوہ ان کی اکثر کتابوں کی متعدد جلدیں خریدیں اور انعامات دینے کے ساتھ ساتھ داخلِ نصاب بھی کیں - سرکار نظام حیدرآباد دکن نے منصب اور ماہواری وظیفہ جاری کیا ، نیز 'فرہنگ آصفیہ' کی نشر و اشاعت کے معقول انتظامات کے علاوہ وافر تعداد میں اس کے نسخے بھی خرید کیے - نواب سلطان جہاں بیگم والیۂ ریاست بھوپال نے بھی شاہانہ انداز میں قدردانی اور سرپرستی فرمائی -

حسب و نسب کے متعلق یہ تمام تفاصیل تو منشی سید احمد نے 'فرہنگ آصفیہ' کے مقدمات اور تقاریظ میں درج کی ہیں ، لیکن جہاں تک ان کی ازدواجی زندگی ، اولاد اور خانگی حالات کا تعلق ہے ، اس باب میں انھوں نے بہت اختصار سے کام لیا ہے - ان واقعات کی عدم موجودگی میں ان کی زندگی کا یہ خاکہ کچھ نامکمل نظر آتا ہے لہذا راقم‌الحروف کو جو واقعات اپنی والدۂ ماجدہ اشرف بیگم کے علاوہ اپنے حقیقی عم بزرگوار شمس العلما سید احمد امام جامع مسجد دہلی اور دوسرے افرادِ خاندان سے دستیاب ہوئے ہیں ، یہاں پیش کرنا ضروری ہیں - یہ بھی تاریخی اور دلچسپ نوعیت کے ہیں -

منشی سید احمد کے خسرِ اول مرزا صادق[1] بیگ تھے - مرزا صادق بیگ کی پہلی بیوی سے تین اولادیں ، اناث میں ولایتی بیگم

۱- مرزا صادق بیگ متوفی ۱۰ - رجب ۱۲۸۹ھ (مطابق ۱۸۷۲ع) کا سلسلۂ نسب نواب بدل بیگ خاں سے ملتا ہے جن کا اصلی نام 'ترکی جنگ تھا - یہ اوائلِ زمانۂ شاہ عالم ثانی (۱۸۰۶ع) میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اور مغلانی بیگم اور ذکور میں صرف مرزا[1] محمد بیگ ہوئے۔ ولایتی بیگم ہاپڑ کے نواب میر جعفر علی خاں سے منسوب ہوئیں۔ گو نواب صاحب اہل تشیع سے تھے لیکن ولایتی بیگم مرتے دم تک اپنے آبائی عقیدے پر قائم رہیں۔ ان کی ایک صاحبزادی مرتضیٰ بیگم، میر مہدی مجروح کے فرزند عباس حسین سے بیاہی گئیں۔ دوسری صاحبزادی مغلانی بیگم کا عقد ہمارے منشی سید احمد سے ہوا۔ عقد سے قبل یہ اپنی آبائی حویلی بدل بیگ خاں میں رہتی تھیں۔ مرزا محمد بیگ (راقم الحروف کے حقیقی نانا) کا پہلا عقد احمد زمانی بیگم سے ہوا جن کے بطن سے میری والدہ ماجدہ اشرف[2] بیگم ہیں جو میرے والد سید حامد[3] بخاری (برادرِ خورد

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)
سمرقند سے آئے تھے۔ امیرالامرا مرزا نجف خاں کے ماتحت رسالہ دار ہوئے۔ ان کی تعمیر کردہ ایک حویلی اور اس کا پھاٹک واقع سرکی والاں متصل حوض قاضی دہلی آج تک انھی کے نام پر باجتا ہے۔ بعد میں یہ حویلی حکیم احسن اللہ خان طبیبِ حضرت بہادر شاہ ظفر کی ملکیت ہوگئی۔ اس حویلی کا موجودہ دروازہ حکیم صاحب ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ مرزا غالب نے اس کے لیے تاریخی قطعہ کہا تھا۔ اس کا کتبہ دلی کے مشہور خطاط میر محمد رضوی عرف میر پنجہ کش دہلوی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ قطعہ:

نہادہ بنا احسن اللہ خاں　　سر رہ بدانساں در دل کشا
کہ غالب پئے سالِ تاریخِ او　　رقم زد در دلکشا حبّذا

۱۲۷۰ھ (۱۸۵۲ع)

۱ - انتقال ۲۸ - محرم ۱۳۴۱ھ (۲۱- ستمبر ۱۹۲۲ع)، مدفن قبرستان مہندیاں شاہ عبدالعزیز، دہلی۔

۲ - پیدائش ۱۶- صفر ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۵ع) تاریخ عقد ۱۵ اپریل ۱۹۰۰ع۔

۳ - پیدائش ۲۷ -شعبان ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ع)، انتقال ۱۳ - اگست ۱۹۳۶ع، مدفن جدید قبرستان کوٹلہ فیروز شاہ، دہلی۔

شمس العلماء سیّد احمد امام) سے منسوب ہوئیں ۔ اس وقت ان کا
سن استی برس ہے ۔ وہ فرماتی ہیں کہ مغلانی بیگم کے بطن سے منشی
سید احمد کے ہاں چودہ بچے ہوئے ۔ ان میں سے بجز سید[1] بیگم (زوجہ
سید احمد امام مرحوم) اور محمودی[2] بیگم بعالم صغر سنی اللہ کو
پیارے ہوئے ۔ سید بیگم کے بطن سے تین چار بچے ہوئے لیکن
مرحومہ کی تنہا زندہ یادگار ہمارے ابنِ عمّ حافظ مولوی سید حمید[3]
موجودہ امام جامع مسجد دہلی ہیں ۔ سید حمید صاحب تین سال
کے شیرخوار بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ سید بیگم نے مرض دق
میں مبتلا ہو کر داعئی اجل کو لبیک کہا ۔ آخر عمر میں جب
مغلانی بیگم کا دماغ خراب ہوگیا تھا تو منشی سید احمد نے ان
کو طلاق دے دی تھی ۔

منشی سید احمد کی دوسری شادی ان کے حقیقی ماموں زاد
بھائی مولوی سید عبدالعزیز کی سلسلہ جنبانی سے حاتم زمانی بیگم
بنت ناصر مرزا مرحوم ، ملازم محکمۂ پولیس ، ساکن بارہ دری
شیر افگن خاں دہلی سے ہوئی ۔ ان کے بطن سے منشی سید احمد کی
آخری زندہ یادگار سعید احمد عرف دربار احمد (تاریخی نام سید
مظہر علی) ۲۱ ۔ ذی‌الحجہ ۱۳۲۹ھ (۱۳ ۔ دسمبر ۱۹۱۱ع) کو
پیدا ہوئے ۔ یہ بقیدِ حیات ہیں ۔ ۱۹۱۵ع میں جب منشی سید احمد

---

۱ ۔ تاریخ عقد ۱۳ ۔ فروری ۱۸۸۸ع ، انتقال ۶ ۔ دسمبر ۱۸۹۵ع ، مرض
دق ، مدفن عرب سرائے دہلی ۔

۲ ۔ ۱۷ ۔ اکتوبر ۱۸۸۳ع کو ۵½ برس کی عمر میں انتقال کیا ۔ منشی
سید احمد نے اپنا 'فسانۂ راحت' دلی کی بیگماتی زبان میں اسی مرحومہ
کی یاد میں لکھا تھا ۔

۳ ۔ پیدائش ۵ ۔ اکتوبر ۱۸۹۵ع ۔

حیات تھے تو 'فرہنگ آصفیہ' کی قدردانی اور سرپرستی کے سلسلے
میں عثمان علی خاں نظام دکن مرحوم نے باپ کے منصب کے علاوہ
دربار احمد کے لیے پچاس روپے ماہوار کلدار کا وظیفہ مقرر کیا تھا ۔
اسی طرح ۱۹۱٦ع میں ان کی بسم‌اللہ کی تقریب پر پانچ سو روپے
کلدار عنایت کیے تھے ۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ع میں دربار احمد
کراچی آ گئے تھے ۔ وظیفہٴ دکن مدت ہوئی ختم ہو گیا ہے ۔ آج کل
ذریعہٴ معاش سرکاری ملازمت ہے ۔ محکمہٴ پی ڈبلیو ڈی راولپنڈی
میں برسرِ روزگار ہیں ۔ دربار احمد کی شادی عزیزہ بیگم بنت سید
محمد حسن سجادہ نشین حضرت سید رسول نما دہلی سے ہوئی ۔ ان
کی سات لڑکیاں اور صرف ایک لڑکا ہے ۔ نہایت عسرت میں بھی بڑی
مستقل مزاجی سے زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ تیرہ برس ہونے کو آئے
ان کی والدہ حاتم زمانی بیگم بھی ۱۵- محرم ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۴ع)
کو بعالمِ ضعیفی اللہ کو پیاری ہوئیں ۔

منشی سید احمد کی زندگی کا سب سے بڑا اور زندۂ جاوید کارنامہ
ان کی مشہور لغت 'فرہنگ آصفیہ' ہے ۔ اس کی تالیف کی مفصّل
داستان ہم ترقیٴ اردو بورڈ کی مطبوعات میں 'رسومِ دہلی' کے صفحات
میں پیش کر چکے ہیں ۔ ہم ذیل میں منشی سید احمد کی ۷۲ سالہ زندگی
کی دماغی کاوشوں اور ادبی کارناموں کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا
کرتے ہیں :

پیدائش : ۱۸۴٦ع

زمانہٴ شیرخوارگی و کم سنی : ۸ سال ، ۱۸۴٦ع + ۸ = ۱۸۵۴ع

زمانہٴ تعلیم و تربیت اندازاً : ۱۰ سال ، ۱۸۵۴ + ۱۰ = ۱۸٦۴ع

آغازِ تالیف و تصنیف اور تحقیق
و تدوین لغت : ۳۰ سال ، ۱۸٦۴ + ۳۰ = ۱۸۹۴ع

مصطلحات ، سیّد اللغات ،

ارمغان دہلی اور فرہنگ آصفیہ
ان مختلف ناموں کے ساتھ
مختلف حصے مختلف انداز میں
رسائل اور چھوٹی تقطیع پر
شائع ہوئے : ۱۶سال، ۱۸۹۴+۱۶=۱۹۱۰ع
موجودہ صورت میں 'فرہنگ
آصفیہ' کی از سرِ نو ترتیب : ۸ سال، ۱۹۱۰+۸ =۱۹۱۸ع
(وفات)

زندگی کے اس گوشوارے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ۳۰ برس کا طویل زمانہ تالیف و تصنیفِ کتب اور لغت کی ترتیب و تدوینِ اول میں گزرا اور باقی ماندہ زندگی آتش زدگیِ خانہ کے بعد اس یادگار کو از سرِ نو زندگی بخشنے اور برقرار رکھنے کی جدو جہد میں تمام ہوئی۔

آخر میں ہم مولوی غلام یزدانی مرحوم، ناظم محکمۂ آثار قدیمہ حیدر آباد دکن (کہ ۱۲- نومبر ۱۹۶۲ع کو وہ بھی چل بسے) کی اس دلچسپ ملاقات کا تاریخی خاکہ یہاں قندِ مکرر کے طور پر درج کرتے ہیں جو کبھی ان کے اور منشی سید احمد کے درمیان ہوئی تھی۔ یہ خاکہ انھوں نے اپنے طویل مقالے 'پچاس برس پہلے کی دلی' مطبوعہ رسالہ 'ساقی' سالنامہ ۱۹۳۵ع میں یوں قلم بند فرمایا تھا:

''مولوی صاحب کا حلیہ اور عادت ڈاکٹر جانسن کی شکل و صورت اور خصائل سے ملتے جلتے تھے۔ دونوں کی بصارت کم، دونوں کا مٹاپے کی وجہ سے بے ہنگم جسم۔ مولوی سید احمد کی پلکیں بالکل جھڑ گئی تھیں اور برنیوں کی وجہ سے پپوٹوں کے کنارے بالکل سرخ رہتے تھے۔ پھر بھی مطابع اور تصحیح

کے کام میں مشغول رہتے تھے۔
ایک دفعہ میں کسی لفظ کے معنی کی تلاش میں ان کے گھر پہنچا۔ یہ اس زمانے میں ایک پتلی سی گلی میں رہتے تھے جو شاہ گنج اور گلی شاہ تارا کے درمیان واقع ہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ میں نے مکان پر جا کر کنڈی کھٹکھٹائی۔ مولوی صاحب باہر نکل آئے۔ ننگ دھڑنگ، صرف ایک میلا جانگیہ زیبِ تن تھا۔ میں نے اپنا مطلب عرض کیا۔ فرمایا ''ذرا ٹھہریے''۔ پھر گھر میں اندر گئے اور کُرتا پاجامہ پہن کر اور ایک کنجیوں کا گُچھا لے کر باہر آگئے اور مجھے ساتھ لے کر گلی شاہ تارا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک لیتھو پریس تھا اور مسودات بھی وہیں رہتے تھے۔ مولوی صاحب ایک ڈیسک نما میز پر بیٹھ گئے۔ بستے میں سے مسودہ نکالا، کچھ ورق گردانے، پھر کلاں نما آئینہ اور اپنی عینک دونوں کی مدد سے میرے پیش کردہ لفظ کے معانی اور محل بیان کرنے شروع کیے۔ میں کھڑا سنتا رہا اور یہ جب تک میری تشفی نہ ہوگئی، سمجھاتے رہے۔ کچھ راہ گیر بھی جمع ہوگئے، کیونکہ مطبع لبِ سڑک واقع تھا۔ اس کا نقشہ اصطبل کا سا تھا۔ مولوی صاحب ایک کاٹ کی کرسی پر بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے اور اطمینان اور فراغت کا یہ حال تھا کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے پروفیسروں کو اپنے مطالعے کے کمروں میں بھی اتنا ہی سکون حاصل ہوتا ہوگا۔
'فرہنگ آصفیہ' کی تالیف سے ان کو جو عزت اور شہرت حاصل ہوئی، وہ کسی نائب کمانڈر کو بھی حاصل نہ ہوگی۔ مولوی سید احمد شاعر بھی تھے۔ شملے پر ان کی نظم اردو کورس میں بھی شامل تھی۔ اس کا ٹیپ کا مصرع یہ تھا:

پسّو ہمیں ستاتے ہیں صاحب پہاڑ پر۔"

شاعری کی بات آ نکلی، ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ منشی سید احمد عرب سرائے دہلی میں مشاعروں کی محفلیں رچاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ خود بھی کہتے اور پڑھتے ہوں گے۔ بہ مشکل تمام راقم الحروف کو ان کی ایک غزل ہاتھ لگی ہے۔ یہ کیسی ہے آپ جانیں۔ ہمارا کام تو محض آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ ملاحظہ ہو:

غزل

ہوتا ہے برا ہائے یہ آزارِ محبت
بچتا ہی نہیں کوئی بھی بیمارِ محبت

کہتے ہیں برا ہوتا ہے آزارِ محبت
پوچھے کوئی ہم سے جو ہیں بیمارِ محبت

کترا کے نکل جاتے ہیں رستے میں بھی مل کر
کیوں ہم سے ہوا ہائے رے اظہارِ محبت

بس دیکھ لی عیسٰی یہ تری چارہ‌گری بھی
لے ہاتھ سے جاتا ہے وہ بیمارِ محبت

اس عشق کی عزت ہی نرالی ہے جہاں میں
جو طوق ملامت ہے وہی ہارِ محبت

ہے عقل یہ حیران کہ قابو کرے کیسے
رکتا ہی نہیں روکے سے رہوارِ محبت

سیّد کو کبھی جھوٹوں بھی تم منہ نہ لگانا
کر دے گا ابھی غیروں میں اظہارِ محبت

'مے کہنہ در جامِ نو' کے مصداق سید امتیاز علی صاحب تاج[1]

---

۱ - مرحوم اپریل ۱۹۷۰ع کو کسی شقی القلب کے خنجر کا شکار ہوئے۔

نے بھی مجلس ترقیٔ ادب لاہور کے سہ ماہی مجلہ 'صحیفہ'[1] کی اشاعت جنوری ۱۹۶۵ع میں ''کچھ مشاہیر کے بارے میں'' کے جلی عنوان کے تحت اپنے بچپن کی ایک دلچسپ اور پُر لطف یادداشت محفوظ کی ہے۔ یادداشت کا یہ خاکہ منشی سید احمد کی اس آخری شادی کے بارے میں ہے جو انھوں نے عالمِ ضعیفی میں نوجوان خاتون سے رچائی تھی :

''مولوی سید احمد دہلوی مصنف 'فرہنگِ آصفیہ' کو میں نے بچپن میں دیکھا تھا - ۱۸۹۸ع میں والدِ ماجد نے لاہور میں رفاہِ عام پریس قائم کیا تھا ۔ اس میں طباعت کا کام بہت نفاست اور سلیقے سے ہوتا تھا ۔ مولوی سید احمد صاحب سے ابّا جان کے تعلقات پرانے تھے - پریس بنا اور اس کے کام کی شہرت ہوئی تو اپنی 'فرہنگ آصفیہ' رفاہِ عام پریس میں چھپوانے کے لیے مولوی صاحب دہلی سے لاہور تشریف لائے۔ کام لمبا تھا جس کے لیے ایک عرصہ لاہور میں رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے پریس کے قریب ہی چیمبرلین روڈ پر حاجی قادر بخش کے احاطے میں ایک مکان ، جو سڑک کے کنارے پر تھا ، کرائے پر لے لیا ۔ 'فرہنگ آصفیہ' کی طباعت کے سلسلے میں مولوی صاحب کا پریس میں آنا جانا رہتا تھا۔ اسی زمانے میں میں نے ان کو دیکھا تھا ۔ قد درمیانہ سے کسی قدر دبتا ہوا ، جسم بھرا بھرا تھا ، بال سفید ہو چکے تھے لیکن چہرے پر چمک اور سرخی کی جھلک باقی تھی۔ آنکھوں سے پانی بہتا تھا ۔ چنانچہ ایک رومال پاس رکھتے تھے جس سے آنکھیں پونچھتے رہتے تھے ۔ عنابی رنگ کی نرم ترکی ٹوپی پہنتے تھے ۔کسی قدر لمبے کُرتے پر بِنڈی اور درمیانی مُہری

---

۱ - صحیفہ لاہور ، صفحہ ۶۷ ، ۶۸ - جنوری ۱۹۶۵ع -

کا پاجامہ ۔
مولوی صاحب نے ضعیفی میں نئی شادی کی تھی ۔ اس کے متعلق ابّا جان ایک لطیفہ اپنے بعض دوستوں کو سناتے تھے جو میرے کان میں بھی پڑ گیا اور اب تک بھولا نہیں ۔ ابّا جان فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی شادی کے بعد میں نے ان سے کہا کہ سنتا ہوں آپ نے نئی شادی کرلی ہے ؟ اول تو آپ کی یہ عمر شادی کی نہ تھی اور پھر سننے میں آ رہا ہے کہ آپ نے شادی کسی کم عمر خاتون سے کی ہے ؟ یہ آپ کے لیے مناسب نہ تھا ۔
مولوی سید احمد صاحب نے بہت شگفتگی سے جواب دیا :
''مولوی صاحب! آپ اس عمر کی شادی کا لطف کیا جانیں ۔ سسرال جا کر جب زنان خانے میں یاد کیا جاتا ہوں اور ڈیوڑھی میں پہنچ کر اندر سے آواز آتی ہے کہ پردہ کر لو ''لڑکا'' اندر آ رہا ہے ، تو بخدا سن کر چلوؤں خون بڑھ جاتا ہے ۔''
منشی سید احمد کا یہ جواب یقیناً حقیقت سے گریز تھا اور ناقابلِ تسلیم ہے ، مگر ذرا یہ تو دیکھیے کہ اس بوڑھے کے جواب میں کتنا دم خم ہے ۔ عالمِ ضعیفی میں بھی زندگی کے آثار باقی تھے ۔
انقلابِ زمانہ کے ہاتھوں جب مرحوم بزرگوں نے زندگی کی اعلیٰ اقدار اور یادگاروں کو پامال ہوتے اور مٹتے دیکھا تو انھوں نے اپنے دل کی بھڑاس اس طرح نکالی کہ اپنے موئے قلم سے صفحہ قرطاس پر مرقعے کھینچنے شروع کر دیے ۔ دور آخر کے ان مرقع نگاروں میں منشی سید احمد ، منشی فیض الدین ، محمد حسین آزاد ، ڈاکٹر نذیر احمد ، مرزا فرحت اللہ بیگ ، مولوی غلام یزدانی ، خواجہ حسن نظامی ، میر ناصر علی ، ناصر نذیر فراق ، آغا شاعر

قزلباش ، علامہ راشد الخیری ، مولوی احتشام الدین اور قاری
سرفراز حسین نے لال حویلی اور شہر دہلی کی جو تصویریں اپنے قلم
سے کھینچی ہیں ، حقیقت یہ ہے کہ وہ ناقابلِ فراموش ہیں ۔ گو یہ
نفوس آج ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کے نقوش ہمارے دلوں میں
ان کی یاد کو ہمیشہ ترو تازہ رکھیں گے ۔

دورِ حاضر کے اس قدیم موضوع پر لکھنےوالوں میں ُملا ّ واحدی،
فضل احمد شیدا ، وزیرحسن دہلوی ، پروفیسر احمدعلی ، شاہد احمد
دہلوی ، شان الحق حقی ، خواجہ محمد شفیع اور اشرف صبوحی صرف
چند دم باقی رہ گئے ہیں ۔ گو یہ سب بھی اب پا بہ رکاب ہیں ، لیکن
اس کشتِ سخن کی آبیاری اور اس کو لالہ زار بنانے میں ہمہ تن
مصروف ہیں ۔

احسان ناشناسی ہوگی اگر اس موقع پر مجلس ترقی ادب لاہور
کی ژرف نگاہی ، علم دوستی اور ادب نوازی کا تذکرہ نہ کیا جائے
جس کی بدولت آج ہمارا کلاسیکی ادب پروان چڑھ رہا ہے ۔ یکے بعد
دیگرے قدیم اور نایاب کتابیں از سرِ نو ترتیب پا کر منظرِ عام
پر آ رہی ہیں ۔ ان ہی شہ پاروں میں منشی سید احمد دہلوی مرحوم
کی یہ 'ہادی النساء' بھی ہے ۔

سید یوسف بخاری دہلوی

بیت یوسف
۵ - ۱۴ - کے - ۲
ناظم آباد ، کراچی

ابتدائیہ

(مطبوعہ طبع ششم)

یہ معروف بات ہے کہ چھوٹے بچوں کا ذہن بہت جلد اس طریقۂ تعلیم کی طرف کھنچتا ہے جس میں پرانی یادوں اور باتوں کو دہرایا گیا ہو ۔ اس کے برعکس جوں جوں آدمی بڑا ہوتا جاتا ہے ، ذہن بھی بلوغ اختیار کرتا جاتا ہے ۔ اس لیے ایسے اذہان کو زیادہ سنجیدہ اور معقول قسم کے موضوعات سے لگاؤ بڑھتا چلا جاتا ہے ۔

اب تک یہ رواج تھا کہ چیزیں بچوں کو رٹا دی جاتی تھیں اور اس کو لابدی سمجھا جاتا تھا ، مگر ہوتا یہ تھا کہ رٹنا بچوں کے ذہن پر برا اثر کرتا تھا اور اُن کے دماغ بوجھ سے دبے رہتے تھے اور یہ امر بچوں کے لیے ایک بڑا بار تھا ۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ ہماری مہربان حکومت نے اس امر پر بھی اپنی توجہ مبذول کی ہے اور اس خرابی کو رفع کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں ۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ تعلیمِ نسواں کی طرف توجہ کی جائے اور اس کے لیے معقول ذرائع اختیار کیے جائیں ۔

اس ضمن میں کئی بلندپایہ اہلِ قلم کی تصانیف مرتّب ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں ۔ مگر یہ تالیفات زیادہ تر اس نوعیت کی ہیں کہ صرف عمومی تعلیم کا احاطہ کرتی ہیں ۔ ان تحریروں میں عورتوں کی زبان ، اُن کے لب و لہجے اور بولی ٹھولی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ۔ بالخصوص وہ چیزیں جو خواتین اپنے باہمی

تخاطب اور بات چیت میں اختیار کرتی ہیں ۔ اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے ، بلکہ خاص اسی مقصد کے پیش نظر، اور اس خامی کے ازالے کی خاطر بھی ''مناظرۂ تقدیر و تدبیر'' اور ''جدید ہندوستانی لغت'' کے مؤلف کے قلم سے یہ رسالہ مرتّب ہوا ۔ مؤلف کو اس کی کاوشوں کے صلے میں یوپی و پنجاب کی حکومت اور حضور نظام کی سرکار نے انعامات سے نوازا ہے ۔ ان قدر شناسیوں کی بدولت بارہا اسے یہ تحریک ہوئی کہ اس رسالے کو پیش کرے جس میں بطرزِ خطوط اور جواباتِ خط اس نے ہندوستانی مسلمان عورتوں کی وہ زبان پیش کی ہے جس سے وہ اپنے طور پر آگاہ ہے ۔ یہ زبان ایسی ہے جو ہماری خواتین آپس ہیں استعمال کرتی ہیں ۔ مصنّف کو یہ احساس بھی ہے کہ اس کے اس کام پر ناک بھوں چڑھائی جائے گی ، اعتراض وارد ہوں گے اور کہا جائے گا (گو غلط سہی) کہ اس نے ایک ایسے میدان میں قدم رکھا ہے جس پر آج تک کسی نے چلنے کی سعی نہیں کی تھی ، اور یہ کہ اس نے ایک ایسے موضوع کو چھیڑا ہے جسے اپنی جگہ ہی رہنا چاہیے تھا ۔ ان باتوں کے احساس کے باوجود وہ طعن اور اعتراض سہنے کے لیے تیار ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس نوع کی تحریریں عورتوں میں فروغِ تعلیم کا سبب بنیں گی ۔

اس احساس کے پیشِ نظر وہ اپنی تصنیف کا ایک نسخہ بغرضِ ملاحظہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے ۔ مزید برآں مصنف اس امر کا بھی اعتراف و اظہار کرنا چاہتا ہے کہ اس نوعیت کے خطوط اور جوابات کو ضبطِ تحریر میں لانے کی تحریک میں ڈاکٹر ایس ۔ ڈبلیو ۔ فالن انسپکٹر مدارس صوبۂ بہار بھی پیش پیش رہے ہیں اور ان کی ہدایات اور راہ نمائی نے اس کام میں بڑی مدد دی ہے ۔ چنانچہ اس باب میں ان کی موقر رائے سرورق پر مندرج ہے ۔

اس کو پیش کرنا میرے لیے موجبِ فخر ہے۔ میرا یہ اقدام یہ سمجھ کر قابلِ درگزر سمجھا جائے گا کہ مصنف نے جو موضوع اختیار کیا ہے، وہ بالکل نیا، اچھوتا اور کُڈھب تھا۔ راقم الحروف آپ سے صرف اس بات کا خواستگار ہے کہ آپ اسے بنظرِ غور و تامل مطالعہ فرمائیں۔ اگر مستقبل میں ہندوستان میں تعلیمِ نسواں کی مساعی کے سلسلے میں یہ تحریر (خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو) کچھ بکارآمد ثابت ہوئی تو یہ امر موجبِ اطمینان ہوگا کہ اس ضمن میں جو کاوش و سعی کی گئی تھی اور جو وقت صرف ہوا تھا وہ رائگاں نہیں گیا۔ اس طرح مصنف کو اُمید اور اُمنگ کی نعمت میسر آئے گی اور کسی آئندہ موقعے پر اُس کے قلم سے اسی موضوع پر ایک رسالہ مرتّب ہو کر سامنے آئے گا جو اُمید ہے 'انشاے ہادی النساء' سے بھی بہتر و فائق ہوگا۔

منشی سید احمد دہلوی
مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ
ناظم ادارۂ تحقیق علم اللسان، دہلی

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ

(مسلمان مردوں اور عورتوں پر علم حاصل کرنا فرض ہے)

دیباچہ

(مطبوعہ طبع ششم)

اس کی خدائی کے قربان جائیے جس نے دور بیٹھے باتیں کرنے کا حوصلہ دیا۔ اس کی خداوندی کو برحق مانیے جس نے حاکموں

کو ہمارے اوپر مہربان کیا ۔ پہلے فقط مرد ہی پڑھ لکھ کر قابل ہو جاتے تھے ، عورتیں ان پڑھ اور پُھوہڑ رہا کرتی تھیں ۔ اگر کہیں سے کوئی خط پتر آتا تو بے چاریاں تجھ مجھ سے پڑھنے لکھنے کو کہا کرتی تھیں ۔ گھر کا بھرم کھلتا تھا ۔ بیسے کا پیسہ جاتا ، افشائے راز سے دل دکھتا ۔ اس پر بھی لکھنے پڑھنے والوں نے کوئی بات سنائی کوئی اڑائی ، کوئی لکھی کوئی بھلائی ۔ اگر دو بول بھی لکھوائے تو انہیں اس طرح لکھا کہ ان کی سمجھ میں نہ آئے ۔ ان کے دل کی سنی اپنے دل کی لکھی ۔ کہیں عربی کی چربی نکالی ، قابلیت دکھائی ۔ کہیں ہندی زبان دبائی ، فارسی کی ٹانگ آڑائی ۔ کہتے کہتے تھک گئیں مگر ہندی کی چندی لکھنی تھی نہ لکھی ۔ ان بے چاریوں کی دلی باتوں کا اثر خاک میں ملا دیا ، دھینگا دھینگی سے اپنا سکہ بٹھا دیا ۔ جس کل چاہا اس کل اٹھایا ، جس کل چاہا اس کل بٹھایا ۔ عورتوں کے لیے کتابیں بھی لکھیں تو جنّی زبان میں اور انشا بھی بنائی تو اپنے ہی دھیان میں ۔ کہیں شرع تورے کا پاس کیا ، کہیں ریت رسم کا وسواس کیا ۔ یہ کتاب چُھٹ کسی نے اتنی ہدایت نہیں کی کہ اری بیویو ! جو منہ سے نکالو اسی کا چربہ اتارو ۔ تمہیں کیا پڑی ہے جو شیطان کی آنت القاب یاد کرتی پھرو ۔ تمہاری جوتی کو کیا غرض ہے جو منشیوں مولویوں کے پیچھے اپنی اوقات برباد کرتی پھرو ۔

سنو ! جس تعظیم اور لقب سے تم اپنے بڑے بوڑھوں سے مخاطب ہو کر گفتگو کرتی ہو یا جس محبت اور پیار سے اپنے چھوٹوں سے بولتی چالتی ہو، وہی القاب ہیں ۔ اور جن الفاظ سے تم اپنے بزرگوں کے آگے سر جھکاتی یا اپنے چھوٹوں کو دعا دیتی ہو، وہی تمہارے آداب ۔ تم اس بکھیڑے میں نہ پڑو کہ جب تک ہمیں مردوں کے سے القاب و آداب یاد نہ ہو جائیں ہم کیا خط لکھیں اور کیونکر

قلم اُٹھائیں ۔ اس پیروی سے تمھاری باتوں کا اثر ، تمھاری ذاتی لیاقت کا ہنر خاک میں مل جاتا ہے اور وہ خط مردانہ ہو جاتا ہے ۔ کیا تمھارے بول انمول نہیں ہیں جو تم اُن پر خاک ڈالتی ہو ؟ کیا تمھاری بہنیں اس جنس کی خریدار نہیں ہوتیں جو تم اسے اپنے سر سے ٹالتی ہو ؟ کیا تمھاری زبان روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو رلانے کی قابلیت نہیں رکھتی ؟ کیا تم اپنے انھی الفاظ سے زبروں کو شیر اور شیروں کو زیر نہیں بنا سکتیں ؟ کیا تم چاہو تو اپنے احدی بچوں کو چالاک اور ڈرپوکوں کو نڈر نہ بنا لو ؟ سو بات کی بات تو یہ ہے کہ سب اپنی اپنی کہتے تھے ، تمھارے دل کی سی کوئی نہ کہتا تھا ۔ اب اب کر کے سرکار کی طرف سے عورتوں کے لیے مدرسے بھی بنے ، اُستانیاں بھی رکھی گئیں اور اچھی اچھی کتابیں بھی تیار ہوئیں ۔

انصاف سے پوچھو تو خدا تعالیٰ نے کسی خاص فرقے پر کوئی بات موقوف نہیں رکھی ۔ انسان انسان سب ایک ہیں ۔ ان میں مرد ہوں تو اور عورتیں ہو تو ۔ حبش میں ایک ملک ایسا ہے کہ وہاں عورتوں ہی کی فوج اور عورتوں ہی کا انتظام ہے ۔ لڑائی پر یہ چڑھتی ہیں ، چور یہ پکڑتی ہیں ، جس طرح مرد بہادری کے تمغے پاتے ہیں اسی طرح یہ حاصل کرتی ہیں ۔ یورپ ، امریکہ اور ہند میں بھی ڈاک خانوں اور اسپتالوں میں اکثر عورتیں بھرتی ہو جاتی ہیں بلکہ اب تو اخباروں کی نامہ نگاری بھی کرنے لگی ہیں ۔

چونکہ اب تک کوئی ایسی انشاء نہیں بنی تھی جس میں روز روز کام پڑنے کی باتیں ، خاص عورتوں کی بول چال میں اس طرح لکھی گئی ہوں جس طرح وہ آپس میں بولتی چالتی اور بے تکلفانہ گفتگو کرتی ہیں ، یعنی اگر بھولے بھالے بچے ہیں تو اُن کی باتوں

سے بھول پن برستا ہو اور جو بڑے بوڑھے ہیں تو اُن کے الفاظ سے بڑپّن ٹپکتا ہو۔ برابر والیوں سے آپس کی بے تکلفی ، نوکروں سے اُن کی خدمت گذاری اور خیر خواہی پائی جاتی ہو ۔ خوشی میں خوشی کا اور غم میں غم کا سماں بندھے ۔ جو پڑھے اس کا دل لگے ادھر خط دیکھا اُدھر جواب پر نظر پڑی ، جو بات ایک عمر میں آتی چار دن میں آ گئی ۔

اس لیے میں نے ۱۸۷۵ع میں جناب ڈاکٹر فالن صاحب بہادر انسپکٹر مدارس صوبۂ بہار کے فرمانے سے یہ کتاب 'انشائے ہادی النساء' انھی خوبیوں کے ساتھ لکھی کہ کتاب کی کتاب ، سہیلی کی سہیلی ، انشاء کی انشاء ، ہنیلی کی ہنیلی ۔ خدا تعالیٰ کی عنایت سے ایسی مقبولِ عام ہوئی کہ اب چھٹی دفعہ از سرِ نو ترمیم و اضافہ کر کے چھاپنے کی نوبت پہنچی ۔ اس فن کی تکمیل کے واسطے دوسرا حصہ[1] بھی لکھ کر چھاپنا پڑا ۔ 'ہادی النساء' وہ سہیلی ہے جو کھانے کو مانگے اور نہ روٹھنے کو چاہے ۔ ہنسنے میں بھی شریک اور رونے میں بھی شریک ۔ غرض تنہائی کی بٹانے والی اور ہر حال میں دل کی بہلانے والی ہے ۔ اس کی عبارت پڑھنے کا وہی ڈھنگ ہے جو باتیں کرنے کا ہوتا ہے ۔

اس کتاب میں چار فصلیں ہیں ۔ پہلی فصل میں بڑی بوڑھیوں کے نام خط اور اُن کے جواب ہیں ۔ اس میں دو ایک خط میاں بیوی کے بھی ہیں ۔ دوسری میں بہنوں بہنوں کے خط اور اُن کے جواب ۔ تیسری میں برابر والیوں کے نام خط اور اُن کے جواب ۔ چوتھی میں انّا ، چُھو چُھو ، ماما، اصیل وغیرہ کے نام خط اور اُن کے جواب ۔ پانچویں میں رشتے دار مردوں کے نام خط اور

---

۱ ۔ مراد تحریر النساء ۔ مرتّب ۔

بعض کے جواب ہیں ۔ نفس کتاب میں کچھ کمی نہیں ہوئی بلکہ بعض خط اور عمدہ عمدہ ذکر مع نظم مفید بڑھا دیے ہیں ۔ البتہ جب فرہنگ ہر ایک فصل کے بعد علیحدہ لکھی ہوئی تھی ، اب صرف مشکل الفاظ کے معنے نیچے کے حاشیے میں لکھ دیے ہیں تاکہ ڈھونڈنے میں دقّت نہ پڑے اور پاس کے پاس ایک رہبر موجود ہو ۔ گو ان کی بھی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ اکثر مرد ان الفاظ کے نہ سمجھنے کے باعث انشاء کا پورا پورا لطف نہیں اٹھا سکتے تھے اور ہمیں خط لکھ لکھ کر معانی دریافت کرتے تھے ، اس سبب سے یہ تدبیر مناسب جانی ۔ فقط

سید احمد دہلوی
مؤلف فرہنگ آصفیہ
کوچہ پنڈت ، دہلی

دیباچہ

(طبع دوم)

بیویو ! سنتی ہو ! جس تعظیم اور لقب سے تم اپنے بڑے بوڑھوں سے مخاطب ہو کر گفتگو کرتی ہو یا جس محبت اور پیار سے اپنے چھوٹوں سے بولتی ہو وہی تمھارے القاب ہیں ، اور جن الفاظ سے تم اپنے بزرگوں کے آگے سر جھکاتی یا اپنے چھوٹوں کو دعا دیتی ہو وہی تمھارے آداب ۔ تم کبھی اس بکھیڑے میں نہ پڑو کہ جب تک ہمیں مردوں کے سے القاب و آداب یاد نہ ہو جائیں ہم کیا خط لکھیں اور کیوں کر قلم اٹھائیں ۔ اس پیروی سے تمھاری باتوں کا اثر ، تمھاری ذاتی لیاقت کا ہنر خاک میں مل

جاتا ہے ، اور وہ خط مردانہ ہو جاتا ہے ۔ کیا تمھارے بول انمول نہیں ہیں جو تم اُن پر خاک ڈالتی ہو ؟ کیا تمھاری زبان کے قدردان دنیا کے پردے سے اُٹھ گئے جو تم اس جنس کو اپنے سر سے ٹالتی ہو ؟ کیا تمھاری زبان روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو رلانے کی قابلیت نہیں رکھتی ؟ کیا تم اپنے انھی الفاظ سے زیروں کو شیر اور شیروں کو زیر نہیں بنا سکتیں ؟ کیا تم چاہو تو اپنے احدی بچوں کو چالاک اور ڈرپوکوں کو نڈر نہ بنا لو؟ انصاف سے پوچھو تو خدا تعالی نے کسی خاص فرقے پر کوئی بات موقوف نہیں رکھی ۔ انسان انسان سب ایک ہیں ۔ حبش میں ایک ملک ایسا ہے کہ وہاں عورتوں ہی کی فوج اور عورتوں ہی کا انتظام ہے ۔ لڑائی پر یہ چڑھتی ہیں ، چور یہ پکڑتی ہیں ۔ جس طرح مرد بہادری کے تمغے پاتے ہیں اسی طرح یہ پاتی ہیں ۔ یورپ اور امریکہ میں بھی ڈاک خانوں اور اسپتالوں میں اکثر عورتیں بھرتی ہو جاتی ہیں ۔ بلکہ اب تو اخباروں کی نامہ نگاری بھی کرنے لگی ہیں ۔ غرض پروردگار عالم کے نزدیک سب یکساں ہیں ۔ جو کام انسان کے ہیں وہ ہر ایک انسان سے ہو سکتے ہیں ۔

چونکہ ابھی تک کوئی ایسی انشا نہیں بنی تھی جس میں روز روز کام پڑنے کی باتیں خاص عورتوں کی بول چال میں اس طرح لکھی گئی ہوں جس طرح وہ آپس میں بولتی چالتی اور بے تکلفانہ گفتگو کرتی ہیں ؛ یعنی اگر بھولے بھالے بچے ہیں تو اُن کی باتوں سے بھول پن برستا ہو اور جو بڑے بوڑھے ہیں تو اُن کے الفاظ سے بڑپّن نکلتا ہو ۔ برابر والیوں سے آپس کی بے تکلفی ، نوکروں سے اُن کی خدمت گزاری اور خیر خواہی پائی جاتی ہو ۔ خوشی میں خوشی کا اور غم میں غم کا سماں بندھے ، جو پڑھے اُس کا دل لگے ۔ ادھر خط دیکھا اُدھر جواب پر نظر پڑی ، جو بات ایک عمر میں

آتی چار دن میں آ گئی ۔ اس لیے میں نے ۱۸۷۵ع میں ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر انسپکٹر مدارس صوبۂ بہار کے فرمانے سے یہ کتاب 'انشاے ہادی النساء' انھی خوبیوں کے ساتھ لکھی کہ کتاب کی کتاب ، سہیلی کی سہیلی ، انشا کی انشا ، پہیلی کی پہیلی ۔ خدا تعالیٰ کی عنایت سے ایسی مقبول عام ہوئی کہ اب دوبارہ ترمیم کر کے چھاپنے کی نوبت پہنچی اور اس فن کی تکمیل کے واسطے دوسرا[1] حصہ بھی لکھ کر چھاپنا پڑا ۔

'ہادی النساء' وہ سہیلی ہے جو کھانے کو مانگے اور نہ روٹھنے کو جانے ۔ ہنسنے میں بھی شریک اور رونے میں بھی شریک ۔ غرض تنہائی کی ہٹانے والی اور ہر حال میں دل کی بہلانے والی ہے ۔ اس کی عبارت پڑھنے کا وہی ڈھنگ ہے جو باتیں کرنے کا ہوتا ہے ۔

اس کتاب کی چار فصلیں ہیں ۔ پہلی فصل میں بڑی بوڑھیوں کے نام خط مع جواب کے ہیں ۔ (اس میں دو ایک خط میاں بیوی کے بھی ہیں) ۔ دوسری میں بہنوں بہنوں کے خط اور اُن کے جواب ۔ تیسری میں برابر والیوں کے نام خط اور اُن کے جواب ۔ چوتھی میں انّا ، پُھوپُھو ، ماما ، اصیل وغیرہ کے نام خط اور اُن کے جواب ۔ نفسِ کتاب میں کچھ کمی نہیں ہوئی بلکہ بعض خط اور عمدہ عمدہ ذکر بڑھائے گئے ہیں ۔ البتہ جب فرہنگ ہر ایک فصل کے بعد علیحدہ لکھی ہوئی تھی ، اب صرف مشکل الفاظ کے معنی نیچے حاشیے میں لکھ دیے ہیں تاکہ ڈھونڈنے کی دقّت نہ ہو اور پاس کے پاس ایک رہبر موجود ہو ۔ گو ان کی بھی ضرورت نہ تھی ، مگر چونکہ اکثر مرد ان الفاظ کے نہ سمجھنے کے باعث انشا کا پورا پورا

---

۱ ۔ مراد تحریر النساء ۔ مرتّب ۔

لطف نہیں اٹھا سکتے تھے اس سبب سے یہ تدبیر کی گئی۔ فقط !

سید احمد دہلوی

سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ ایجوکیشنل پریس لاہور

دیباچہ
(طبع سوم)

ہمارا خیال جو اس انشاء کی تصنیف کے وقت تھا ، وہ بالکل صحیح نکلا کہ اگر مستورات کی زبان میں اور ان کے خیالات اور انھی کے القاب و آداب کے مطابق کتاب لکھی جائے تو اسے وہ زیادہ شوق سے پڑھیں گی ۔ چنانچہ واقعی اس کتاب کو بڑے شوق سے پڑھا گیا اور باوجودیکہ 'فرہنگ آصفیہ' کی تالیف نے اجازت نہ دی ، مگر پھر بھی اسے تیسری مرتبہ چھپوانا پڑا ۔

کنواری بالی لڑکیوں نے اسے گڑیوں کے کھیل کی طرح عزیز رکھا ۔ بیاہی تھیائی بہو بیٹیوں نے اسے اپنے دل کا بہلاوا اور آنکھوں کا تارا جانا ۔ چند روز تک اشاعت کے رک جانے سے شائقین انشا کے خطوں کی وہ بھرمار ہوئی کہ میں جواب لکھتا لکھتا عاجز آ گیا ۔ اب برادر عزیز القدر مولوی سید ممتاز علی کی خواہش کے مطابق یہ کتاب بہت سی ترمیم و تبدیل کے بعد شائع کی جاتی ہے ۔ کچھ خطوط اور پہیلیاں اور کہاوتیں اس میں زیادہ کر دی گئی ہیں ۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ 'تحریر النساء' کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے ۔ غرض کہ یہ کتاب پہلی کتاب سے بہت مختلف اور بہت بڑی اور بہت صحیح ہے ۔ یقین ہے کہ لڑکیاں اسے بہت شوق اور رغبت سے پڑھیں گی اور خوش ہوں گی ۔

المرقوم ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ — راقم

مقام لاہور — سید احمد

دیباچۂ مطبع

(طبع چہارم ۱۹۰۵)

پچیس برس سے زیادہ گزرنے کو آئے کہ برادر معظم منشی سید احمد صاحب دہلوی نے دو کتابیں 'انشاے ہادی النساء' اور 'تحریرالنساء' لڑکیوں کے فائدے کے واسطے لکھی تھیں۔ چونکہ یہ کتابیں اپنے ڈھنگ میں بالکل نرالی اور انوکھی تھیں، تھوڑے سے دنوں میں ہی مصنّف کو یہ کتابیں دو مرتبہ چھاپنی پڑیں۔ یہ کتابیں ایسی ہاتھوں ہاتھ بکیں کہ تھوڑے عرصے کے بعد مصنف کے پاس نمونے تک کے لیے کوئی کتاب باقی نہ رہی۔ تب راقم آثم نے کہ جسے ہر وقت لڑکیوں کی بھلائی پیشِ نظر ہے، برادرِ معظم کی نگرانی میں اس کتاب کو بہت سی تبدیل و ترمیم کے بعد نہایت صحت کے ساتھ از سرِ نو مرتّب کیا اور بعضے بعضے موقعوں پر مصنّف موصوف سے مناسب مناسب ایزادی کرا کر تیسری مرتبہ چھاپا۔

میں اپنے برادرِ معظم کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری اس محنت و شوق کی قدردانی صرف زبانی داد ہی سے نہیں کی بلکہ اپنی بزرگانہ خوشنودی کا اظہار اس طرح فرمایا کہ یہ کتاب ہمیشہ کے لیے بطورِ نشانِ محبت مجھے عنایت فرمائی۔ اور میں نے اس مہربانی کی شکر گزاری میں ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں حینِ حیات مصنّف تک جب کبھی اس کتاب کو چھاپوں گا، اس میں سے بیس فی‌صدی کتابیں مصنّف کو نذر کروں گا کہ وہ بنظر رفاہِ عام اپنے احباب یا غریب بہنوں میں مفت تقسیم کریں۔ خدا کے فضل سے یہ ایڈیشن بھی نہایت جلد فروخت ہوئی اور اب طبع

چہارم کی باری آئی -

یہ کتاب ظاہر میں صرف ایک انشا یا خطوط کی کتاب ہے، لیکن در حقیقت وہ بڑی قدر و قیمت کی چیز ہے - اس کتاب سے عورتوں کے خانہ داری کے کل معاملات، ان کے دلی مطالب و خیالات، روزمرہ کے برتاؤ اور باہمی معاملات، طعنے مہنے اور رسم و رواج، بچوں کے کھلانے کے ڈھنگ، کہاوتیں، پہیلیاں غرض ہندوستانی زنانہ زندگی کا ہر پہلو بخوبی ظاہر ہوتا ہے - مجھے امید ہے کہ ہمارے ملک کے امرا و شرفا کی بہو بیٹیوں کو یہ کتاب بہت بھائے گی اور ہندوستان کی ہر محل سرا سے مطبع رفاہِ عام لاہور میں اس کی مانگ آئے گی -

راقم آثم
سید ممتاز علی
از لاہور

مطبع رفاہ عام کی رائے

(مطبوعہ طبع ششم)

پچیس برس سے زیادہ گزرنے کو آئے کہ برادرِ معظّم منشی سید احمد صاحب دہلوی نے دو کتابیں 'انشائے ہادی النساء' اور 'تحریر النساء'، لڑکیوں کے فائدے کے واسطے لکھی تھیں - چونکہ یہ کتابیں اپنے ڈھنگ میں بالکل نرالی اور انوکھی تھیں، تھوڑے سے دنوں میں ہی مصنّف کو کئی مرتبہ چھاپنی پڑیں - وہ ایسی ہاتھوں ہاتھ بکیں کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد مصنّف کے پاس نمونے تک کے لیے کوئی کتاب باقی نہیں رہی - تب راقم آثم نے کہ جسے ہر وقت لڑکیوں کی بھلائی پیشِ نظر ہے، برادر معظم

کی اجازت سے چوتھی مرتبہ چھاپی اور اب چھٹے (چھٹی) مرتبہ برادر
موصوف نے میری خوشی کے ساتھ از سرِ نو ترمیم و افزونی رقعات
نیز بایزاد نظم مفید، و شوق انگیز خود چھاپنے کا انتظام کیا ۔

یہ کتاب ظاہر میں صرف انشا یا خطوط نویسی کی کتاب ہے
لیکن در حقیقت وہ بڑی قدر و قیمت کی چیز ہے ۔ اس کتاب سے
عورتوں کے خانہ داری کے کل معاملات ، اُن کے دلی مطالب و
خیالات ، روزمرہ کے برتاؤ اور باہمی معاملات ، ملنے جلنے اور
رسم و رواج ، بچوں کے کھلانے کے ڈھنگ ، کہاوتیں ، پہیلیاں
غرض ہندوستانی زنانہ زندگی کا ہر پہلو بخوبی ظاہر ہوتا ہے ۔

مجھے اُمید ہے کہ ہمارے ملک کے اُمرا و شرفا کی بہو بیٹیوں
کو یہ کتاب بہت بھائے گی اور ہندوستان کی ہر محل سرا سے اس
کی مانگ آئے گی ۔

دفتر 'فرہنگ آصفیہ' کوچہ پنڈت دہلی سے منگوانی چاہیے ۔

راقم آثم
سید ممتاز علی
مالک اخبار تہذیبِ نسواں

دیباچہ

(طبع ششم)

ہمارا خیال جو اس انشا کی تصنیف کے وقت تھا وہ بالکل
صحیح نکلا کہ اگر مستورات کی زبان میں اور اُن کے خیالات
اور انھی کے القاب و آداب کے مطابق کتاب لکھی جائے تو اسے
وہ زیادہ شوق سے پڑھیں گی ۔ چنانچی واقعی اس کتاب کو بڑے
شوق سے پڑھا گیا ۔

باوجودیکہ 'فرہنگ آصفیہ' کی تالیف نے مہلت نہ دی مگر پھر بھی اسے چھٹے (چھٹی) مرتبہ چھپوانا پڑا ۔ کواری بالی لڑکیوں نے اسے گڑیوں کے کھیل کی طرح عزیز رکھا ، بیاہی تھیائی بہو بیٹیوں نے اسے اپنے دل کا بہلاوا اور آنکھوں کا تارا جانا ۔ چند روز تک اشاعت رک جانے سے شائقینِ انشا کے خطوں کی وہ بھرمار ہوئی کہ میں جواب لکھتا لکھتا عاجز آگیا ۔ آخر کار برادر عزیز محترم مولوی سید ممتاز علی کی خواہش کے مطابق یہ کتاب بہت سی ترمیم و تبدیل کے بعد شائع کی ۔ کچھ خطوط ، پہیلیاں اور کہاوتیں اس میں بڑھا دی گئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ 'تحریر النساء' کو بھی اس میں شامل کر دیا ، اور اب نظم اور کچھ رقعے اور بھی بڑھائے ۔ غرض کہ یہ کتاب پہلی کتاب سے بہت مختلف اور بہت بڑی اور بہت صحیح ہے ۔ یقین ہے کہ لڑکیاں نہایت شوق اور رغبت سے پڑھیں گی اور خوش ہوں گی ۔

جب برادر موصوف نے انشائے مذکور کی طلبی پر مجھے ۱۲ اگست ۱۹۰۸ع کے خط میں تحریر فرمایا کہ 'ہادی النساء' عرصے سے ختم ہو چکی ہے ، پھر نہیں چھاپی گئی ۔ اگر کوئی صاحب اجازت چاہتے ہیں تو آپ اجازت دے دیں ۔ مجھے بھی ضرورت ہوئی تو اُن سے لے لوں گا ۔ پس ہرجِ تعلیم گوارا نہ کر کے میں نے خود ہی چھاپنے کا انتظام کیا ، کیونکہ جس دوست نے پورا چھاپ دینے کا وعدہ کیا تھا اُس نے بھی دو برس کے قریب ضائع کر دیے اور ٹکسٹ بک کمیٹی لاہور سے وعدہ خلاف کرایا ۔ لیکن اس صورت میں بھی کتاب کو فائدہ پہنچا کہ اُس میں مفید مفید خط اور بھی بڑھ گئے اور اب نہایت ہی دلچسپ ہوگئی ۔ فقط

سید احمد دہلوی

پہلی فصل

بڑی بوڑھیوں کے نام خط اور ان کے جواب

(۱)

اچھی دادی جان !

تمھارے قربان ، یہ تو کہو تم نے اب کی عید میں میرے واسطے کیا کیا بنایا ہے جو بی آپا ایک ایک سے کہتی پھرتی ہیں کہ ''صاحب! چاہیتی پوتی کے لیے تو جھمجھاتے گوٹے کناری کے کپڑے ، گھونگروؤں کی ٹاٹ بافی جوتی ، ہاتھوں کے کنگن ، پاوؤں کے لچھے بنوائے گئے ہیں'' ۔ جب میں نے کہا ''اور بی ! تمھارے واسطے؟'' تو بولیں ''بُوا ! ہم سار کے غریبوں کو کون پوچھتا ہے'' ۔ بھلا دادی جان ! اس میں جلنے کی کیا بات تھی ، چھوٹوں کو تو سبھی چاہا کرتے ہیں ، انھیں اتنی بڑی بیوی کو کون پیار کرے ۔ تم دیکھنا جب میں لال لال کپڑے اور گہنا پہن کر چھم چھم کرتی ہوئی عید کے آداب کو آؤں گی اور ڈھیر سے عیدی کے روپے لے کر جاؤں گی تو کتنا انگاروں پر لوٹیں گی ۔ فقط

اصغری خانم

(۲)

[جواب خط نمبر ۱]

بیٹا اصغری !

تم جتنی چھوٹی ہو اتنی ہی کھوٹی ہو ۔ تمھاری حرفت کو میں ہی خوب جانتی ہوں ۔ تمھیں منہ کیا لگایا کہ تم سر ہی پر چڑھ گئیں ۔ کیوں بی ! تم میری بڑی پوتی کو مجھ سے لڑوانا چاہتی ہو ؟ نا بُوا ! مجھے دونوں آنکھیں برابر ہیں ۔ جو تمھیں دوں گی ، انھیں

پہلے دوں گی ۔ تم اپنے جلے پھپھولے نہ پھوڑو ، اور آگے پیچھے بڑی بہن کے حق میں ایسے سخت کلمے نہ بولو ، نہیں تو تم ہی جانو گی ۔ ہا ! تم کیسی اشراف زادی ہو ، آپا کا درجہ ماں سے کم سمجھتی ہو ؟ لو اللہ حافظ !

(۳)

دادی اماں !

تمھیں خبر بھی ہے ؟ بی آپا آئے دن میرا کلیجہ گودا کرتی ہیں ۔ سو دشمنوں کی ایک دشمن ہیں ۔ چھری کو پائیں تو مجھ کو نہ پائیں ۔ کبھی تو اماں کو لگا دیتی ہیں کہ اماں جان ! اس کا سینے پر[1] دیدہ نہیں ٹکتا ، کبھی استانی جی کو سنکار دیتی ہیں کہ دیکھو آتو جی ! کتاب کھلی رکھی ہے ، شیطان پڑھ رہا ہے ، بجی ہے کہ سارے گھر کے جالے لیتی پھرتی ہے ۔ ادھر سے اماں مارتی ہیں ، ادھر سے استانی جی گھرکتی ہیں ۔ مجھ کم بخت کی بیٹھے بٹھائے شامت آ جاتی ہے ۔ میرا تو ان کے ہاتھوں (سے) ناک میں دم ہے ، اور آپ انھی کوتکوں پر ان کا ادب کرنے کو کہتی ہیں ۔ خیر تمھارا کہنا سر آنکھوں پر ، مجھے اس میں بھی انکار نہیں مگر ذرا انھیں بھی سمجھا دینا ۔ لیجیئے آداب

(۴)

[جواب خط نمبر ۳]

میری جان ! تیرا اللہ نگہبان !

دیکھ تو بیوی ! بیٹیاں یوں اپنے بڑوں کا کہنا مانا کرتی ہیں ۔

---

۱ ۔ طبع چہارم صفحہ ۹ : پر ذرا ۔

شابش شابش (شاباش شاباش) ۔ اے لے ، اس خوشی میں تیری گڑیا کے بیاہ کے واسطے پانچ روپے بھیجتی ہوں ۔ جس دن چھٹی ہو اس کا کھانا پکا کر چار لڑکیوں کو لے بیٹھیو ۔

(۵)

نانی اماں !

میرا آداب لو اور جو جو چیزیں میں مانگتی ہوں ، اُنھیں بھیج دو ۔ تم جانتی ہو کہ مجھے اپنے ننھے بھائی سے آت گت محبت ہے ۔ دن بھر گودی میں[1] چڑھائے چڑھائے پھرتی ہوں ، پر اُس کے کھلانے کی باتیں نہیں جانتی ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن تم بڑی آپا کے بیٹے کو پیارے پیارے بولوں سے کھلا رہی تھیں اور وہ خوش ہو ہو کر کلکاریاں مار رہا تھا ۔ کیا اچھی بات ہو جو تم مجھ کو بھی وہی باتیں لکھ کر بھیج دو ۔ لو خدا حافظ !

(٦)

[جواب خط نمبر ۵]

میری سُگھڑ بنّو !

تیرے ہاتھ کا لکھا دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا ۔ بھلا جس کی ایسی دست و قلم پیاری نواسی ہو اُس سے کسی چیز کا کہوں کر دریغ کروں ۔ بیٹی ! جو مجھے دو چار بول یاد ہیں ، تیرے اوپر سے صدقے اور قربان ہیں ۔ تیرے ماموں کی انّا جس طرح بچوں کو بہلایا کرتی تھی ، وہی باتیں مجھے یاد ہوگئی تھیں ، سو بھیجے دیتی ہوں ۔

---

۱ - طبع چہارم صفحہ ۷ : ہو -

بچے کھلانے کے فقرے

۱ - میاں آوے دوروں سے ، گھوڑے باندھوں کھجوروں سے ۔
۲ - میاں آوے کیونکر جانیے ، گھوڑے کی ٹاپ پہچانیے ۔
۳ - میاں آوے دوڑ کے ، دشمن کی چھاتی توڑ کے ۔
۴ - میاں کو لاؤ ری مائی ، کھلاؤ دودھ ملائی ۔
۵ - میاں آوے علی علی ، پھول بکھیروں گلی گلی ۔
۶ - جگ جگ جگ جیا کرو ، دودھ ملیدہ پیا کرو ۔
۷ - میاں کو لا رے ہیرا ، باجے گا تال مجیرا ۔
۸ - کِن مارا کِن کٹوٹا ، میرے راے چمپے کا بوٹا ۔
۹ - چھم چھم کرتی آئی ری چڑیا، میرے ننھے کا منگنا لائی ری چڑیا ۔
۱۰ - چھی چھی چھی کوا کھائے ، دودا بھاتی[1] ننھا کھائے ۔
۱۱ - آ بنّے کچھ دوں گی ، تیرے مکھڑے کی بینّی لوں گی ، تجھے لال سی بنّو دوں گی ، پھندنا سا بچہ لوں گی ۔
۱۲ - دنگ دنگ نا کرو ، میاں کا منگنا کرو ، میاں کے ساسرے چلو ، میٹھے میٹھے چوبے کھاؤ ، میٹھا میٹھا شربت پیو ۔
۱۳ - چندا ماموں دور کے ، بڑے پکاویں بور کے ، آپ کھاویں تھالی میں ، ہم کو دیویں پیالی میں ، پیالی گئی ٹوٹ ، چنداں ماموں گئے روٹھ ، پیالی آئی اور ، چندا ماموں آئے دوڑ ۔

لو کیا یاد کرو گی ، بیٹیوں کے کھلانے کی بھی دو باتیں لکھے دیتی ہوں ، انھیں بھی دھیان میں رکھنا ۔

---

۱ طبع چہارم ، صفحہ ۸ : بھاتا ۔

۱ - بیوی ری ُتو بائی ، چنگے دن آئی ، جئیں تیرے باپ اور بھائی ۔
۲ - بیوی بیٹیاں چھپر کھٹ میں لیٹیاں ، مارے مغروری کے جواب نہ دیتیاں ۔
۳ - اکھّو مکھّو میری بیوی کو اللہ رکھو ۔

(۷)

اماں بی !

تم نے تو آپا جان کے ہاں اچھی چھاونی چھائی ۔ اللہ ، کسی ڈھب وہاں سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا ۔ اچھی! کیا مجھ کمبخت کی محبت اڑ گئی ، اچھی! کیا اب میں وہ بیٹی نہیں رہی ، اچھی! میں پوچھتی ہوں اب تمھیں میرے بن کیوں کر کل پڑنے لگی ۔ دیکھو بی ! میرا تو اب بھی یہ حال ہے کہ جب منہ اندھیرے اٹھتی ہوں تو آداب کے واسطے کونے کونے ڈھونڈتی پھرتی ہوں ، پر تم یہاں ہو تو پاؤ ، میری صورت دیکھو ، اپنی دکھاؤ ۔ وہ تو میں ہی دیوانی باولی ہوں جو روز آیا ہوا جانتی ہوں ۔ جب رستہ دیکھتے دیکھتے دم الٹ جاتا ہے تو اللہ میاں سے دعائیں مانگتی ہوں کہ الٰہی ! تو اپنی خدائی کا صدقہ میری اماں کو جلدی سے بلا دے ۔ تیرے نام کی دو کوڑیاں دوں گی ۔ جانے اُن کے دشمنوں کی جان کیسی ہوگی جو اب تک کوئی پرزہ سار کا نہیں لکھا ۔ دیکھو بی اماں ! میں کہے دیتی ہوں ، تمھیں میری جان کی قسم ! آؤ آؤ ، مجھ سے تمھارے گھر کے پیچھے اپنا لکھنا پڑھنا خاک نہیں ہوتا ۔ پھر تم جھنجھلاؤ تو میں نہ جانوں ۔

(۸)

[جواب خط نمبر ۷]

میری بنگالے کی مینا !

تیرا منہ سے بولتا خط آیا ، کلیجا ٹھنڈا ہوا ، چھاتی سے لگایا۔ کئی دن سے تیری طرف دھیان لگا ہوا تھا ۔ میں یہاں تھی ، جی وہاں پڑا تھا ۔ بیٹی ! اب میں آئی کی آئی ہوں ۔ تیری بہن چھٹی نہائی اور میں آئی ۔ مجھے خود خیال ہے کہ میری صغرا کا جی گھبراتا ہوگا ۔ بیٹا ! جہاں تم نے اتنے دن صبر کیا وہاں دو دن اور بھی جھیل لو ۔ میں نے اپنی بیٹی کے واسطے ڈھیر سے گوند مکھانے اور سٹھورا رکھ چھوڑا ہے ۔ جب آؤں گی تو اور بھی بہت سی چیزیں خرید کر لاؤں گی ۔ اپنی استانی کو میری طرف سے پوچھ دینا ، اور کہنا کہ جب تک میں آؤں میری صغرا کو گھبرانے نہ دینا ۔ سات برس کی بساط ہی کیا ہوتی ہے ، سارا گھر اسی پر نہ چھوڑ دیں ۔

(۹)

اماں جان !

ہا ! مجھے یہ امید نہ تھی کہ تمھارے برا چاہنے والے بیمار پڑیں اور تم اس بندی کو خبر تک نہ کرو ۔ وہ تو خدا بے چاری گل چمن کا بھلا کرے جس نے ڈرتے ڈرتے اتنی بات لکھی کہ بیگم ! تمھاری اماں جان کی طبیعت جمی‌جم اچھی ہے ، ایک خط بھیج کر ان کی خبر منگا لو ۔ بھلا بی ! کوئی ایسا بھی غضب کرتا ہے کہ بیٹی کے ہوتے اسے خبر نہ کرے ۔ اگر خدا نہ کرے

ایسی ویسی ہوئی تو میں کس کی ماں کو ماں کہہ کر پکاروں گی - بس بی ! تم خدا کو مان کر جلدی اپنی بیماری کا حال لکھو جو میرے دل کو صبر آئے۔

(۱۰)

[جواب خط نمبر ۹]

میرے دل کی کُنجی !

خدا تیری ہزاری عمر کرے ! بنّو جب تیرا خط آتا ہے گویا تجھے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہوں - آج پانچ اگلے دس دن ہوئے کہ میرے منہ میں اڑ کر کھیل نہیں گئی - پندرہ بیس دن سے پڑی کھٹیا سے لگ رہی ہوں - بخار نے جدا ستا رکھا ہے ، کھانسی جُدی (جدا) جان کو آ رہی ہے - دست الگ جاری ہیں - منہ پر بھر بھراٹ ، پیٹ پر ورم ، پاؤں پر سوجن الگ ہے - غرض ایک جان اور ہزار بیماریاں ہیں - تمہیں کیوں کر لکھوں کہ اس بے چینی میں پڑی ہوں - اگر تمہارا ننھا سا جی کُڑھ گیا تو میّا بندی کو کون تسلی دے گا - نہیں ما ! تم اپنا دل بھاری نہ کرنا - کس کے ماں باپ سدا رہے ہیں جو تم اپنی ماں کو بچا رکھو گی - میرا جی تو نہیں چاہتا ، پر بیٹی تیری خاطر سے پیسہ ٹھیکری کر دیا ہے - اے لو ! تم اپنی قسمت تو دیکھو، جوں جوں علاج ہوتا ہے مرض اور بڑھتا ہے - بچنے کے آثار نظر نہیں آتے - بیٹا ! جس طرح ہو سکے خط میں دیر نہ کرنا - میری یہی دعا تھی کہ میں اپنی بیٹی کو گھر بار کا چھوڑ کر جاؤں ، سو خدا نے میری سن لی - مگر دیکھو تم میری اس خوشی کو خاک میں نہ ملانا ، نہیں تو میری ارواح بے چین رہے گی - اگر تمہارا میاں سیدھا ہوتا اور

تم کالے کوسوں نہ ہوتیں تو ایک نظر ضرور دیکھ لیتی ۔ خیر دور کا سفر ہے ، جتنی جلدی ہو آتنی اچھی ہے ۔ اب قیامت میں یاد کر کے ملیں گے ۔ دیکھو تم بھی بھول نہ جانا ۔ میں نے چھاتی پر پتھر رکھ کر اتنا خط لکھا ہے ۔ بس اب تمھیں خدا کی امان میں سونپ کر سیدھی اپنے میاں کے گھر چلتی ہوں ۔

(۱۱)

ہے ہے خالہ جان ! ہے ہے خالہ جان

وہ بندی تو ابھی سے بِن میّا کی ہو گئی ۔ میں کیا جانتی تھی کہ میری ماں دو دن میں چٹ پٹ ہو جائے گی ، اپنی کہے گی نہ میری سنے گی ۔ ہائے اماں ! تم نے مجھے کس پر چھوڑا ۔ ہائے اماں ! اب میں کسے میکے میں جا کر دیکھوں گی ۔ ہائے اب کون میرے دل کی سنے گا ۔ ہائے اب کس کو میرا درد آئے گا ۔ ہائے اللہ ! میں نے کون سا بڑا بول بولا تھا جس سے میری میّا کو آٹھا لیا ۔ اے میرے خدا ! میں نے کیا گناہ کیا تھا جو میرے آگے آیا ۔ اے میرے خالق ! مجھے آن کی صورت تو دکھائی ہوتی ۔ اے میرے مالک ! آنھیں اپنے بچوں کا سکھ تو دیکھ لینے دیا ہوتا ۔ ہے ہے ! اب میرے ننھے ننھے پُھلروا سے بھائی کس کس کی ٹھوکریں کھاتے پھریں گے ۔ ہے ہے اب آنھیں کون چھاتی سے لگا کر رکھے گا ۔ خیر میرے میاں ! جو تُو نے کیا تیرا شکر ہے ۔ تُو اپنے کام آپ ہی خوب جانتا ہے ۔ خالہ جان ! کل آنھیں بہشتن کی سناونی آئی تھی ، آج تم کو خبر دی ۔

(۱۲)

[جواب خط نمبر ۱۱]

میری لاڈو!

خدا تجھے صبر دے اور اُن مرنے والی بیوی کو جنت نصیب کرے ۔ واری ! رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے ، اُلٹا مردے پر عذاب ہوتا ہے ۔ خدا رکھو تم تو دست و قلم پڑھی گُنی ، معنے مسئلے سے واقف ہو ، پھر ایسی باتیں[1] کیوں کرتی ہو جو[2] اُس بہشتن پر عذاب ہو ۔ اس سے تو اُن کے حق میں دعا کرو ، کچھ پڑھ کر بخشو ، اللہ فی اللہ دو ، جس سے اُن کی ارواح خوش ہو ۔ اس طرح بین کر کر کے رونا اور جان کھونا منع ہے ۔ جو کچھ گزرے دل پر گزرے ، منہ سے بھاپ نہ نکالو ۔

(۱۳)

اُستانی جی! آداب

جب سے آپ فرید آباد سدھاریں میں نے یہ وتیرہ باندھ رکھا ہے کہ اول تو اُٹھتے ہی ایک سپارہ پڑھ لیتی ہوں ۔ اس کے بعد اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کو دوہراتی ہوں ، پھر دو چار سطریں آگے نکال کر لکھنے بیٹھ جاتی ہوں ۔ اتنے میں اور لڑکیاں بھی اپنی خواندگی دوہرا[3] لیتی ہیں ۔ جہاں وہ پڑھ چکیں اور میں نے اُن کو سبق پڑھا دیا ، اتنے میں ابا جان باہر سے کھانا کھانے آ جاتے ہیں ۔ جو کچھ میں نکال رکھتی ہوں ، اُسے سن سنا کر آگے سبق پڑھا جاتے ہیں ۔

---

۱ - طبع چہارم ص ۱۲ : حرکت ۔

۲ - طبع چہارم ص ۱۲ : ”جو اس بہشتن پر عذاب ہو“۔ یہ فقرہ درج نہیں ہے ۔

۳ - طبع چہارم ص ۱۲ : پھیر ۔

جب یاد ہو جاتا ہے تو سینا پرونا لے بیٹھتی ہوں ۔ آپ خاطر جمع سے چاہیں جب آئیں ۔ میں نے سارا مکتب سنبھال رکھا ہے ۔ لیجیے آداب !

(۱۴)

[جواب خط نمبر ۱۳]

آستانی کو شاد اور اپنے سبق کو یاد کرنے والی بیگم !

خدا تجھے موتیوں میں سفید اور سونے میں پیلا رکھے ۔ تیرے اس سلیقے کو دیکھ کر دل سے دعا نکلی ۔ میرا دل وہیں پڑا تھا ، لیکن واری ! ماندگی سے لاچار تھی ۔ ذرا دم میں دم آیا اور میں نے اپنے آپ کو وہاں پہنچایا ۔ اللہ رکھو ، اب تمھاری چھوٹی بہن بھی اردو فارسی کے حرف خاصی طرح اٹھانے لگی ہوگی ، دیکھنا کوئی اسے ساتھ پڑھنے کی عادت نہ ڈال دے ، نہیں تو میری کی کرائی محنت اکارت جائے گی ۔ جہاں تک ہو سکے اسے طبیعت پر زور ڈالنے دیں ۔ آپ ایک حرف نہ بتائیں ، اسی سے نکلوائیں ۔ جب میں آ کر مکتب کو اچھا دیکھوں گی تو سب کو گاڑیاں بھر کے شابشی (شاباشی) اور دو دو دن کی چھٹی دوں گی ۔ لو تمھیں اللہ کی امان !

(۱۵)

پھپی اماں کو میرا آداب پہنچے !

حضرت! میں نے آپ کے برخوردار کی بات ایسی جگہ لگائی کہ آپ بھی سنیں تو اش اش کریں ۔ ہڈی ایسی جسے کہتے ہیں ، گھرانا ایسا کہ چراغ لے کر ڈھونڈو تو نہ پاؤ ۔ لڑکی صورت شکل میں ایسی کہ حور کو چھپاؤ اور اسے نکالو ۔ رنگ جیسے شہاب یا

انار کا دانہ ، نقشہ چاند سا گول بہت ٹھیک ، نک سُک سے درست ، کٹورا سی آنکھیں ، سُتواں ناک ، بُوٹا سا قد ، لمبے لمبے بھونرا سے بال ، جُٹی جُٹی بھویں - باتیں کرتی ہے تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں ، جب کچھ پڑھتی ہے تو موتی پروتی ہے - بس جی یہی چاہتا ہے کہ اس کی باتیں سنا کروں اور دن بھر بیٹھی صورت تکا کروں - آگے سگھڑ ویسی ہی ، دسوں انگلیاں دسوں چراغ - پڑھی گُنی دست و قلم - میں اپنی ایڑی دیکھوں - گیارہ برس کی جان نے بیسیوں کتابیں اُلٹ ڈالیں - خط ایسا ستھرا لکھتی ہے کہ میں تم سے کیا کہوں - اپنی ماں کی اکلوتی ہے - اُن کے باوا کسی زمانے میں بڑھے چڑھے تھے - انگریزوں کے وقت میں بھی خوب دور دورہ رہا - اب بھی خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے - دس کو دے کر کھاتے ہیں - پُھپی اماں ! اس گئے گزرے وقت میں بھی اتنا دان دہیز (جہیز) لائے گی کہ گھر بھر کر باہر بھرے گا - انھیں روپیہ پیسہ کچھ نہیں چاہیے - وہ چاہتے ہیں ہڈی میں ہڈی اور پیوند میں پیوند مل جائے -

اگر تم کو یہ بات منظور ہو تو ایک رقعہ لکھوا کر میرے پاس بھیج دو - میں مشاطہ کے ہاتھ اُن کے ہاں بھیج دوں گی - جب بات چیت ہو جائے تو کوئی اچھا دن دیکھ کر منہ میٹھا کر دینا - آگے تمھیں اختیار ہے ، میں اپنے حق سے ادا ہوگئی -

(۱٦)

[جواب خط نمبر ۱۵]

آبادی جان ! تمھیں اللہ کی امان !

یہ بات جو تم نے ٹھہرائی ہے ، میں اس سے ایسی خوش ہوئی

کہ اپنے جامے میں پھولی نہ سمائی ، اور جب تمھارے پھپّا نے سنا
تو وہ بھی بہت خوش ہوئے کہ شادی ہو اور یہاں ہو ۔ تمھارے
بھائی سعادت علی کی باچھیں بھی کھل گئیں ۔ ابھی سے اتراتے
پھرتے ہیں کہ اوہو جی، ہمارا تو بیاہ ہوگا ۔ میں دیکھتی ہوں
کہ اس زمانے کے بچوں کو بڑوں سے زیادہ خوشی ہوتی ہے ۔ بُوا!
اس بات کو سن کر ہزاروں دعائیں نکلیں ۔ خدا تمھیں اپنے بچوں
کا سہرا دیکھنا نصیب کرے ۔ اگر تم اس بات کو ٹھیک ٹھکاؤ
کر دو تو چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے ۔ دیکھو ، اس میں نہ
چُوکنا ۔ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا ۔ خدا نے چاہا تو جمعہ تک
میں بھی آؤں گی ۔ تمھارے بھائی کا امتحان تھا ، اس سے آج نہ
آسکی ۔ بیٹی ! اگر یہ بات ہو جائے گی تو میں تمھیں بہت سا خوش
کروں گی اور سب بہنوں کو منہ مانگا نیگ بھی دوں گی ۔

(۱۷)

ممانی اماں !

چاند دیکھے تمھارے غفور کی شادی ہے ۔ دلھن والوں کی
طرف سے بیاہ کی تاکید پر تاکید آ رہی ہے ۔ لڑکی کا باپ باہر
سدھارنے والا ہے ، پھر برسوں پر بات جا پڑے گی ۔ تم جانتی ہو
کہ آدمی بیٹی والوں کا اڑایا اڑتا ہے اور بیٹے والوں کا روکا نہیں
رکتا ۔ جب کچھ نہ بنی تو مدار کی نویں کو مہندی ، دسویں
کو ساچق ، گیارھویں کی برات ٹھہرائی ۔ اگر تم جلدی سے آجاؤ
تو درستی سے سارا سرانجام ہو جائے ، اور جو تمھارے آنے میں
دیر ہو تو مجھے بری کا سامان لکھ کر بھیج دو ، جو میں لگے
ہاتھ ان چیزوں کو ابھی خرید کر رکھ چھوڑوں ، کیونکہ وقت

کے وقت پر اچھی چیز ہاتھ نہیں آتی اور اس سے سمدھیانے میں ناک کٹتی ہے ۔

(۱۸)

[جواب خط نمبر ۱۷]

بیوی بنّو !

مجھے چلے آنے میں کیا عذر تھا ، مگر تم یہ بھی تو دیکھو کہ اگر میں وہاں چلی آؤں تو یہاں بچوں کا سینا پرونا کون کرے ۔ تمھیں یہ کب گوارا ہوگا کہ میں چار شریکوں میں نکلوں تو بچوں کے گلے میں دو عزت کے کپڑے بھی نہ ہوں ۔ اماں ! پیٹ کا کھایا کوئی نہیں دیکھتا ، تن کا پہنا سب دیکھتے ہیں ۔ ہاں بَری کی سب چیزیں بتائے دیتی ہوں ، انھیں سہولت میں منگالو ، اور جو چیزیں بگڑنے والی ہیں وہ میرے آنے پر رکھو ، بلکہ ساچق کے جوڑے کو بھی میں آ جاؤں جب ہاتھ لگانا ۔ کھڑے کھڑے سات سہاگنوں کو بٹھا کر تیار کرا دوں گی ۔ بَری میں غریبی موجب اتنی چیزیں ہوتی ہیں ، آگے اپنا اپنا حوصلہ ہے ۔

بَری

ڈھائی سیر کلاوے ، سوا پانچ سیر کھانڈ ، سوا من نُقل ، پانسیر (پانچ سیر) قُرص ، پانسیر (پانچ سیر) میوہ ، ڈھائی سیر مصری ، ایک سہاگ پُڑا جس میں چھیل چھبیلا ، ناگر موتھا ، کپور کچری ، بال چھڑ ، چھوٹی الائچی ، لونگ ، ہلدی ، جوز ، جوتری ، زعفران ، تیزپات ، صندل ، مشک دانہ وغیرہ تیرہ چیزیں ہوتی ہیں ۔

پھولوں کا گہنا ، شربت اور دہی کی دو ٹھلیاں جن کے منہ

پر آٹے کی دو مچھلیاں بنا کر رکھی جاتی ہیں۔ یہ میرے آنے پر دیکھ لینا۔ ہاں سو سوا سو رنگین ٹھلیاں بننے کو کمھار سے کہہ دینا۔ سونے کی انگوٹھی، چاندی کا چھلا سنار سے تاکید کر کے ابھی سے بنوا رکھو۔ برات کے اور چوتھی کے جوڑے کا سامان خرید رکھنا۔ برات کا جوڑا سادہ اور چوتھی کا بھاری ہوتا ہے۔ یہ بھی بَری کے ساتھ ہی جائے گا۔ ایک جوتی کا جوڑا، دو سرخ کنگھیاں، دو مسّی کی پُڑیاں، دو عطر کی شیشیاں جس میں سے ایک میں سہاگ کا عطر ہو اور ایک میں موتیا کا۔ اس کے علاوہ ایک گُلاب کا شیشہ، پاؤ سیر چنبیلی کا تیل۔ ایک مہندی کا، ایک قند کا پُڑا۔ یہ سب چیزیں موجود رہیں۔ میں چوتھی تاریخ سے آ کر سب کچھ درست کر دوں گی۔ آرایش بھی کھڑے کھڑے بازار سے آ جائے گی۔ تم خاطر جمع سے بیٹھی ہوئی چھوٹے موٹے کاموں کو سنوار لو، خدا سب آسان کر دے گا۔ دسویں کو نشان چڑھا کر اپنے گھر میں آ جانا، گیارھویں کو برات لے جانا۔

(۱۹)

باجی امّاں !

میں نے محمد علی کی شادی کے باب میں پُھپی اماں سے تاکید کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ بُوا! میرے پاس کچھ دینے لینے کو تو ہے نہیں، ننلی بیٹی موجود ہے، جس دن اُن کا جی چاہے دو بول پڑھا کر لے جائیں۔ جو کچھ مجھ سے وقت پر بن پڑے گا اپنی گُڑیا میں بھی سنوار دوں گی، نہیں تو بیٹی حاضر ہے۔ میں زبان دے چکی، اب تم کہو کیا کہتی ہو ؟

(۲۰)

[جواب خط نمبر ۱۹]

بیٹی !

مجھے کچھ نہیں چاہیے ۔ جس نے بیٹی دی ، اُس نے کیا رکھا ۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے دامن تلے ڈھانک لیں ۔ میری آنکھوں کے سامنے محمد علی کا گھر آباد ہو جائے ، پھر کون جیے اور کس کا راج ۔ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوں ۔ مجھے اپنی زندگی کا بھروسا نہیں ۔ دم ہے آیا آیا ، نہ آیا نہ آیا ۔ تم جانتی ہو کہ میں ہمیشہ کی مرضین ، آئے دن کی بیمار ہوں ۔ اپنی آنکھوں سے محمد علی کا سہرہ (سہرا) دیکھ لوں تو جانوں ، نہیں تو یہ ارمان اپنے ساتھ لے جاؤگی ۔ تم اُن سے کوئی تاریخ ٹھہرا کر مجھے لکھ بھیجو ۔ جب وہ کہیں ، لڑکے کو لے کر چلی آؤں ۔ بیٹی بہن ! خدا تیرا بھلا کرے ، تو نے بھائی کے لیے بڑی کوشش کی ۔

(۲۱)

اے بی چچی ! اے بی چچی !!

اچھی دیکھو تو یہ کون کھڑا ہے؟ میں تو جانوں تمھاری اَمتہ ہے ۔ خط کی ڈولی میں بیٹھ کر باتیں کرنے آئی ہے ۔ پہلے بندگی لو ، پھر اُس کی گڑیا کی شادی کا سامان درست کردو ۔

دیکھنا چچی جان ! میں نے اپنی گڑیا کے واسطے ایک چھوڑ چار چار بھاری جوڑے بنائے ہیں ، اور ابا جان سے چاندی سونے کا گہنا منگایا ہے ۔ خدا اُنھیں جیتا رکھے ، میرا سب مان رکھ لیتے ہیں ۔ یہ بھی بتا دوں شادی کہاں ٹھہری ہے ۔ بی ! میری خالہ زادی بہن ہرمزی بیگم کا بیٹا ہے اور میری بیٹی ہے ۔ سو بی !

بیٹی والوں کو تم جانتی ہو کتنی فکر ہوتی ہے ۔ آج جو مجھ کو سونچ (سوچ) ہے ، کسی کو بھی نہ ہوگا ۔ راتوں کو آٹھ آٹھ بیٹھتی ہوں ۔ کھانے جوڑے کے روپوں کی بھی ابا جان نے حامی[1] بھری ہے ۔ چچا ابا جمی جم ہیں ، نہیں تو اُن سے بھی کچھ لیتی اور اپنا پوتھ پورا کر دیتی ۔ اب بھی تمھارے صدقے سے کچھ اودا نے دیا کچھ پودا نے ، ہمارا کام چل ہی گیا ۔ اچھی چچی ! تم بھی آؤ گی یا نہیں ۔ بھلا بی تم آؤ یا نہ آؤ پر میری بہنوں کو لاکھوں میں بھیجنا ، نہیں تو میں ایک دن آ کر خوب سا لڑوں گی ۔ یہاں تو روز سہاگ گائے جاتے ہیں ، گھوڑیاں گائی جاتی ہیں ۔ رات بھر چہل رہتی ہے ، پر وہ جو گھر کا کام ہے وہ کرنے والا کوئی نہیں ۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر بہنیں بھی نہ آئیں تو میرا ایک اکیلا دم ہے ، کیا کیا کروں گی ۔ سمدھنوں کو اُترواؤں گی یا آئے گئے کی خاطر کروں گی ۔ اب تو روپیہ پھیلا چکی ، کچھ نہیں ہوسکتا ۔ جمعہ کا بُلاوا پھرے گا ۔ میری بہنوں کو چاہیے کہ کام کی سب چیز بست لے کر جمعرات سے آجائیں ۔ فقط اللہ حافظ ، اللہ نگہبان !

(۲۲)

[جواب خط نمبر ۲۱]

ہاں بیٹی ! ہاں بھتیجی !

تیرے واری گئی ، کیا کہتی ہے ، لے کہہ ۔ تُو خط کیا لکھتی ہے کہ اُس میں ایک آغا مینا بند کرکے بھیج دیتی ہے ۔

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۱۸ : ہامی ۔

میری ایک ایک چیز تیری گُڑیا کے اوپر سے صدقے ہے ، جو چاہے شوق سے منگالے ۔ میں اپنی تو نہیں کہتی ، پر تیری بہنوں کو شرطی (شرطیہ) بھیج دوں گی ۔ وہ آج ہی سے خوشیاں منا رہی ہیں ۔ ایک ایک گھڑی گن گن کر کاٹ رہی ہیں ۔ تیری گُڑیا کا پہلا چالا میں ہی کروں گی ۔ دوسرے تیسرے چالے کو تیری بہنیں کہہ رہی ہیں ۔ اگر تم پہلے سے لکھتیں تو چار جوڑے میں بھی بنا دیتی ۔ اب وقت کے وقت پر دو جوڑوں سے زیادہ نہ ہو سکے گا ۔ اپنی امّاں کو میری طرف سے بہت بہت پوچھنا اور اس شادی کی مبارک باد دینا کہ بُوا خدا نے تجھے یہ دن دکھایا کہ تیری بیٹی گُڑیا کا بیاہ لے کر بیٹھی ۔ لو اور سنو ، قاضی بھی یہیں سے جائے گا ۔ ابراہیم کہتا ہے کہ آپا کی گُڑیا کا نکاح میں ہی جا کر پڑھاؤں گا ۔ اُس نے نکاح کے بول ابھی سے یاد کر لیے ۔ تم بھی سن لو ، میں لکھے دیتی ہوں ؟

گاجر کی پینڈی گلاب کا پھول   کیوں میاں گُڈے گُڑیا قبول؟
کالی مرغی سفید انڈے   سہرا باندھا بارہ گنڈے

(۲۳)

خالہ جان !

تمھیں بھی سلام اور تمھارے وعدے کو بھی سلام ۔ میرے ننّے (ننّھے) کے واسطے 'لوریاں' تو خوب آئیں! خدا جھوٹ نہ بلائے تو کوئی دس ہی دفعہ یاد دلایا ہوگا ۔ میں نہیں جانتی تمھارا کیسا چیتا ہے جو کوئی بات بھی یاد نہیں رہتی ۔ شاید صبح کو تو اپنا نام بھی بھول جاتی ہوں گی ۔ ہاں جب لوگ آ کر پکارتے ہوں گے تو پھر یاد آ جاتا ہوگا ۔ بس بی ! اس بھول کا خدا حافظ ۔ اگر تم نے اب کی دفعہ میرا اُلاہنا اُتار دیا تو خیر ، نہیں تو اس

بندی نے لکھنے سے بھی ہاتھ اٹھایا ۔ لیجیے آداب ۔

(۲۴)

[جواب خط نمبر ۲۳]

خالہ کی خلبچّی !

روٹھو نہیں ، من جاؤ ۔ اللہ رے خفگی ! اللہ رے طنطنہ ! ! لڑکی تُو اپنے تِیہے میں جلی ہی جاتی ہے ۔ خدا جانے مسرال میں کیونکر بھرے گی ۔ اور تو کیا اٹھتے جوتی ، بیٹھتے لات ہوگی ۔ مجھے گھر کے دھندے سے اپنے مرنے کی بھی چھوٹ نہیں تھی ۔ تمھیں لوریاں بھیجتی تو کیونکر بھیجتی ۔ تمھارا کیا ہے ، روٹی کھالی اور کُدکڑے مارتی پھریں ۔ بہت ہوا ذرا کی ذرا بھائی کو لے لیا یا استانی کے سامنے ٹیں ٹیں کرنے بیٹھ گئیں ۔ جب کوئی کھیل نہ ہوا تو قلم دوات اٹھائی اور خالہ کے نام پر خطوں کی بھرمار کر دی ۔ اور کچھ نہیں تو یہی شغل ہاتھ لگا ۔ ایسی کون سی لوریوں کی ساعت ماری جاتی تھی جو تم اتنی بگڑیں ۔ اے لو ، دس کام چھوڑ کر لوریاں لکھتی ہوں ۔ دیکھوں کون سی یاد کر لوگی ۔ یوں کہو خط کیا لکھنا آیا ، سارے جہان کو سر پر اٹھا لیا ۔ وہی مثل ہوئی کہ جو میرے ہے سو راجا کے نہیں ۔ منہ اٹھایا اور لکھتی چلی گئیں ۔ بڑے کا ادب نہ چھوٹے کا لحاظ ۔ ہے شرط کہ تمھاری ماں کے پاس یہ خط بھیج دوں ؟ اللہ میری ان باتوں سے جل نہ جانا ۔ دیکھوں تو لوریوں کی خوشی میں کیا کھلاتی ہو؟ میں تو اسی کو غنیمت سمجھوں گی کہ تم من جاؤ گی ۔

لوریاں

۱

آ جا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا
میرے بالے کی آنکھوں میں گھُل مل جا
آتی ہوں بیوی آتی ہوں
دو چار بالے کھلاتی ہوں

۲

کابل سے مغلانی آئی ، کھڑی ہلاوے ڈور
اللہ نبی جی مدد کریں توطالع تیرے زور

یا

آرام کا ہے پالنا اور سُکھ کی ہے ڈور
اللہ نبی جی کرم کریں توطالع تیرے زور

۳

تُو سو میرے بالے، تُو سو میرے بھولے ، جب تک بالی ہے نیند
پھر جو پڑے گا تُو دنیا کے پھندے ، کیسا ہے جھولا کیسی ہے نیند
کھیل تماشے کرلے تُو سارے ، کہتی ہوں تجھ سے آنکھوں کے تارے
زندہ ہے ماں بھی باپ بھی بارے ، کر لے تُو آرام سیّد پیارے
تُو سو میرے بالے ، تُو سو میرے بھولے، جب تک بالی ہے نیند

کھیل تم ایسا[1] کھیلنا للنا ! جس میں نہ ہو ماں باپ کا جلنا
دنیا سے ڈر ڈر سنبھل کر چلنا ، مکڑی ہے گھاٹی رستہ پھسلنا

---

۱ - طبع چہارم ص ۲۱ : ایسے -

ُتو سو میرے بالے ، ُتو سو میرے بھولے جب تک بالی ہے نیند
پھر جو پڑے گا ُتو دنیا کے پھندے ، کیسا ہے جھولا کیسی ہے نیند

۴

سو میرے سینّد جانی سو جا
سو میرے ُسکھ کی نشانی سو جا
سو میرے احمد پیارے سو جا
سو میری آنکھ کے تارے سو جا
تیرے صدقے ذرا گودی سے آترکر سو جا
تیرے واری ، نہ بہت جاگ ، ُتو دم بھر سو جا
نہ ُتو گرمی میں بلک ، َچین سے بچّے سو جا
نہ ُتوگودی میں ُہمک ، َچین سے بچّے سو جا
اے لے پنکھا میں ہلاتی ہوں ، ُتو پڑکر سو جا
اے لے مکّھی میں آڑاتی ہوں ، ُتو پڑکر سو جا
ُتو غنیمت یہ سمجھ ماں کا سلانا سو جا
پھر کہاں ہوگا میسّر یہ ُجھلانا سو جا

۵

اللہ اللہ لوریاں ، دودھ بھری کٹوریاں
دودھ میں سے نکلی مکھی ، میرے میاں کی جان اللہ نے رکھی

(۲۵)

میرے گھر کی آبادی !

تمھیں اپنی ُبڑھیا ساس پر ترس بھی آتا ہے ؟ کہ دن بھر کّوے آڑانیوں کی طرح اکیلی بیٹھی رہتی ہوں ۔ تمھارا خاوند

نوکری پر سدھارا ، نند کو نندوئی نے بلا بھیجا ، لے دے کے ایک
بڑھیا ماما اور میں رہی تھی ، سو کل سے وہ بھی اپنی بیٹی کے جنے
میں چلی گئی ۔ اب مجھے اکیلا گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے ۔ ادھر
بیٹے کے سدھارنے سے جی ویران ہے ، ادھر تمھارے بچوں میں
دھیان ہے ۔ اگر تم میرے پوتے پوتیوں کو لے کر چلی آؤگی
تو پھر گھر بھرا بھرا لگے گا ، اور میرا دل بھی بہل جائے گا ۔ آدمی
کے دم کی بڑی آبادی ہوتی ہے ۔ دو مہینے وہاں رہیں تو ایک
مہینہ یہاں بھی کاٹ جاؤ ۔ جب میری بڑی بیٹی آ جائے گی تو چاہنا
پھر دس پندرہ دن کو میکے میں رہ آنا ۔

(۲۶)

[جواب خط نمبر ۲۵]

اماں جان !

ایسی کیا بات ہے ، میں سب طرح حاضر ہوں ۔ دور پار
تمھارے بیری دشمن کوے اڑانیوں کی طرح کیوں بیٹھیں ؟ تم
ناحق اس بے کسی اور بے بسی سے خط لکھتی ہو ۔ میں تو تابع دار
بندہ (بندی) ہوں ، جہاں رکھوگی وہاں رہوں گی ۔ مہینے دو مہینے
جب تک تمھارا دل ٹھکانے لگے گا ، آ کر رہ جاؤں گی ۔ مجھے تو
خود اپنے گھر کی کل ہے ۔ کیا کروں ، بھائی کی شادی تھی ، نہیں
تو میں کبھی اتنے دنوں نہ رہتی ۔ اب کوئی قدری کرے تو کھڑی
پانی نہ پیوں ۔ خدا نے چاہا تو اسی پیر کو تمھارے گھر میں بیٹھی
ہوں گی ۔

تمھارا پوتا مہینے بھر سے پھلیاں دھر رہا تھا ، اب دانتوں
پر ہے ۔ دست آتے ہیں ۔ پوتی کے بھی ٹھنڈی نکلی تھی ، پر اب

ڈھل گئی ۔ کل پانی پڑ جائے گا ۔ جب تک باگ نہیں مُڑی تھی ، سارے گھر کو نیند حرام تھی ۔ تم سنتیں تو اپنا کھانا پینا زہر کر دیتیں ۔ میں نے تمھارے کڑھنے کے لیے نہیں لکھا ۔
لیجیے خدا حافظ

(۲۷)

بڑی اماں کو آداب !

خیر صلّا (خیر و صلاح) کے لیے آئی ہوں اور ساتھ ہی ایک اپنا بھی مطلب لائی ہوں ۔ بُوا سیّد بیگم کے آج کل میں بال بچہ ہونے والا ہے ۔ کہتے ہیں ہمارے بچوں کو مغلئی گُھٹی راس ہے ۔ مجھے اُس کی دوائیں یاد نہیں ہیں جو اُن کو منگا دوں ۔ اچھی ! تم اُس گُھٹی کو لکھ کر میرے پاس بھیج دو تو بڑا ہی احسان کرو ۔ لو بندگی ۔

(۲۸)

[جواب خط نمبر ۲۷]

بیٹی !

تیرا سائیں جیے! بُور (بُوڑھ) سہاگن ہو ! اپنے بچوں کا سہرا دیکھ کر پوتوں کا سہرا دیکھے ! نواسوں کو کھلا کر کنواسوں کا کھلانا نصیب ہو ! خط کی کیا حاجت تھی، مجھے خود بلا بھیجا ہوتا ۔ اُس گُھٹی میں کیا ہے ، یہی دس بارہ چیزیں ہیں :
بڑی ہڑ ، چھوٹی ہڑ ، مُنقّہ ، باؤ بڑنگ ، باؤ کھمبہ ، عُناب ،
سونف ،گلاب کے پھول ،گلاب کا زیرہ ، نرکچُور، انار کلی ،
املتاس ، مصری ۔

بعضے لوگ بڑی چھوٹی ہڑ کی جگہ بادام اور اجوائن ڈالتے ہیں ، اور جو گرمی کا موسم ہوتا ہے تو نر کچور اور اجوائن نکال لیتے ہیں ۔

بُوا! ہمارے بچوں کو تو وہی اوپر کی تیرہ چیزیں راس ہیں ، آگے اپنی اپنی سمجھ ہے ۔

(۲۹)[۱]

اچھی میری امّی!

مجھے ہنڈ کُلیا پکانے کے واسطے ایک ننھی سی پتیلی، ایک چمچہ ، ایک کف گیر ، دو تشتریاں خرید کر بھیج دو ۔ تم دیکھتی ہو مجھ بے تلی نے تو اپنی جاگی چوڑ جوڑ کر تین چار روپے اکٹھے کیے ہیں اور میاں محمد علی کی آنکھوں میں وہ بھی کھٹکتے ہیں ۔ سو بی! میں اُن سے چھپا کر تم کو روپے بھیجتی ہوں ۔ تم اُنھیں سنا کر میرے سر لڑائی نہ ڈلوانا ۔ وہ ابھی سے کہہ رہے ہیں کہ ”دیکھ بُوا ! کیا اچھی آتش بازی بک رہی ہے کہ میں تجھ سے کیا کہوں ۔ بھئی تم تو پھلجھڑیاں اور مہتابیاں چھوڑنا جو ہاتھی بھی نہ جلے، اور ہم پٹاخے، چھچھوندریں ، ہوائیاں چھوڑیں گے ۔ تم بھی کہو گی کہ واہ میرا بھائی کیسا خوب چھوڑتا ہے ۔ بُوا ! ہم تو مردوے ہیں نا ؟ لٹو کی آواز سے بھی نہیں ڈرنے کے ۔ تم تو ایک پٹاخے ہی کی آواز سے اوئی کر کے بھاگ جاؤ گی ۔ لاؤ اسی بات پر ایک روپیہ تو دے دو ۔ ہم تمھیں چلتے چلتے تماشا دکھاتے جائیں ۔“

بھلا بی ! مجھے اپنے روپے کھونے ہوں تو اُن کے ڈھکوسلوں

---

۱ ۔ مطبوعہ نسخہ چہارم و ششم میں اس خط کا نمبر شمار ۳۳ ہے ۔ مرتب ۔

میں آؤں اور انہیں دے دوں ۔ نگوڑی ماما کی چھوکری اور اُس کی ہاں میں ہاں ملا کر میرے پیچھے جھاڑ لگا دیتی ہے ۔ میں بھی خوب جانتی ہوں ان دونوں کی ملی بھگت ہے ۔ اُن کی آنکھوں میں خاک تو دوں ہی نہیں ۔ ان کے دیتے تو فقیر کو دے دوں اور ان کو نہ دوں ۔

(۳۰)[۱]

[جواب خط نمبر ۲۹]

اپنی امّی کی پیاری دلھن !

تیرے واسطے اور ایک پتیلی؟ تیرے[۲] لیے اور ایک چمچہ؟ تیرے جیُوڑے[۳] کو اور ایک کف گیر؟ ماں ، نہیں تیرے لیے ایک چھوڑ چار چار پتیلیاں ، چار چار چمچے ، چار چار کف گیریاں ، چار چار تشتریاں خرید کر بھیجتی ہوں ۔ بیٹی تیرے سلیقے کو شابش (شاباش) ہے کہ تو نے اپنا حلق کاٹ کے تین چار روپے مینت رکھے ۔ تیرا ہر ایک چیز کا جُگا جُگا کر رکھنا مجھے اول دن سے بھاتا ہے ۔ جس گھر میں ایسی سُگھڑ جائے گی اُس کے بھاگ کھُل جائیں گے ۔

تمھاری جاگی کے روپے تمھیں مبارک رہیں ۔ اُن کی میری طرف سے ہنڈکُلیا پکاؤ ، اور اپنی سہیلیوں کو بٹھا کر خوب کھلاؤ ۔ محمد علی تو ایک بلّلا چھوکرا ہے ۔ تم اُس کی باتوں پر کیوں جاؤ ۔ مجھے اُس کا ڈر نہیں ہے جو کوئی چیز چرا چھپا کر بھیجوں ۔

لو خداحافظ

---

۱ ۔ مطبوعہ نسخہ چہارم و ششم میں اس خط کا نمبر شمار ۳۴ ہے ۔ مرتب ۔

۲ و ۳ ۔ نسخہ چہارم ص ۲۷ : واسطے ۔

میاں بیوی کے خط

(۳۱)[1]

میرے سرتاج !

تمہیں کچھ فکر بھی ہے ؟ میری آنکھوں میں خاک ، لڑکی جوان ہونے کو آئی اور تم نے آج تک اُس کے نام کی کوڑی نہیں نکالی ۔ مجھے رات دن یہی اُدھیڑ بن رہتی ہے کہ الٰہی ! ابھی جو اُس کی کہیں سے بات آئے اور بیاہ ٹھہر جائے تو وقت کے وقت پر کیا کروں گی ۔ برابر کی بیٹی کو بٹھا بھی نہیں سکتی اور بٹھاؤں بھی کہاں تک ؟ آخر کوئی تو حد چاہیے ۔

جہاں دو کپڑے اپنے واسطے بنائے ، وہاں ایک ایک جوڑا اُس کے واسطے بھی بناتے گئے ۔ کبھی چار برتن ہی خرید کر ڈال دیے ، کبھی کوئی زیور ہی گھڑوا دیا ۔ غرض تھوڑا ہی تھوڑا کرکے انک ہوتا ہے ، اور وقت پر یہ چیزیں مفت برابر پڑتی ہیں ۔ تمہیں بھی اس کا سُوجتا (سوجھتا) کرنا ضروری ہے ۔ روز کا خرچ تو چلا ہی جائے گا ۔ آگے پیچھے اس بات کا خیال رکھو اور بے فکر نہ بیٹھو ۔

(۳۲)[2]

[جواب خط نمبر ۳۱]

بیگم !

تمہارا خط آیا ۔ سچی سچی باتوں کا پورا پورا اثر پایا ۔

---

۱ ۔ مطبوعہ نسخہ چہارم و ششم میں اس خط کا نمبر شمار ۲۹ ہے ۔ مرتب ۔

۲ ۔ مطبوعہ نسخہ چہارم و ششم میں اس خط کا نمبر شمار ۳۰ ہے ۔ مرتب ۔

ان باتوں کا سلیقہ عورتوں ہی کو خوب ہوتا ہے ۔ اور اب بھی
میں جانتا ہوں تم نے کچھ نہ کچھ ضرور لگا رکھا ہوگا ۔ تمھارا
سُگھڑاپا ایسا نہیں ہے کہ اس بات سے خالی ہو ۔ تم اپنی گرہ میں
رکھ کر مجھے آزماتی ہو ، میں تمھیں آزماتا ہوں ۔

اچھا مجھ سے کیا مانگتی ہو مانگ لو ۔ میں بھی ان باتوں میں
عورتوں سے کم نہیں ہوں ۔ اول دن سے اُس کے نام کا روپیہ مہاجن
کے ہاں جمع کرتا جاتا ہوں ۔ آج تک بارہ سو کی ڈھیری ہو چکی
ہے ۔ اگلے چاند میں اُس کی ہنڈوی بھیج دوں گا ۔ جو کچھ چاہنا
سو بنا کر ڈال رکھنا ۔ لو تمھارا اللہ حافظ!

(۳۳)[۱]

صاحب !

تمھارے لڑکے نے بڑا سر اُٹھا رکھا ہے ۔ اسے خدا کی سنوار
ہو ۔ دو دو دن پڑھنے نہیں جاتا ، کسی کی گُھرکی ، کسی کا خوف
نہیں مانتا ۔ دن بھر گیڑیاں ہیں یا گُلی ڈنڈا ہے اور یہ ہے ۔
دیکھیے یہ کیا کر کے کھائے گا ؟ اور تو کیا موا بھیک مانگتا ،
خاک چھانتا پھرے گا ۔ ماں کو تو اتنا نہیں سمجھتا جیسے اُڑد
پر سفیدی ۔ جب دیکھو ہاتھوں میں گیڑیاں ہیں اور لیے چلا آتا
ہے ۔ روٹی کھانے بیٹھا تو اندھے بگلے کی طرح چار نوالے مارے ،
اور دیوانے باؤلوں کی طرح بکتا ہوا چلا گیا ۔ یوں تو اُس کا
سنورنا ایک امر محال ہے ، اور خدا کو سنوارتے کچھ دیر بھی
نہیں لگتی ۔ دیکھو آپا امانی بیگم کا بیٹا کیسا بگڑا تھا ۔ جدھر نکلتا
تھا تُھڑی تُھڑی ہوتی تھی ، اُنگلیاں اُٹھتی تھیں ۔ اب خدا نے

---

۱ ۔ مطبوعہ نسخۂ چہارم و ششم میں اس خط کا نمبر شمار ۳۱ ہے ۔
مرتب ۔

ایسا کر دیا کہ تعریف کرتے ہوئے منہ سوکھتا ہے ۔ مجھ کم بخت کا تو مارنے کو ہاتھ بھی نہیں اٹھتا ۔ بہت جی جلتا ہے تو اپنے آپ کو کوسنے پیٹنے لگتی ہوں ۔ وہ کھڑا ہوا تماشا دیکھا کرتا ہے یا ہنسا کرتا ہے ۔ اس کے بھاویں بھی نہیں ، کیا کہتے ہیں اور کسے کہتے ہیں ۔ خدا کو مان کر کوئی جلّاد مُلّا گھر پر بٹھا دو جو اس کی بوٹیاں اڑائے ۔ دم بھر آکسنے نہ دے ، نہیں تو یہ ہاتھ سے نکلا جاتا ہے ۔ آج کو میرا دم ناک میں کرتا ہے ، کل کو تمھارے سر پر چڑھے گا ۔

(۳۴)[۱]

[جواب خط نمبر ۳۳]

بیوی صاحب !

اس میں اس کا کچھ قصور نہیں ، جیسا تم نے اٹھایا ویسا اٹھا ۔ اول ہی سے روک تھام کرتیں اور آنکھیں دکھاتیں تو کاہے کو یہ نوبت پہنچتی ۔ تم نے اپنے لاڈ میں اسے خراب کر دیا ۔ ابھی تو گیڑیاں کھیلتا ہے ، آگے آگے جوا کھیلے گا ، کچہری چڑھے گا ۔ ایک میرا تمھارا کیا ، سارے کنبے کا نام اچھالے گا ۔ چاہیتی کا ، ماں کا کلاونتا بیٹا ہے ۔ ہم کہتے نہ تھے کہ دیکھو اس کے پڑھانے میں کوشش کرو ، جوا نہ ہارو ۔ سونے کا نوالہ کھلاؤ ، شیر کی آنکھ دیکھو ۔ تم کہتی تھیں ”اونھ! کیا ہے ! بڑا ہو گا تو آپ ہی لکھ پڑھ لے گا“ ۔ اب بھی گیلی لکڑی ہے ، کچھ نہیں گیا ہے ، جدھر چاہو موڑ سکتی ہو ۔ میں تو اسے اپنے ساتھ رکھتا ،

---

۱ ۔ مطبوعہ نسخہ چہارم و ششم میں اس خط کا نمبر شمار ۳۲ ہے ۔ مرتّب ۔

مگر تمھیں صبر کب آئے گا ، جب مامتا اچھلے گی ۔ اور یہ اس میں
دنیا جہان کے کام سے جاتا رہے گا ۔ اس کا جواب سوچ سمجھ کر
لکھو تو کچھ بندوبست کروں ۔

دوسری فصل

بہنوں بہنوں کے خط اور اُن کے جواب

(۳۵)

آپا جان !

میرے پاس تمہاری نشانی اب تک انمت (امانت) رکھی ہے ۔ کہیں سے اتنا گوکھرو نہیں جُڑتا جو اپنی اوڑھنی پر ٹانک کر نیگ لگاؤں ۔ امّاں سے کہتی ہوں تو وہ اور خفا ہوتی ہیں کہ میں آپ کوڑی کوڑی کو حیران ہو رہی ہوں ، لڑکی کو گوکھرو کی پڑ رہی ہے ۔ ابّا جان سے اس تنگی میں منہ نہیں پڑتا جو کچھ مانگوں ۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ اللہ آنہیں جیتا رکھے ! میری بات نہیں ٹالیں گے ۔ اگر نہ بھی ہوگا تو قرض وام ہی کر کے لا دیں گے ۔ مگر آنکھوں دیکھتے اندھا نہیں بنا جاتا ۔ بی! تم نے ٹھپّہ دیا ہے تو گوکھرو بھی دو ، جو ٹانک ٹونک کر اپنی جان کو نیگ لگاؤں ۔ نہیں تو اب چار دن کو برسات آتی ہے ، نگوڑا ماند ہو کر جی سے آتر جائے گا ۔ پھر تمہارا ٹھپّہ تمہیں کو بھیج دوں گی ، میرے کس کام آئے گا ۔

(۳٦)

[جواب خط نمبر ۳۵]

بُوا !

مجھے کیا خبر تھی کہ تم نے وہ نگوڑا ٹھپّہ (ٹھپّا) ابھی تک سینت رکھا ہے ۔ اگر میں جانتی تو کبھی کا تمہارے بہنوئی سے منگا کر بھیج دیتی ۔ اب تم نے لکھا ہے ، سو وہ بازار نکلیں تو منگا دوں ۔ تم شوق سے اپنی جان کو لگاؤ ۔ پہنو ، اوڑھو ، گھس پس کر آترے ، آنکھوں سُکھ کلیجے ٹھنڈک ۔ اور جو کچھ چاہیے سو وہ بھی لکھ بھیجو کہ اب تو ساتھ کے ساتھ خرید کر بھیج سکتی ہوں ۔

(۳۷)

آپا بی !

تمھیں اپنی بہو کا نوماسہ مبارک ہو ۔ میں نے بہتیرا چاہا کہ کسی طرح اُس میں شریک ہوں ، پر کیا کروں ، کچھ لوہا کھوٹا کچھ لوہار ۔ نہ تو اتنا وقت تھا کہ خط دیکھتے ہی سوار ہوتی اور نوماسے تک پہنچ جاتی ، اور نہ آج کل ہمارے دولھا میاں کا مزاج سامان میں تھا جو اُن سے اجازت مانگتی ۔ آج چار دن سے آپ ہی آپ بگڑے بیٹھے ہیں ۔ جب باہر سے آتے ہیں تو اٹواٹی کھٹواٹی لے کر الگ جا پڑتے ہیں ۔ دیکھیے یہ جِنّ کس دن اُترتا ہے ۔

خدا کرے تمھاری بہو جلدی اپنے ہاتھ پاؤں سے چھوٹ جائے ، اور اصل خیر سے پلنگ کو لات مار کر کھڑی ہو[1] جائے ۔ انشاء اللہ چھٹی تک میں بھی چلی آؤں گی ۔ جس دن بال بچہ ہو ، مجھے تُرت خبر کرنا ۔ میں یہیں سے بیٹھی بیٹھی دعائیں مانگ رہی ہوں کہ الٰہی ! جیتا جاگتا بیٹا ہو ۔ لو اللہ نگہبان !

(۳۸)

[جواب خط نمبر ۳۷]

بُوا !

تمھیں بھی اپنی بھانج بہو کا نوماسہ مبارک ! مجھے تو خط بھیجے اٹھواڑوں گزر گئے تھے ، وقت پر نہ پہنچے تو میں کیا کروں ۔ اگر اس میں میرا قصور ہو تو پلے باندھو ۔ میں تو تمھارے

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۲۹ : ہو ۔

آنے کی خوشیاں کر رہی تھی کہ اب بی عمدہ ریل سے آترتی ہیں ، اب کوئی دم میں کہار پکارتے ہیں کہ لو سواری آتروا لو ۔ تم وہاں سے چلی ہو تو آؤ ، خالی کہار آ کر کیا کریں ۔

خانم صاحب ! تمھارے میاں کا مزاج خفقانی ہے ، ذرا آن سے ڈرتی رہنا ۔ پٹھان ُپوت گھڑی میں اولیا گھڑی میں ُبھوت ۔ ایسے لوگوں کو آن ہی کے مزاج پر چھوڑ دیتے ہیں ۔ تم آن کی کسی بات میں نہ بول آٹھا کرو ۔ ہاں میں ہاں ملانے سے کام رکھو ۔ تمھیں ساری عمر اسی رسّی سے گردن گھسنی ہے ۔ جہاں تک ہو سکے، زبان سے اَف نہ نکالو ، نہیں تو سسرال بھر میں نکٹّو بن جاؤگی ۔ جس دن لڑکا بالا ہوگا ، تمھیں تار میں (سے) خبر دوں گی ، اب کے راہ نہ دکھانا ۔

(۳۹)

اے آپا !

خیر صلّا (خیر و صلاح) ، تمھارے بچے تو اچھے ہیں ؟ تم تو اچھی ہو ؟ بھائی گھر میں ہیں یا کہیں سدھارے ؟ مجھے تو اماں جان کے مرنے سے ُسوکھا لگ گیا ۔ آپ ہی آپ دل بیٹھا جاتا ہے ۔ کچھ ایسا حال ہوگیا ہے کہ گھڑیوں اور پہروں غوطے میں پڑی رہتی ہوں ۔ دن ہے تو آن کا خیال ہے ، رات ہے تو آن کا دھیان ہے ۔ ہر وقت آن کی صورت آنکھوں میں پھرتی ہے ۔ خدا آن بہشتن کی ارواح آدھر ہی رکھے ۔ جہاں کوئی بات یاد آئی اور کلیجے پر ایک گھونسا لگ گیا ۔

کبھی تو خواب میں دیکھتی ہوں ، سفید براق پوشاک پہنے کھڑی ہیں اور سمجھا رہی ہیں کہ بیٹی ! یہ دن سب کے واسطے ہے ، ُتو کیوں اپنی جان گُھلائے دیتی ہے ۔ کبھی دیکھتی ہوں کہ

نماز کی چوکی پر بیٹھی ہیں اور یہ کہہ کر جگا رہی ہیں: ''اُٹھ بنو، اُٹھ بیوی، صاحب زادی اُٹھو، لڑکی اُٹھو، اے لو چڑیاں بولنے لگیں، نماز بھی پڑھوگی یا نہیں، منہ ہاتھ بھی دھوؤگی یا نہیں۔'' جب آنکھ کھل جاتی ہے تو پھر وہی غم، چھاتی کا جم آن موجود ہوتا ہے۔ بہتیرا ٹالتی ہوں، کسی ڈھب نہیں ٹلتا۔ اب ارادہ ہے کہ دو چار دن کو پھپی جان کے ہاں چلی جاؤں۔ وہاں چار آدمیوں کی صورت دیکھ کر دل[1] بہلے گا اور رنج بھی کٹے گا۔ آگے جو تمھاری صلاح ہو وہ کروں۔

(۴۰)

[جواب خط نمبر ۳۹]

ہاں بہن!

خیر صلّا (خیر و صلاح)، خیر و عافیت۔ بچے دعا کرتے ہیں۔ میں بھی اُن کی جناب میں شکرانہ بھیجتی ہوں۔ میاں تو آج آٹھ آٹھ دن سے جمی جم ہیں۔

اے بہن! مرنے والی تو مر گئیں، اب تم رنج پر رنج کھا کر اپنی جان کیوں ہلکان کرتی ہو۔ آخر میں بھی اسی ماں کی بیٹی ہوں۔ کیا میرے دل پر سانپ نہیں لوٹتا؟ کیا مجھے ماں کی مامتا یاد نہیں ہے؟ سب کچھ ہے، پر آدمی کو چاہیے کہ ذرا دل پر بھی قابو رکھے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو چار دن میں کونرا کر مر جائے۔ پھر چھوٹے چھوٹے بچے کس کا منہ دیکھتے پھریں۔ وہ بڑی خوش نصیب تھیں جو ہمیں تمھیں چھوڑ کر مریں۔ میری صلاح بھی یہی ہے کہ تم ضرور دو چار دن کے واسطے میرے پاس

۱۔ طبع چہارم، ص ۳۱: بھی۔

چلی آؤ یا پُھپی جان کے ہاں چلی جاؤ۔ نہیں تو اس غم میں تمھارا برا لکھا ہو جائے گا۔ اور جو کوئی بیماری لگ گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

(۴۱)

اچھی آپا !

کوئی میرا کلیجہ مسوسے لیتا ہے۔ کیا کروں، کدھر جاؤں، کس سے کہوں، کسے سناؤں؟ ایک آگ ہے کہ تمام تن بدن کو جھلسے دیتی ہے۔ پچیس برس کی عمر میں خدا خدا کر کے، ناک رگڑ کے ایک پھونسڑا دیکھا تھا، آج اللہ میاں نے اس کو اٹھالیا۔ کل تک تو اماں اماں کرتا بچھڑا سا کودتا پھرتا تھا۔ بڑی فجر کو رات والا کیا اور قبر کی گود میں جا سویا۔ ہائے میں تو یہ جانتی تھی کہ وہ مجھ کو جا کر رکھے گا۔ ہائے میں کیا کروں، ہائے میری گودیوں کے چڑھنے والے، تجھے کیا کہہ کر۔ پیٹوں۔ ہائے اللہ! میرے اتنے دنوں کی محنت لے لی۔ ہائے میں کیا جانتی تھی میرے لال کہ تم مجھ کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔کیا تو گودی میں بھی نہیں سوتے تھے، اب مٹی میں جا سوؤگے۔ کیا تو تکیوں پر سے سر پھینک دیتے تھے، اب پتھروں سے بھی انکار نہ ہوگا۔ کیا تو زمین پر پاؤں نہیں رکھتے تھے، اب بچھونا بھی چھوڑ دیا۔ ہائے ایسے روٹھے کہ دنیا کے پردے سے اٹھ گئے۔ ہے ہے میرے لال! تو ایک دفعہ تو چھاتی سے آن کر اور لگ جا۔ ہائے میرے میاں! تم نے جنگل آباد کر لیا۔ ہائے میرے میاں نے مجھے نہ بلا لیا۔ ارے میرے لال! تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلا گیا۔ ہائے اب اماں اماں کرتا کون آئے گا۔ ہائے اب کس کے لیے چیز لگا کر رکھوں گی۔ ہائے یہ لال لال

کپڑے پہن کر کس کا لال خوش ہوگا ۔ ہائے اب کونے میں کھڑا ہو کر کون کہے گا کہ ''اماں تا !'' ہائے اب کون میرے ہاتھ میں مٹھائی دیکھ کر کہے گا کہ ''اماں ہمیں !'' اچھے ننّے ! (ننّھے) منہ سے تو بول ، اچھے ننّے (ننّھے) ! آنکھیں توکھول ۔ اچھے ! دیکھ تو سہی یہ کون دکھیا رو رہی ہے ۔ اچھی پہلے تو ُتو مجھے روتا دیکھ کر آنسو پونچھا کرتا تھا ، اب ایسا کٹّر ہوگیا کہ تیرے کان پر ُجوں نہیں چلتی ۔ ہائے غضب ! ہائے غضب ! کوئی بھی اپنا نہیں ۔

آپا ! مجھ پر تو ُبری بن گئی ۔ دن بھر اُس سے دل بہلا کرتا تھا ، اب دیکھیے میرا کیا درجہ ہوتا ہے ۔ اگر اُسے کوستی تھی تو اوپری دل سے کوستی تھی ، اور مارتی تھی تو پولے پولے ہاتھوں سے مارتی تھی ۔ اوروں کی طرح دھواں دھواں نہیں کچلتی تھی ۔ میں نے پانچ برس خدمت کی اور پھر کچھ نہ دیکھا ۔ خیر خدا کو میری محنت پسند نہ ہوئی ۔ اُس کی امانت تھی ، لے لی ۔ اس میں کس کا زور ہے ، صبر اور شکر کے سوا کچھ نہیں بن پڑتا ۔

(۴۲)

[جواب خط نمبر ۴۱]

ُبوا نوروزی بیگم !

مجھے بھی تیرے بیٹے کے مرنے کا بڑا ہی قلق ہے ۔ پانچ برس کی جان ، دنیا جہان کی باتیں کرتا تھا ۔ آگے موٹا تازہ خوب صورت بھی ویسا ہی تھا ۔ اُس کا ''تھالہ اماں ، تھالہ اماں'' (خالہ اماں) کہہ کر پکارنا ایسا پیارا لگتا تھا کہ میں تم سے کیا کہوں ۔ جان ہار بچے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں ۔ یہ داغ وہ ہے کہ

خدا دشمن کے دشمن کو بھی نہ دے ۔

میں اسی دن کو پیٹتی تھی کہ دیکھ بُوا ! آٹھوں پہر کا کوسنا اچھا نہیں ہوتا ۔ خدا جانے کوئی گھڑی کیسی ہے ، کوئی کیسی ہے ۔ پر تیرے ذرا بھاویں نہیں تھا ۔ ہم نے تو جب سنا آس جل گئی زبان سے یہی منا ''اے موئے جوانہ (جوانا) مرگ ، اے موئے غارتی ' اے موئے جائیا ، اے ستیاناس گئے ، اے جان ہار ، تو دنیا کے پردے سے آجڑ جائے ، تجھے ڈھائی گھڑی کی موت آ جائے ، کسی کی آئی تجھے لگ جائے ، تیرا جنازہ دیکھوں ، تیرا مردہ دیکھوں ، تجھے پیٹوں ، اللہی تو جل جائے ، اللہی تو اپنی جوانی کا سُکھ نہ دیکھے ۔'' غرض کہاں تک کہوں ۔ صبح آٹھ کر یہی وظیفہ تھا ۔ اب تمھی ہو کہ سر پر ہاتھ دھر کر روتی ہو ۔ کرتا تو سب کچھ خدا ہے ، پر آدمی کو ہزار طرح کے وہم گزرتے ہیں ۔

چلو اب صبر کرو ۔ اللہ رکھو جان جوان ہو ، ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے ۔ خدا میاں کو زندہ رکھے ، اور بہتیرے بچے ہو رہیں گے ۔ وہ جو کہتے ہیں سہاگن کا پچھواڑے کھیلتا ہے ، وہ یہی تو بات ہے ۔ خدا کی درگاہ میں شکر کرو اور صبر سے ۔ ہو بیٹھو ۔ رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا ۔ قیامت کے دن یہی بچہ تمھیں بخشوائے گا اور اپنے ساتھ جنّت میں لے کر جائے گا ۔

اللہی ! تو اپنی خدائی کا صدقہ میری بہن کو صبر دے اور آس کا دل ٹھکانے لگا ۔

(۴۳)

آپا جان !

تم تو آتی کی آتی ہی رہیں اور میں اپنی بھاوج کے جنے میں ہو بھی آئی ۔ لگاتار سات دن تک گانا بجانا رہا ۔ آن کے ہاں کی عورتیں

سب کی سب ملنسار اور تمیزدار تو معلوم ہوتی ہیں ، مگر پھر بھی باہر کی بُو پائی جاتی ہے ۔ اللہ زیادہ کرے ، روپیہ پیسہ تو الغاروں ہے ، پر بُوا دل نہیں ۔ پیسے کی جگہ دھیلا اٹھاتی ہیں اور اس میں سے بھی بنے تو دو چار کوڑیاں بچا رکھنے کا ارادہ رکھتی ہیں ۔ پانچ دن پانوں کی وہ بلُوں بلُوں رہی کہ زردہ ہے تو چھالیہ نہیں اور چھالیہ ہے تو کتھا نہیں ۔ ہاں چھٹی کے دن دل کھول کر پیسہ اٹھایا ، سو وہ بھی سمدھیانے والوں کے دکھانے کو ۔ آج کے دن مجلس بھی اچھی جمع ہوئی ۔ لوگ بھی دور دور سے آئے ۔ ہیجڑوں ، چونے والیوں ، ڈومنیوں کا شمار نہ تھا ۔ باہر ہیجڑے تالی پیٹ رہے تھے ، گھر میں ڈومنیاں اور چونے والیاں تھئی تھئی کر رہی تھیں ۔ زچہ کے میکے سے چھٹی بھی اچھی آئی ۔ بچے کو کئی کئی جوڑے ، رضائیاں ، پوتڑے ، سوزنیاں ، دو مُہریں ، زچہ کو جوڑا ، زچہ کے میاں کو جوڑا ، دو سو روپے کا گوشوارہ زچہ کے سر سے باندھنے کو اور سو روپے کی پٹی بچے کے سر کو ۔ گہنا بھی ہزار پانسو (پانچ سو) روپے سے کم نہ تھا ۔ چاندی کے چٹے بٹے ، چاندی کی چُسنی ، چاندی کے جھنجھنے ، ایک پنگورا ، ایک پلنگڑی ، مرغیاں مرغیوں کے ٹاپے ، کوئی آٹھ دس گھی کے ہنڈے ، منوں مونگ ، منوں چاول ، غرض سب چیزیں تھیں ۔

جس وقت زچہ چھٹی نہا اور ان پٹیوں کو اپنے اور اپنے بچے کے سر سے باندھ کر دودھ پلانے بیٹھی تھی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی رانی مہارانی یا کسی ملک کی شہزادی بیٹھی ہے ۔ جب تارے دکھانے کا وقت آیا تو میں پڑ کر سو گئی ۔ سات دن کو دیکھو اور سونے کو دیکھو ، کب تک نہ سوتی ۔ کمر سیدھی کرنے کی تو فرصت تھی ہی نہیں ۔ کہاں کہ اپنی نیند سونا اور

اپنی نیند اٹھنا ۔ ہاں یہ تو میں کہنا بھول ہی گئی کہ ان پانچ دنوں میں اُن کے کنبے والوں نے خوب خوب جچّا (زچہ) گیریاں گائیں اور عجب عجب سانگ بھرے ۔

(۴۴)

[جواب خط نمبر ۴۳]

بُوا !

میرا آنا اس سبب سے نہیں ہوا کہ ایکا ایکی خلیا ساس کے دشمنوں کی طبیعت ماندی ہوگئی تھی ۔ لینے کے دینے پڑ گئے تھے ۔ خدا خدا کر کے اب آرام کی صورت دیکھی ہے ۔

چلو تم چھٹی دیکھ آئیں ، گویا میں نے ہی دیکھ لی ۔ جتنی باتیں تم نے لکھی ہیں ، مجھے تو شاید یاد بھی نہ رہتیں ، اور لکھنا تو کیسا ۔ اگر وہ جچّا (زچہ) گیریاں تمھیں یاد رہی ہوں تو مجھے بھی لکھ بھیجو ۔ تمھاری بھانجیوں کو اُن کے سننے اور یاد کرنے کا بڑا ارمان ہے ۔ لو اللہ حافظ !

(۴۵)

[جواب خط نمبر ۴۴]

آپا !

مجھے وہ سارے گیت تو یاد نہیں رہے ، مگر ہاں دو ایک یاد ہیں ۔ دیکھو اُن کا سرا یاد کر لوں تو لکھوں ۔ اے لو پہلا گیت تو یاد آ گیا ، شاید لکھتے لکھتے اور بھی یاد آ جائیں ۔ لو میری بھانجیو سنو !

جچّا گیریاں

آج جنم لیا میرے راج دلارے نے
پالنا بناؤں گی ری پالنا
گھی کھچڑی بھیجی بابل حُب رنگ
سگھڑ جچا کو میں تارے دکھاؤں گی ۔ ری پالنا

جچا نے چاہے ہیں پان کہ چادر پیک بھری
البیلی کی چادر پیک بھری
اندر ہیں سلطان کہ باہر فوج کھڑی
البیلی کی چادر پیک بھری
نکل پڑے سلطان نقاروں چوب دھری
البیلی کی چادر پیک بھری
بن کھانڈے تلوار ، جچا میری خوب لڑی
البیلی کی چادر پیک بھری

البیلے نے مجھے درد دیا ، سانولیا نے مجھے درد دیا
پاتلیا نے مجھے درد دیا
جائے کہو لڑکے کے باوا سے ، اونچی نوبت دھراؤ رے
البیلے نے مجھے درد دیا
جائے کہو لڑکے کے نانا سے ، رنگ بھری کھچڑی لاؤ رے
البیلے نے مجھے درد دیا
جائے کہو لڑکے کے ماموں سے ، ہنسلی کڑے لاؤ رے
البیلے نے مجھے درد دیا
جائے کہو لڑکے کی خالہ سے ، کُرتے ٹوپی لاؤ رے
البیلے نے مجھے درد دیا

جائے کہو لڑکے کے باوا سے ، بھانڈ بھگتی نچاؤ رے
البیلے نے مجھے درد دیا

بیرن بھیّا میں تیری ماں کی جائی
ہولر سن کر بدھاوا لیے کر آئی
بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی
چھاتی دھلائی کٹوری لوں گی تو لٹ دھلائی روپیا
پاؤں دھلن کو چیری لوں گی تو خصم چڑھن کو گھوڑا
بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی

بس بُوا ! اسی طرح کے اور بہت سے بڑے بڑے گیت تھے ۔ میرا چیتا تو اتنا بھی نہیں کہ دس پانچ یاد کر لیتی ۔

(۴٦)

واہ واہ بُوا ، صد رحمت!

تمھیں یہی چاہیے، مجھے اپنی بلا میں پھنسا کر آپ بے فکری سے امّاں جان کے ہاں جا بیٹھیں ۔ ایک تمھی تو اپنی عاقبت سنواروگی ، مجھے خدا کو تھوڑا ہی منہ دکھانا ہے ۔ بس بُوا! خدا کو مان کر جلدی آؤ اور اپنے گھر ، گھر والے کو سنبھالو ۔ مجھ سے کسی کے گھر میں نہیں بیٹھا جاتا ۔ اس آخر وقت میں بھی اُن سے نہ ملوں گی تو کیا قیامت میں ملوں گی ۔ میں آؤں تو مہاجن کے پاس سے اُن کا جمع کیا ہوا روپیہ نکال کر قرض خواہوں کو چکادوں ۔ اگر کل کلاں کو خدا نہ کرے اُن کی آنکھ بند ہو گئی اور مہاجن مُکر گیا تو قیامت میں قرض خواہ میری ماں کی بوٹیاں کاٹیں گے ۔ تمھارا کیا جائے گا ۔ تمھیں تو دین دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں ۔ اللہ کے جی ہو ، تم کیا جانو ، کیا ہوتا ہے ، اور کیا ہوگا ۔

(۴۷)

[جواب خط نمبر ۴۶]

اللہ بی فیروزی !

دنیا کے لہو ایسے سفید ہو گئے کہ تم میرے دو دن کے رہنے میں اتنی بے رخ ہو گئیں ؟ اچھا بُوا ! تمھیں وہاں رہنا بھاری ہے تو میرے بچوں کو خدا پر چھوڑ کر چلی آؤ ۔ مجھ سے تو امّاں جان کو اس حال میں چھوڑ کر نہیں آیا جاتا ۔ گھڑی ساعت کی مہمان ہیں ، ہچکی لگ رہی ہے ۔ میں تمھاری عاقبت کیوں خراب کرنے لگی ہوں ۔ آؤ تمھیں آ کر انھیں خدا سے ملاؤ ۔ مہاجن سے حساب لو ، قرض خواہوں کو چکاؤ ۔

بُوا ! تم کچھ اور گمان نہ کرو ۔ مجھے اُن کی کوڑی کوڑی اللہی مُہر ہے ۔ میں اللہ کی مست ہوں تو آپ کو ہوں اور تنگ دست ہوں تو آپ کو ہوں ۔ بس تمھیں بھی دیکھ لیا ۔ فقط

(۴۸)

بُوا !

اپنے احمد علی کو تمھاری خاطر سے بھیجتی ہوں ۔ دیکھنا ، میرا اللہ آمین کا ایک بچہ ہے ۔ اندھیرے اُجالے نہ نکلنے دینا ۔ اُس کی مانی بھی ساتھ آتی ہے ۔ تم اپنے تکہ کو دوسرے تیسرے خیر صلا (خیر و صلاح) لے کر بھیجتی رہنا ، اور میں اُس کے کوکا کو دن میں ایک دفعہ بھیجا کروں گی ۔ یہ سہی شام (سرِ شام) سے سوتا ہے اور مُنہ اندھیرے اُٹھ کر چیزی کی دھوم ڈالتا ہے ۔ کھاتا تو کیا ہے ، کچھ چڑیوں کو کھلاتا ہے ، کچھ کھنڈاتا ہے ، اپنا جی بہلا لیتا ہے ۔ حلوا سُہن (سوہن) کی ٹکیاں

اس کے ساتھ کیے دیتی ہوں ۔ اچھی! تمھیں میرے سر کی قسم ہے ! احمد علی کو اپنی جان کے برابر رکھنا ۔ ذرا آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دینا ۔ میرا دل اسی میں پڑا رہے گا ۔

(۴۹)

[جواب خط نمبر ۴۸]

بہن !

میاں احمد علی مانی کی گودی پر چڑھے ہوئے میرے گھر میں دّرانہ گھسے چلے آئے ۔ میں نے کہا ''مردوے تو آواز دے کر نہیں آتا ۔ دیکھ تو چھپنے والے بیٹھے ہیں ، اور تو منہ اٹھائے چلا آتا ہے'' تو کہنے لگا ''اچھا بی ؛ اب منہ دھانت (ڈھانک) لوں ۔'' میں نے کہا ''ہاں ڈھانک لے ۔'' تو دیکھنا اس نے آنکھیں تو بند نہ کیں ، فقط منہ پر ہاتھ رکھ لیا ۔ میں نے کہا ''واہ واہ ! تم بھی خوب ہو ! یونہی منہ ڈھانکا کرتے ہوں گے ۔'' تو بولا ''تھالہ (خالہ) اماں ! میں تو اسی تو (کو) منہ جانتا ہوں ، تا (کیا) آنتھوں (آنکھوں) تو (کو) بھی منہ تہتے (کہتے) ہیں ؟ اے لو میں تمھالے (تمھارے) منہ میں چیزی دیتا ہوں ، بھلا تم آنتھوں (آنکھوں) تے (سے) منہ سے تھا (کھا) تو جاؤ ۔'' بوا مجھ سے اس کا کچھ جواب بن نہ پڑا ، اپنا سامنہ لے کر رہ گئی ۔ ماشاءاللہ خدا اس کی عمر دے ، ابھی سے بڑوں کے کان کاٹتا ہے ۔

ایک تکہ پر کیا موقوف ہے، کوئی نہ کوئی آدمی روز تمھارے پاس خبر لے کر پہنچے گا ۔ آدمیوں کا توڑا نہیں پڑا ہے ۔ چار پیسے ڈولی پر تو مکان ہی ہے ۔ ایسا کچھ دور بھی نہیں جو کسی کو آلکسی آئے گی ۔ وہ میرا کلیجہ ہے ، میں اسے اپنی جان سے عزیز سمجھتی ہوں ۔ تم اس بات سے بے فکر رہو ۔ یہاں آتے ہی بچوں میں

اُس کا دل لگ گیا ۔ اے دیکھو دہا چوکڑی مچاتا پھرتا ہے ۔
''کیا احمد علی! تیری ماں کو کہلا بھیجوں کہ اس نے سارا گھر سر پر اُٹھا رکھا ہے ؟ ایسا چیختا ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی ۔'' اوہو جی ملی (میری) اماں تو مجھے ایسا جانتی ہی نہیں ۔ تمھالے (تمھارے) تہنے (کہنے) سے تا (کیا) ہوتا ہے ۔''

بُوا مجھے اس بات کا بڑا گلہ ہے کہ تم نے میرے گھر کو اپنا گھر نہ سمجھا ۔ بھلا موئے حلوہ سُہن (سوہن) کی بھی کچھ حقیقت تھی کہ اُس کی ٹکیاں بھی ساتھ کر دیں ۔ خیر کیا مضائقہ ہے ، اپنا اپنا وقت ہے اور اپنی اپنی بات ۔

(۵۰)

اے لے بوا !

پانچ برس پیچھے میرا سیّد جانی آیا ۔ اُسے دیکھ کر جان میں جان آ گئی ، گویا سُوکھے دھانوں پانی پڑا ۔ مجھے کب اُمید تھی کہ میں اپنی زندگی میں اُسے دیکھوں گی ، پر اُس کی خدائی سے کچھ دور نہ تھا ۔ اب میں اُس کے آنے کی شادی کرتی ہوں ۔ پرسوں پیر دیدار کا کُونڈا کروں گی ۔ تم بھی اپنے بال بچوں کو لے کر چلی آؤ اور بھانجے سے مل جاؤ ۔ پھر وہ کہاں اور تم کہاں ؟ تمھیں پوچھتا بھی تھا کہ خالہ اماں اور اُن کے بچے تو اچھے ہیں ؟ میں نے کہا ہاں میاں سب تندرست ہیں ، وہ بھی تمھارے دیکھنے کو پھڑکتی ہیں ۔

بوا ! خوشی ہوئی نہ ہوئی برابر ہے ، کُلتّہم دو اٹھوارے رہے گا ۔ اُس کا فرنگی بڑا ظلمی ہے ۔ دم بھر کی چُھوٹ نہیں دیتا ۔ بھلا اس میں کیا جی بھر کر صورت دیکھوں گی ۔ خیر مامتا نہ مانے گی تو ساتھ ہی چلی جاؤں گی ۔ کیا ہوا دو چار مہینے لدھیانے

رہ کر چلی آؤں گی ۔

(۵۱)

[جواب خط نمبر ۵۰]

آپا !

میرے بھانجے کا آنا تمھیں مبارک اور مجھے سلامت ! کیا کروں شام ہوگئی ، دونوں وقت ملنے لگے ، نہیں تو ابھی ڈولی منگا کر چلی آتی ۔ میرا جی خود اپنے بھانجے کے دیکھنے کو لوٹتا ہے ۔ دیکھیے اس خوشی میں رات کیوں کر کٹتی ہے ۔

تم نے دیکھا ؟ اب بھی بدن پر بوٹی چڑھی یا ویسا ہی دھان پان ہے ۔ چلو خدا نے تمھاری اُمید پوری کر دی ۔ اُس کی درگاہ میں شکرانہ بھیجو اور اب اُس کا کوئی اچھا سا گھر دیکھ کر کہیں ٹھکانا کردو ۔

صاحب نساء جلیبیوں کا کُونڈا ، صدقے کے ٹکے ، تیل ماش کا خوان لے کر آتی ہے ۔ اُسے رات کو وہیں ٹھہرانا اور میری طرف سے اپنے سیّد کی چٹ چٹ اوپر تلے بلائیں لینا ۔ دن نکلے تو میں بھی سواری منگا کر آن اُتروں ۔

(۵۲)

لو بُوا اور سنو !

بی خانم نے کیا اُشغلا اٹھایا ہے کہ یہ شام ہوئی اور خالہ امّاں کے بچوں کو کوسنے بیٹھ گئی ۔ بھلا بوا غضب خدا کا! میرا اُن کا باپ مارے کا بَیر تھا یا ملک ملکات (املاک) کا جھگڑا تھا یا اُن کے معصوموں نے میرا کچھ بگاڑا تھا جو میں کوستی ؟

پہلے اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ لوں تو کسی کے بچوں کو کوسوں۔
اس پتنگ چھری نے تو خوب بیرا کھیری پر کمر باندھ رکھی ہے۔
اچھی! تمھارے قربان جاؤں، تم اُن کے دل سے یہ بات دھو
ڈالنا، نہیں تو خالہ بھانجیوں میں خدا واسطے کا بیر پڑ جائے گا۔
اور اس بہتان اُٹھانے والی سے تو خدا سمجھے گا۔

(۵۳)

[جواب خط نمبر ۵۲]

بہن!

تم خانم جان کی باتوں پر نہ جاؤ، پڑا بھونکنے دو۔ وہ
انھی باتوں سے سب میں اُڈو اُڈو ہو رہی ہے۔ اُس کی جان پر
غضب ٹوٹے، اُس نے کس کس پر توتیا طوفان نہیں جوڑا۔ وہ
تو کوئی اُسے منہ نہیں لگاتا، نہیں تو یہ وہ غضب ہے کہ ایک
طوفان روز کھڑا کرے۔

اول تو خالہ اماں کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں، اور اگر
ہو بھی تو وہ ایسی نہیں ہیں کہ تیری میری لگائی بجھائی میں آ کر
تم سے بیر باندھ لیں۔ کچھ اُنھوں نے اپنے بال دھوپ میں نہیں
سفید کیے۔ آخر تم سے چار کپڑے زیادہ ہی پھاڑے ہیں۔ تم
کچھ بات منہ سے نہ نکالو، چپکی بیٹھی تماشا دیکھو، میں اسے کیسے
ناک چنے چبواتی ہوں۔

(۴۵)

کیا بہن! کل تمھارے پاس کرامت علی گیا تھا؟ وہ کہتا ہے
کہ اماں تم نے مہاجن سے روپے نکلوالیے ہوتے، خالہ سے ناحق لے

لیے - وہ تجھ مجھ پر رکھ کر ایسی ایسی باتیں سناتی ہیں کہ میرا جی جلتا ہے - کبھی تو کہتی ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں ایسی نادہندی سما گئی ہے کہ ہوتے ساتے میرے روپے اُن کے جی سے نہیں نکلتے، کبھی کہتی ہیں باپ بیٹوں کی کمائی آتی ہے اور پھر پوری نہیں پڑتی ، کبھی سناتی ہیں پھوہڑ عورتوں کے ہاں کبھی خیر ہوتی ہے نہ برکت ، سدا خرچ کی بِلُوں بِلُوں رہا کرتی ہے -

بُوا اگر تمھیں اپنے روپوں کی حاجت ہو تو آدھی رات پچھلے پہرے جب چاہو مجھ سے منگالو - تمھارے روپے دودھ پیتے ہیں ، کہیں مار میں نہیں گئے - آڑے تھڑے کو لگا رکھے تھے -

(۵۵)

[جواب خط نمبر ۵۴]

بوا !

حاشا للہ ! حاشا رحمان ! میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ تمھارا لڑکا کب آیا اور کب چلا گیا - وہ ایک جھوٹا لپاٹی متفنّی ہے - اُس کی بات کا تمھی کو اعتبار ہوگا - وہ جھوٹ نہ بولے تو اُسے روٹی ہضم نہ ہو ، پیٹ پھول جائے - اُس نے کہا کہ اور کچھ نہیں تو آؤ آج یونہی بات بناؤ کہ میں خالہ پاس گیا تھا - انھوں نے کہا کہ ایسا کیا اَوڑا پڑ گیا جو تیری میّا میرے روپے نہیں دیتی - باپ بھائی اتنا کچھ کماتا ہے اور پھر گزر نہیں ہوتی - آٹھوں پہر خرچ کی پکار رہتی ہے - خدا ایسے طوفانی بچے سے بچائے - اُسے تو خوب مینڈھے لڑوانے آتے ہیں - بُھس میں چنگی ڈال جالو دُور کھڑی -

اول تو بہن! موئے دو بِیسی روپلّی کی کائنات ہی کیا ہے ،

دوسرے جس وعدے پر تم نے لیے ہیں ، ابھی اُس میں بھی مہینوں کی دیر ہے ۔ ایسی کیا میری عقل جاتی رہی تھی جو اپنے قول قرار سے پھر جاتی ۔ ہاں یوں کہو میاں کرامت علی کو کل چھترّے آڑانے کے واسطے ضرورت پڑی ہوگی ۔ اُنھوں نے کہا کہ اور تو کوئی ڈھب نہیں بنتا ، اسی بہانے اماں کے پنجے سے روپے نکالو اور چپکے چپکے مزے اڑا لو ۔ تم اُس سے کہو کہ ُتو خالہ کے منہ در منہ کہہ دے ، میں اُن کے روپے پھینک دوں ، دیکھو تو کیا کہتا ہے ۔

(۵۶)

اچھی میری خالہ جائی !

میں تیرے واری ہو کر مر جاؤں ! اپنی ُمغلانی سے بھانجے کے انگرکھے پر ترنج بنوا دے ۔ اسے عید کی بڑی خوشی لگ رہی ہے ۔ میری ُمغلانی تو خدا جانے کہاں اُجڑ گئی ۔ دو دن کو کہہ کر گئی تھی ، آج دس دن ہونے آئے ۔ عید کا جو سرا ہے تو کوئی درزی بھی ہاتھ نہیں دھرتا ، نہیں تو اسی کو دے دیتی ۔ حد لاچار ہو کر تمھارے آدمی کو تکلیف دیتی ہوں ۔

دیکھو میں نے کبھی نہ کبھی منہ پھوڑ کر کہا ہے ، تم عید سے ایک دن آگے ُترنج بنوا کر میرے پاس بھیج دینا ۔ اور اگر انگرکھا تیار ہو کر نہ آئے گا تو تمھارا بھانجا برس کے برس دن لوٹا لوٹا پھرے گا ۔

خدا بخش رونتہ یہ خط اور انگرکھا لے کر آتا ہے ۔ اسی کے ہاتھوں جواب بھیجنا ۔ لو تمھارا خدا حافظ

(۵۷)

[جواب خط نمبر ۵۶]

بُوا !

ایسی کیا بات ہے ، میں بھی تمھاری ، مغلانی بھی تمھاری ۔ کسی غیر کا کام تو نہیں ہے ، اپنا ہی کام ہے ۔ سو دفعہ ہزار دفعہ آنکھوں سے ترنج بنا کر بھیج دے گی ۔ اور آج کل تو غیر کا کام بھی ہوتا تو میں اسے منع نہ کرتی ، کیونکہ وہ ان دنوں میں گھر کا سینا پرونا اٹھا کر کبھی کی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہے ۔ کام جو آگے نہیں ہے تو خالی بیٹھی گھبراتی ہے ۔ اس پر کیا موقوف ہے ، جب کچھ کام ہوا کرے باشوق بھیج دیا کرو ۔ خدا نے چاہا تو میرے بھانجے کا انگرکھا الوداع کو یا عید سے دو دن پہلے پہنچ جائے گا ۔ مارا مار کر کے سلواؤں گی ۔ جب تک تیار نہ ہوگا ، آٹھ پہر مغلانی پر تاکید رکھوں گی ۔ اول تو وہ خود تمھارے بیٹے کا کام چاؤ سے کرتی ہے ۔ اسے کچھ کہنے سننے کی حاجت بھی نہیں ۔ فقط تمھارا بھی اللہ بیلی ، اللہ نگہبان !

(۵۸)

کہو بُوا محمودی بیگم !

اپنی خالہ زادی (زاد) بہن کے بیاہ میں گئی تھیں ؟ کیا کیا کھایا ؟ کیا کیا دیکھا ؟ بہن ! میں یوں نہ آ سکی کہ اسی روز میرے ہاں مہمان آ گئے ، امّاں جان نے بھیجنا مناسب نہ جانا ۔ چلو جیسے تم گئیں ویسے میں گئی ۔

دولھا کیسی شکل کا تھا ؟ سمدھنیں کیسی بنی ٹھنی تھیں ؟ چڑھاوے میں کیا چڑھا ؟ تمھاری طرف سے سلامی میں کیا پڑا ؟

آن میں بھی کوئی لڑکی پڑھی لکھی تھی یا سب کی سب خدا رکھو
ہم ہی جیسی تھیں ؟ لو خدا حافظ !

(۵۹)

[جواب خط نمبر ۵۸]

بہن !

اُس روز شاموں شام تمھاری راہ دیکھی ۔ جب تم نہ آئیں تو اخیر (آخر) کو ہار کر مغرب کے لگ بھگ دادی اماں کی ڈولی میں بیٹھ لی ۔ دیکھنے کی نہ پوچھو ۔ اب تو جس محفل[1] میں جاؤ ایک نہ ایک بات نئی دیکھ کر آؤ ۔ لباس میں ، پوشاک میں ۔ وضع میں ، طریق میں روز بروز انھونی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں ، اور بوا ! تمھاری جان کی قسم کچھ وہ بھلی بھی معلوم ہوتی ہیں ۔

میں نے کئی بیویوں کو دیکھا کہ ان کے کانوں میں صرف ایک ُبندا ، ہاتھوں میں ایک ایک سونے کا کڑا ، کلیوں دار سفید ہی پیجامے ، سفید ہی ڈوپٹے ، ان پر ریشمی فیتہ لاکھ لاکھ بناؤ دیتا تھا ۔ اور بہت سی سمدھنیں ایسی بھی تھیں کہ ُتلوان جوڑے ان کے بدن پر تھے اور گہنے میں ٹوٹی پڑتی تھیں ۔ جس وقت یہ چھم چھم کر کے اتریں ، سب نے مل کر اتروایا اور عزت سے بٹھایا ۔ الائچی ، پان ، چھالیہ ، زردہ کسی چیز کی کمی نہ تھی ۔ گلوریوں پر گلوریاں کھلائیں ۔ رات کو بھی ڈومنیاں گائیں اور دن کو بھی گائیں ، مگر شرع تورے والی بیویوں نے دائرے کے سوا دوسرا باجا نہ سنا ۔

دولھا بدن کا چھریرا ، صورت کا اچھا تھا ۔ اس زمانے کی دلھنوں سے زیادہ اُسے شرم تھی ۔ کیا مقدور جو ذرا آنکھ

۱- طبع چہارم ، ص ۴۵ : مجلس ۔

اونچی کی ہو ۔ چاہا سو اُس بے چارے سے کہلوایا ، اور اس نے کہا ۔ چڑھاوے میں سر[1] سے پیر تک دُہرا گہنا ، اور سب کا سب بھاری چڑھایا ۔ شربت پلائی بھی اچھی دی ۔ یہاں سے بھی سات سو روپے کے قریب سلامی پڑی ۔ اُن کے گھر کا بچہ بچہ پڑھا لکھا تھا ۔ تم نے تو طعن سے لکھا تھا کہ ہم ہی جیسی تھیں یا ان میں کوئی لڑکی پڑھی لکھی بھی تھی ؛ میں آنکھوں دیکھی کہتی ہوں کہ اگر ہمارے کنبے میں یا ہماری ہنیلیوں میں کوئی ایسی ہوتی تو میں اس کے پاؤں دھو دھو کر پیتی ۔

جس روز برات رخصت ہوئی اُس روز کا حال سنو تو اچنبے (اچنبھے) میں رہ جاؤ ۔ صبح کے وقت ڈومنیاں گانے بیٹھیں ۔ اول تو انھوں نے بہادر شاہ دہلی کے بادشاہ کی بنائی ہوئی ایک پہیلی گائی ، اور پھر جس وقت جہیز نکلنے کی تیاری ہوئی تو منڈھا گانا شروع کر دیا ۔ اُس وقت کی نہ پوچھو ، عورتیں تو عورتیں مردوں کا یہ حال تھا کہ ڈیوڑھی میں کھڑے ہوئے دھاروں رو رہے تھے ۔ اور بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ بیٹی کی محبت آج ہی کے دن تک تھی ۔ پالا پوسا ، چھوٹے سے بڑا کیا اور دوسرے کو سونپ دیا ۔ کلیجے کا یہ حال تھا کہ اُس گیت کو سن سن کر پھٹا جاتا تھا ، یہاں تک کہ سب جہیز کا نکالنا تو بھول گئے اور لوٹن[2] کبوتروں کی طرح بِن چھری تڑپنے لگے ۔ یوں تو یہ ہندوانی گیت تھے اور اُنھی لوگوں کی ان میں باتیں تھیں ، مگر بوا میں تم سے کیا بیان کروں ، ان میں کیسا اثر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا ۔ خدا جانے پورے سمجھ میں آتے تو کیا غضب ڈھاتے ۔ میں نے جو اوپر نگاہ

۱۔ طبع چہارم ، ص ۸۵ : نک سے سک ۔

۲۔ طبع چہارم میں لفظ ”لوٹن“ نہیں ہے ۔ مرتب

کی تو کیا دیکھتی ہوں کہ کئی سمدھیانے کی لڑکیاں ہاتھوں میں
ُسرمے کا قلم اور کاغذ لیے بیٹھی ہیں اور چھپ چھپ اس گیت کو
لکھ رہی ہیں ۔ پھر تو مجھے بھی شوق ہوا ، مگر اُس وقت
قلم نہ دوات ، نہ کاغذ نہ تختی ، لکھتی تو کاہے پر لکھتی ؟ میں
اِدھر سے اُٹھ کر ان کے پاس جا کھڑی ہوئی کہ بُوا یہ کیا
لکھ رہی ہو ؟ انھوں نے کہا کہ جس گیت نے تم سب کو لٹا
رکھا ہے ، ہم اُسی کو لکھ رہے ہیں ۔ میں نے کہا ''کیا تم کو
خبر تھی کہ وہاں یہ گیت گایا جائے گا ؟'' وہ بولیں ''نہیں ، مگر ہم
ُسرمے کا قلم اور سادے کاغذ کی چھوٹی سی کتاب اپنی جان کے
ساتھ رکھتے ہیں ۔ جو بات ہمیں پسند آتی ہے یا یاد رکھنے کے
قابل ہوتی ہے ، اُس کو لکھ لیتے ہیں'' ۔ میں نے کہا ''بھلا بوا ! اس
کی نقل ہمیں بھی دوگی ؟'' انھوں نے ہنس کر کہا ''آنکھوں سے ،
ہم چلتے چلتے تمھیں دے کر جائیں گے ۔'' سو وہی گیت میں تمھیں
بھیجتی ہوں ۔ دیکھو تو کیسے اچھے اور درد کے بھرے ہوئے ہیں ۔
محمودی بیگم

پہیلی

ُسن ری سہیلی موری پہیلی ، بابل گھر میں تھی[۱] البیلی
ماتا پتا نے لاڈ سے پالا ، سمجھا مجھے بس گھر کا اُجالا ،
ایک بہن تھی ایک بھنیلی
یونہی بہت دن گڑیاں میں کھیلی ، کبھی اکیلی کبھی دوکیلی
جس نے کہا چل تماشا دکھلا ، اُس نے اُٹھا کر گودی میں لے لی
کچھ کچھ سوہے سمجھ جو آئی ، ایک جا ٹھہری موری سگائی
آون لاگے باسھن نائی ، کوئی لے روپیّا کوئی لے دھیلی

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۸۷ : گھر میں رہی ۔

بیاہ کا میرے سا جب آیا ، تیل چڑھایا منڈھا چھوایا
سالُو سوہا سب ہی پہنایا ، مہندی سے رنگ دیے ہاتھ ہتھیلی

ساسرے کے لوگ آئے جو میرے ، ڈھول دمامے بجے گھنیرے
سُبھ گُھڑی سبھ دن ہوئے جو پھیرے ، سیّاں نے موہے ساتھ میں لیلی

آئے براتی سب رنگ رس کے ، لوگ کٹم کے سب ہنس ہنس کے
چاوت تھی یہی گھر سے نکسے ، اور کے گھر میں جائے دھکیلی

لے کے چلے پی ساتھ جب اپنے ، روون لاگے پھر سب اپنے
کہا کہ تو نہیں بس کی اب اپنے ، جا بچنّی تیرا اللہ ہی بیلی

سکھی پیا کے ساتھ گئی میں ، ایسی گئی پھر وہیں رہی میں
کس سے کہوں دکھ ہائے دئی میں ، سیّاں نے موری بانہہ گہیلی

ساس جو چاہے سو ہی سناوے ، نند بھی بیٹھی باتیں بناوے
کیاہ (کیا) کروں کچھ بن نہیں آوے ، جیسی پڑی میں ویسی ہی جھیلی

جیا بیاکل ، رووت انکھیاں ، کہاں گئیں سب سنگ کی سکھیاں
شوق رنگ گڑیاں طاق پر رکھیاں ، نہ وہ گھر ہے نہ وہ حویلی

منڈھا

ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے
پربت بانس منگا مورے بابل پانوں منڈھا چھواؤ رے

بھائی کو دینی اونچی اٹریا ، ہم کو دینا بدیس
نو مہینے گرب میں راکھی ، آج نہ راکھی جائے رے

دہلیاں پربت بھئیں بابل انگنا بھیو ہے بدیس
لے بابل گھر اپنا ہم چلے پیا کے دیس

اولے[1] رے کولے گڑیاں چھوڑیں اورچھوڑاسہیلیوں کاساتھ رے
سونا بھی دینا بابل رُوپا بھی دینا ، دینا جڑت جڑاؤ رے
ایک نہ دینی سر کو رے کنگھی ساس نند بولی بول رے
ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۸۴ : طاق بھری -

تیسری فصل

ہمجولیوں اور برابر کی بہنیلیوں کے خط مع جواب

(۶۰)

بی صاحب جان !

سنتی ہو ، آج ہی تمھاری منہ بولی بہن میرے گھر آ نکلیں ۔ میں نے پوچھا ''کہو کدھر رستہ بھول گئیں جو ادھر آ نکلیں[۱]'' ؟ کہنے لگیں ''تم سے ملنے کو جی چاہا تھا چلی آئی ، کہو تو نہ آؤں ۔'' میں نے کہا ''نہیں ، تم جم جم نت نت میرے سر پر ، میری آنکھوں پر آؤ ، بیٹھو ۔'' صاحب سلامت کر کے تھوڑی دیر بیٹھنے پائی ہوں گی کہ اتنے میں کھانا تیار ہو کر آیا ، دسترخوان بچھا ، جو کچھ دال دلیا موجود تھا اُن کے آگے رکھا ۔ ہاتھ دھو دھلا کر دسترخوان پر بیٹھیں ۔ اُس وقت میں تمھاری خیرصلّا (خیر و صلاح) پوچھنے لگی ۔ بولیں کہ ''اچھی تم صبح ہی صبح تو اُن کا نام نہ لو ۔'' میں نے کہا ''ہیں ! اُن میں کیا برائی ہے ؟'' کہنے لگیں ۔ ''کیا خوب ! اے لو ، تمھیں خبر ہی نہیں ؟ بُوا وہ سو سُوموں کی ایک سُوم اور ہزار کنٹکوں کی ایک کنٹک ہیں ۔ کبھی جھوٹے ہاتھ سے کتّا بھی نہیں مارتیں ۔ میں نے دنیا کے پردے پر ایسا آدمی ہی نہیں دیکھا کہ ہوتے ساتے اپنی جان کو نہ لگائے ۔ خود بھی ترسے ، اوروں کو ترسائے ۔ بچے ہیں تو ندیدوں کی طرح تیرا میرا منہ دیکھتے پھرتے ہیں ، نوکر ہیں تو ایک ایک چیز کو پھڑکتے پھرتے ہیں ۔ میں تو ایسے پیسے کو ایسے روپے کو آگ لگا کر دھردوں ، ہوا نہ ہوا برابر ہے ۔''

بس بُوا اتنا کہنا تھا کہ میرے تن بدن میں آگ ہی تو پُھک گئی ۔ آؤں تو جاؤں کہاں ؟ تم جانتی ہو کہ میں کسی کی

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۹۴ : مہربانی ہوئی ۔

لگی لپٹی نہیں رکھتی ۔ اور تو اور اپنے باپ کی تو سنتی ہی نہیں ، کہاں کہ اس مردار کی ۔ وہ لڑاکا ہیں تو میں بھی ننگی شمشیر ہوں ۔ جھٹ کھانے پر سے ہاتھ اٹھا سنبھل سنبھلا کر ہو بیٹھی کہ لے موئی نفاختی آج تو ہے اور میں ہوں ۔ اگر تجھے ٹھیک نہ بنایا تو دنیا میں رہی ۔ میں نے کہا ''بوا ! تمھارے منہ میں خاک ، تم ایسی فال تو نہ نکالو ۔ تم سار کی سیکڑوں ان کے آگے ہاتھ پسارتی ہوئی جاتی ہیں ، اور کچھ نہ کچھ لے کر ہی آتی ہیں ۔ تمھاری وہی مثل ہے جس کا کھاؤ اسی پر غرّاؤ ۔ خدا جھوٹ نہ بلائے تو میں نے تمھی کو بیسوں دفعہ چھناچھن روپے لیتے اور ہزاروں دعائیں دیتے دیکھا ہے ۔ آج تم کس منہ سے زہر اگلتی ہو ؟ یوں کہو کہ اب کے جو کچھ نہیں ملا ، تمھارا جی جل گیا ۔ سو ہی تم ان کا گُڈا بناتی پھرتی ہو ۔ مردار بہو کا پرچھاواں تو خدا کُل جہان پر ڈالے ۔ وہ ایک کوڑی بے جا نہیں اٹھاتیں ۔ اپنا بھی آگا پیچھا سوچیں یا تم سار کی الفتیوں کا بھرنا بھرتی پھریں کہ جن کے دیے کا عذاب نہ ثواب ۔ تمھارے دیتے تو راہ چلتوں کو دے ، پر تمھیں کوڑی نہ دے ۔ آگے پیچھے میرے سامنے ان کی برائی نہ کرنا ، نہیں تو تمھی جانوگی ۔ چلو چٹخو ، لمبی بنو'' غرض اس وقت جو جو منہ میں آیا خوب ہی تو سنایا ۔ اس پر بہت جز بز ہو کر اٹھ گئیں ۔ اگر ذرا اور ٹھہرتیں تو اس سے بھی زیادہ فضیحتی کرتی ۔ یہی خوب ہوا کہ وہ پتّا توڑ کر بھاگ گئیں ۔ دیکھیے اب میرے اوپر کیا کیا طوفان جُڑتے ہیں ، اور جُڑیں تو جُڑا کرو ۔ میں کسی کی کنونڈی نہیں جو دبیل بنوں ۔ تم کہو تم سے کس بات پر بگاڑ ہوا ؟

(٦١)

[جواب خط نمبر ٦٠]

بُوا !

خدا نہ کرے ، دُور پار ، وہ نگوڑی میری منہ بولی بہن کیوں ہونے لگی تھی ۔ یوں کہو کہ ایک محلے میں رہنے سہنے سے جان پہچان ہو گئی تھی ۔ اس سے بہن بہن کہتے منہ سوکھتا تھا ، نہیں تو وہ کون اور میں کون ؟ جب تک آدمی سے آدمی کو کام نہیں پڑتا اُس کی برائی بھلائی نہیں کھلتی ۔ پہلے تو بڑی سیدھی سیدھی اور چپ چپ رہیں ، پھر جھوٹ موٹ[1] کے چھل بٹّے دکھانے شروع کیے ۔ کبھی کہتی ہوئی آئیں کہ بچوں پر تین تین دن صاف گزرتے ہیں ، کبھی روتی ہوئی آئیں کہ چوکیدار کواڑ اُتارے لیے جاتا ہے ، کبھی کہتیں قرض‌خواہوں نے دروازے کی مٹّی لے ڈالی ، کبھی کہتیں مہاجن نے میاں پر نالش کر دی ، چپڑاسی ڈھونڈتا پھرتا ہے ۔ جُھنجھیاں[2] پڑیں گی ، قید ہوگی ۔ کچھ ہو تو دے ڈالو ۔ آج برتن بکتے ہیں ، کل کپڑے بکتے ہیں ۔ میں سیدھی سادی آدمی ، ترس کھا کر کبھی دس کبھی پانچ اُن سے چھپاتی اور دے دیتی ۔ ایک دن میں نے کہا ”لاؤ دیکھوں تو یہ سچ کہا کرتی ہے یا مجھے احمق بنا کر لے جایا کرتی ہے ۔ میں نے ماما فضیلت کو چُھپواں اُن کے گھر بھیجا ۔ اُس نے جا کر دیکھا کہ کچھ بھی نہیں ، بیوی کو زبان کا مزا ہے ۔ جب تک چار آنے روز کی ملائی نہ کھالیں ، نیّت نہیں بھرتی ۔ چٹور پن نے اس

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۵۱ : ناحق ناحق کے پھپڑ دلالے کرنے لگیں ۔
۲ ۔ ایضاً : تھتکاریاں ۔

درجے کو پہنچایا ہے کہ تـوا چولھا[1] اوندھا پڑا ہے ۔ بازار[2] کے چٹھے میٹھے منگائے اور ٹھور لیے ۔ اس پر غضب یہ ہے کہ کیا مقدور جو ذرا سی چیز بچوں کو دیں[3] ۔ بلی کی طرح آنکھوں پر پنجہ رکھ آپ کھا لیں ۔ صبح کو مٹھورا بنتا ہے ، شام کو ملائی کی چکھوتیاں ہوتی ہیں ۔ وہ بے چارا کماتے کماتے تھک گیا مگر یہ اٹھاتے اٹھاتے نہ تھکی[4] ۔ ان اللوں تللوں سے قارون کا خزانہ بھی ہو تو پوری نہ پڑے ۔ جب میں نے یہ بات سنی تو ان کے دینے لینے سے ہاتھ کھینچا اور منہ لگانا چھوڑ دیا ۔ اب ان کو اختیار ہے ، چاہیں سوم بتائیں چاہے کنٹک ٹھہرائیں ۔ وہ (یہ) بندی تو اب ان کے بتولوں میں آنے والی نہیں ہے ۔ اسی کو بگاڑ سمجھو یا سنوار جانو ، اور تو کوئی بات نہیں ہوئی ۔

(٦٢)

لو بوا حمیدی بیگم !

تم تو سارے جتن کر ہاریں پر بی قریشی بیگم کو تم سے مننا تھا نہ منیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ بلی کا منہ کالا ، میں جاتی ہوں اور انھیں منا منو کر لے آتی ہوں ۔ دیکھوں وہ تم سے کیوں کر نہیں ملتیں ۔ یہ کہاں کی بات ہے کہ اگلے پچھلے گلے گزاری کے دفتر کھول کے عین شادی کے وقت اینٹھ بیٹھیں ۔ جمعہ کے دن تمھارے ہی مکان پر نہ اتاروں تو سعیدی نہ کہنا ۔ تم ان کے آنے کی تیاریاں کر رکھو ۔ اگر وہ نہ آئیں تو تمھارا ہکا ہکایا میں اپنے گھر منگالوں گی اور تم کو الٹے دس روپے گنہ گاری کے دوں گی ۔

---

۱ ۔ ایضاً : چولھے آگ ہے نہ گھڑے پانی ۔
۲ ۔ ایضاً : ''بازار کے ۔ ۔ ۔ تھور لیے'' یہ فقرہ نہیں ہے ۔
۳ ۔ طبع چہارم ، ص ۵۲ : یا میاں کو دکھائیں ۔
۴ ۔ طبع چہارم ، ص ۵۲ : یہ الٰہی خرچ کہاں سے آئے گا ۔

(۶۳)

[جواب خط نمبر ۶۲]

بہن سعیدی بیگم !

تمھارے مُنہ میں گھی شکر ! تم میری ہنیلی کو مجھ سے ملادوگی ، تو میں جانوں گی کہ تم نے مجھے مول لے کر چھوڑ دیا ۔ میں اُس گھڑی کو نہیں پاتی جس گھڑی وہ میری بات پر روٹھ کر چلی گئیں ۔ جب سے میری طرف سے اُن کے دل پر میل آیا ہے ، میں پشیمان ہو ہو کر دن میں کئی کئی دفعہ روتی ہوں ۔ اگر اماں جان پوچھ بیٹھتی ہیں کہ کیوں بیٹی ، کیا ہوا ، خیر تو ہے ؟ تو کہہ دیتی ہوں کہ بی ! آپ ہی آپ میرا دل اُلٹا جاتا ہے ۔ جب دل کھول کر بھڑاس نکال لیتی ہو تو دل ٹھکانے لگتا ہے ۔ وہ ہول دل سمجھ کر چپ ہو رہتی ہیں ۔ نہیں معلوم اُس خدا کی بندی کو کیا آن پڑ گئی ہے کہ منائے نہیں منتی ۔

بوا ! آدمی مان بھی کرتا ہے تو غیر سے کرتا ہے ۔ وہی کہاوت ہے کہ سانپ سب جگہ ٹیڑھا چلتا ہے پر اپنے گھر میں سیدھا ہی ہو کر جاتا ہے ۔ اس کے سوا اپنوں سے سب سر جھکاتے ہیں ۔ میں تو اُن کے رشتے کی بھی ہوں اور ہنیلی بھی ہوں ۔ اس دوہرے دوہرے واسطے پر یہ اُپٹکی پڑتی ہے کہ ہاتھوں کی لکیریں مٹانی چاہتی ہیں ۔ میرا آدمی بھی جاتا ہے تو یہی خبر لاتا ہے کہ اس وقت بیگم صاحبہ آرام فرماتی ہیں ۔ ابھی تو آنکھ لگی ہے ۔ اُن کا مزاج ایک طرح کا ہے ، کون جگا کر لڑائی مول لے ۔ وہ بے چارا آخر کو کھڑا کھڑا ہار کر چلا آتا ہے ۔ بھلا ایسی ضد کا کیا ٹھکانا ہے ۔

(٦۴)

لو بُوا خورشید بیگم !

کیا یاد کروگی تم بھی، ذرا ہنس لو ۔ چڑیاں نہیں بولی تھیں کہ بی توتلی قمرالنساء کی سواری آن آتری ۔ آتے ہی حکم ہوا کہ ''حسینی خانم ! تجھے اپنے دیدوں گھٹنوں کی قسم ؛ تو مجھے اپنے ہاتھوں کا صدقہ بَلا ، اُنؐ کے نام ایک پرزہ لکھ دے ۔ مگر بُوا اپنی طرف سے کچھ نہ ملائیو ۔ جو جو میں کہوں وہی وہ لکھتی جائیو ۔'' (خدا نہ کرے تم میری زبان ایسی نہ سمجھنا ، جو کچھ لکھو اُنھی بیوی کو لکھنا) ۔

''کیوں بُوا قمرن جو کہتی ہے وہی لکھتی جاؤں نا ؟''

''ہاں ہاں جو جو میں تہتی ہوں وہی لتھتی جاؤ ۔''

''اچھا بُوا ! کیا کہتی ہو ؟ ''

''لتھو''

''بُوا تُھرسید بیدم ، تھیر صلا تھیر آفیت ۔ توں بی ، میں نے تا تیا جو تم نے سب تو تو ایت ایت تَہت بھیجا، اول مجھ ندولی تو لِتے ہوئے ہاتھ دُتھے ۔ تا میں تِسی تی تنوندی تھی ، تا تِسی تا دیا دھلاتی تھی ۔ تہو تو سہی تا تھا ۔ تم نے تا سمجھ تر نہیں لیتھا ۔ بُوا تم امیل ہو تو اپنے دھل تی ہو اول میں پھتیل ہوں تو اپنے دھل تی ہوں ۔''

بُوا ! پہلے تو وہ جو جو کہتی گئیں ، میں اپنے چُپکی بیٹھی لکھے گئی ۔ جب تھوڑا سا لکھ چکی اور اُن کی طرح تُتلا کر سنایا تو بڑی تر بھِر ہوئیں ۔ ہاتھوں سے خط چھین کر پھاڑنے لگیں ۔ اب میں نئے سرے سے دوبارہ لکھتی ہوں :

"بوا خورشید بیگم !

خیر صلا خیروعافیت ، کیوں بی ! میں نے کیا کیا جو تم نے سب کو تو ایک ایک خط بھیجا اور مجھ نگوڑی کو لکھتے ہوئے ہاتھ دکھے ۔ کیا میں کسی کی کنونڈی تھی ؟ کیا کسی کا دیا کھاتی[1] تھی ؟ کہو تو سہی کیا تھا ؟ تم نے کیا سمجھ کر نہیں لکھا ؟ بوا ! تم امیر ہو تو اپنے گھر کی ہو اور میں فقیر ہوں تو اپنے گھر کی ہوں ۔ روٹھوگی تو میرا کیا لو گی ، اور دو روٹیاں سوا کھاؤگی ۔ میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو مجھ سے کیوں بولو ، کیوں اوڑھنی بدلو ۔ جب بیوی صاحب کو کوئی منہ نہیں لگاتا تو مجھ نگوڑی کو راتوں جگاتی ہیں اور کہانیوں پر کہانیاں سنتی ہیں ۔ اس وقت تو میری بات تمہاری سمجھ میں خاصی آ جاتی ہے ۔ یا یوں کہو کہ مجھے کتیا سمجھ کر بھونکایا کرتی ہو ۔ خیر بوا ! اب کیا گیا ہے ؛ ایک دن کے سو ساٹھ دن ہیں ، میں بھی ایسا بدلہ لوں کہ تم بھی یاد کرو ۔ پھر مجھ سے گلہ نہ کرنا ۔ میں نے کھلی کھلی کہہ دی ۔ فقط خدا حافظ

تمہارے ساتھ کی کھیلی
قمر النساء بلکہ تمرالنساء

(٦٥)

[جواب خط نمبر ٦٤]

بوا توتو ہوتو !

تمہارے مزاج کا بھی اللہ بیلی ہے ۔ زبان وہ کچھ ، غصہ یہ

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۴۵ : دھراتی ۔

کچھ ۔ میں نے اس لیے تمھیں خط نہیں بھیجا کہ اُس کے بدلے تمھارے ُبلانے کا ارادہ کر لیا تھا ۔ اس میں ایک پنتھ دو کاج ہو جاتے ؛ تمھاری صورت بھی دیکھ لیتی اور ہاتھوں کے ، منہ کے ، بھووں کے اشاروں سے کوئی کوئی بات بھی سمجھ لیتی ۔ اگر تمھیں خط بھیجتی اور تم اُس کا جواب لکھتیں تو ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ ہوتی ۔ وہ خط سارے گھر میں مارا مارا پھرتا مگر کوئی اُس کے مطلب کو نہ پہنچتا ۔

ُبوا ! تم کسی کی کنونڈی نہ لونڈی ، قرض دار نہ دین دار ، بھوکی نہ پیاسی ، نہ میں امیر نہ تم فقیر ، میں روٹھوں نہ منوں ۔ تمھاری بات پوری پوری سمجھتی تو نہیں مگر گردن ضرور ہلا دیتی ہوں ، اور اگر یہ نہیں کرتی ہوں تو تم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاتی ہو ۔ اس پر مجھے ترس آ جاتا ہے کہ کہیں خدا کو ُبری نہ لگے ، اس لیے اوڑھنی بھی بدلی ، بہن بھی بنایا ، کہانیاں بھی ُسنیں ، اپنا مغز بھی خالی کیا ، تمھارا مغز بھی پھرایا ۔ کیا تمھیں یاد نہیں کہ تم بیٹھی کہانیاں کہا کرتی تھیں اور بندی چین سے اور لڑکیوں سے باتیں کیا کرتی تھی ۔ جہاں تمھیں ُچپ ہوتے دیکھا اور ایک ُہنکارا بھر دیا ۔ کون کم بخت تمھیں کُتیا سمجھتی ہے ؟ میں تو ُبوا اکیلے دو کیلے کا سہارا جانتی ہوں ۔

لو خفگی جانے دو اور دو دن کو مہمان چلی آؤ ۔ مجھے ایسی پیاری ملاپ دار کہاں ملے گی جو دن بھر اپنی باتوں سے ہنساتی اور ُلٹاتی رہے ۔ ُبوا ! تم میری جگری بہن ہو ، ہنسی کی باتوں سے ُبرا نہ مان جانا ۔ میری اصل دوست دار ہو تو تم ہو اور سچی صلاح کار ہو تو تم ہو ۔ اگر تم نہ آئیں تو ناک میں تیر دے کر لاؤں گی ، اور جب کسی محفل میں نکلو گی تو ُرلا ُرلا دوں گی ۔

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۵۵ : مجلس ۔

تم تو سمجھتی ہی رہو گی ، یہاں سب کچھ ہو ہوا جائے گا ۔ دیکھ قمرالنساء! ہماری ہنیلی ہوگی تو خط دیکھتے ہی چلی آئے گی ۔

تمھاری باتوں کا مزا لینے والی
خورشید بیگم

(٦٦)

بُوا صدرن !

پُھٹکی تمھارے ڈھنگوں پر ۔ تم بڑی کاونتی بیٹی پیدا ہوئی ہو ! ماں باپ کو خوب خوش کر رکھا ہے ! ایسا تمھیں کیا جلاپا تھا کہ تم رُوٹھ کر پُھپی کے گھر جا بیٹھیں ؟ بُوا ! تمھارے جتنے تو پتھر جتنتیں جو اُن بے چاری کو صبر ہوتا ۔ نہیں معلوم تمھیں کیا کھا کر جنّا تھا جو تم اُن کی صورت سے بے زار ہو گئیں ۔ بڑے چھوٹوں کو سمجھایا ہی کرتے ہیں ۔ اگر اُنھوں نے سینے پرونے کی تقیّد (تاکید) کی تو کیا بُرا کیا ، کون سا غضب ڈھایا؟ اگر تمھارے ہاتھ میں ہنر پڑا ہوگا تو کس کے کام آئے گا ؟ تمھارے ہی کام آئے گا ۔ وہ تو اپنی بُھگت چُکیں ، تھوڑی رہ گئی ہے ، سو وہ بھی بُرے بھلے حالوں ٹیر ہو جائے گی ۔ آج مُوئے کل دوسرا دن ۔ شامت تو تمھارے نصیبوں کی ہے کہ بیوی صاحب کو کوئی پاس بھی نہیں بیٹھنے دے گا ۔ ہُنر ہوگا تو اماں ساس بھی پاؤں دھو دھو کر پیے گی ، خصم بھی آنکھوں پر رکھے گا ، نندیں بھی بچھی جائیں گی ، حق ہمسائے کی عورتیں بھی آئیں گی ، خوشامد بھی ہوگی ، خاطر بھی ہوگی ۔ اور جو یہ نہیں ہے تو کوئی یہ بھی نہیں پوچھنے کا کہ تم کس کھیت کی مُولی ہو یا کون سی ڈال کی ٹوٹی ہو ۔ ہاتھ اُٹھایا ، لونڈی باندیوں کی طرح تم کو بھی روٹی

دے دی کہ لو زہر مار کرو ، اور جانوروں کی طرح پڑ رہو ۔
تم جانتی ہو ہُنر کیا ہے ؟ بُرے وقت کا ساتھی اور اچھے وقت کا زیور ہے ۔ یہ نہ ہو تو آدمی مٹی کا تھوا ہے ، نہیں اس سے بھی بدتر ہے ۔ وہ کھانے کو تو نہیں مانگتا ، یہ تو کپڑے بھی پھاڑتا ہے اور پیٹ کو بھی مانگتا ہے ۔ صبح ہوئی اور کھانے کی دہاڑ پڑی ۔ وہی مثل ہے کہ کمانے کے نام نعوذ باللہ ، کھانے کو بسم اللہ ۔ کام چور ، نوالے حاضر ۔

تم اتنا تو سمجھو انھوں نے بُرا دن کیا ، بُری رات کی ، گیلے میں آپ سوئیں ، سوکھے میں تمھیں سلایا ، سلائی کا سیا ، گوٹا بُنا ، ٹوپیاں کاڑھیں ، راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر آنکھوں کا تیل نکالا ، اور ان ان مصیبتوں سے تمھیں پالا ۔ اس کا یہ پھل ملا کہ تم اُن کے خون کی پیاسی ہوگئیں ۔ تم کیا کرو، اس بدنصیب کا لہنا ہی بُرا ہے ۔ اس نے تمھارے پیچھے اپنی جان کھپا دی ۔ بیٹا سمجھا تو تم کو اور بیٹی جانا تو تم کو ، مگر تمھیں اتنی بھی محبت نہ ہوئی جیسے اُڑد پر سفیدی ۔ اگر یہی حال ہے تو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گی ؟ جہاں تک بنے ماں باپ کی دعا لو ۔ خدمت کرو ، اپنی عاقبت سنوارو ۔ جانتی ہو ماں کے قدموں تلے بہشت ہے ۔ اگر ان کو جلاؤ گی ، تم بھی کل نہ پاؤ گی ۔ کسی کا کچھ نہیں جائے گا ، تمھی اپنا گھر دوزخ میں بناؤ گی ۔ نو مہینے تک پیٹ سے مٹکا باندھنا پڑے گا ۔ چاند نے اپنی ماں کو سُکھ دیا تھا ، آج تک ٹھنڈا ہے ، سورج نے پانی نہیں پلایا تھا ، اب تک جلتا ہے ۔ خیر خدا کے گھر کی خدا جانے ، مگر بُوا ! خدا کو مان کر تُو ان باتوں سے باز آ ۔ ان کے پیچھے کوئی اتنا کہنے والا بھی نہ ہوگا ۔ خدا کرے میری باتیں تمھاری سمجھ میں آ جائیں اور بُری نہ لگیں ۔ ماں بیٹیوں میں پھر ویسا ہی پیار اخلاص ہو جائے ۔ یہ نہ ہو کہ

ماں بیٹیوں میں لڑائی ہوئی ، لوگوں نے جانا بَیر پڑا ۔ فقط الٰہی تو میری بہنیلی کو نیک ہدایت دے ۔ آمین آمین !

(٦٧)

[جواب خط نمبر ٦٦]

میرے ساتھ کی کھیلی ، دکھ سُکھ کی شریک بہن !

تیرا نصیحت بھرا خط آیا ۔ پڑھا ، دیکھا ، سوچا ، سمجھا ، دل کو سمجھایا ۔ جو کچھ تم لکھتی ہو وہ سب سچ ہے ۔ ماں کی خدمت جتنی ہو اُتنی تھوڑی ہے ۔ اگر وہ بازار میں کھڑا کر کے بیچ ڈالے تو منہ سے اُف نہ نکالے ۔ سینے پرونے میں پتّا مارنا اپنے تئیں سنوارنا ہے ۔ میں اُس گھڑی کو نہیں پاتی کہ اپنی ماں کو کوسنے پیٹنے بیٹھ گئی ۔ کیا کروں ، عادت سے لاچار ہوں ۔ جب کوئی دل میں چٹکیاں لیتا ہے یا طعنے مہنے سے کام نکالنا چاہتا ہے تو یہی جی میں آتا ہے کہ اپنی اور اُس کی جان ایک کردوں ۔ مجھ سے اپنے منہ کو نہیں سیا جاتا ۔ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ بی ! میرا آج کسی کام پر جی نہیں لگتا ۔ اچھی ! میں تمھارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں ، آج معاف رکھو ۔ وہ تو اس طرح کفن پھاڑ کر بولیں کہ جیسے ابھی کھا جائیں گی ۔ سچ کہوں مجھے بھی برا لگا ۔ میں نے کہا ایسی کیا بھاگڑ مچی ہے ، جو کچھ نصیبوں میں بدا ہوگا ہو رہے گا ۔ اُس وقت تو جانے کیا نیکی کے دم میں تھیں ، زہر کا سا گھونٹ پی کر چپکی ہو رہیں ، مگر دو گھڑیاں نہیں گزرنے پائی تھیں کہ پھر نیل گھوٹنا شروع کر دیا اور وہ پیٹک پٹیا ڈالی کہ سارا محلہ تَرہ تَرہ کرنے لگا ۔ جب دو کو خبر تھی ، اب دس کو ہوگئی ۔ میں کہتی تھی کہ الٰہی زمین پھٹے تو وہ بندی سما جائے ،

زہر ملے تو وہ نبختی کھا جائے۔ یا رب کسی کی آئی مجھے آ جائے۔ مگر کیا ہوتا تھا۔ جب گھر کی باتوں کو سارے جہان میں الم‌نشرح کر چکیں تو سیدھی آٹھیں ، بڑی بہن کے ہاں چلی گئیں۔ میں نے بھی روکا نہ ٹوکا۔ دوسرے دن کھانا بھیجا تو کہا ''اسی مردار کے سر مارو ، مجھے اس کے ہاتھ کی روٹی بُری ‌بست ہے۔'' اس پر میرے اور بھی آگ لگ گئی اور میں ڈولی منگا اپنی بڑی پھپھی کے ہاں چلی آئی کہ تم جانو اور تمھارا گھر۔

اب تمھارا خط دیکھ کر خدا یاد آیا۔ اپنے بکنے جھکنے سے آپ پشیمان[1] ہوئی۔ رُواں رُواں کانپنے لگا۔ خوب چیخیں مار مار کر روئی اور منہ ہی منہ پیٹا۔ اس کم بخت زبان کو کاٹ کر اور اس دل کو چیر کر پھینک دوں تو ذرا آہ نہ آئے۔ بلا سے کچھ ہی ہو ، میری ماں مل جائے۔ اچھی! اگر تم آ کر ملا دو تو بڑا ہی احسان ہو ، جنم جنم کو تمھاری لونڈی ہو رہوں۔ پھر ایسی خطا نہیں ہونے کی۔ تین گناہ خدا بھی بخشتا ہے۔ اُن کے آگے ہاتھ جوڑوں گی ، توبہ کروں گی ، پاؤں پڑوں گی۔ جس طرح ہوگا اُنھیں مناؤں گی اور اپنی خطا بخشواؤں گی۔

(٦٨)

بوا!

رات کو تو ایسا امن چین آیا کہ سارا گھر ہل گیا ، چھت کی کڑیاں چڑ چڑ بولنے لگیں۔ جتنی بیویاں کھڑی تھیں ، جھپاک سے بیٹھ گئیں۔ کوئی تو ''جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو'' کہنے لگی ، کوئی ''کریما کرم کرو ، رخیا رحم کرو'' پکارنے

۱۔ طبع چہارم ، ص ۵۹ : نادم۔

لگی ، کسی نے کہا ''الٰہی خیر ، الٰہی خیر"۔ زمین تھر تھر کانپنے لگی ۔ کوئی بولی آسمان کا ہے ، کوئی بولی نہیں زمین کا ہے ۔ میں نے پوچھا ''اچھی اماں جان ! یہ کیا تھا جو زمین اوپر تلے ہونے لگی ؟ سب کی سِٹّی بھول گئی ۔ چڑیاں گر پڑیں ، کڑیاں بولنے لگیں ۔'' اُنھوں نے کہا ''بیٹی بہن ! اسے بھونچال بھی کہتے ہیں اور زلزلہ بھی کہتے ہیں ۔ اس سے خدا اپنی اماں میں رکھے ۔ اگر ذرا سی دیر ٹھہر جائے تو تلے کی زمین اوپر ہو جائے ۔ کہتے ہیں زمین کے اُدھر نیچے ایک گائے ہے ، وہ بے چاری ہم کو تم کو ، پہاڑوں کو ، درختوں کو ، زمین کو ، مکانوں کو اپنے ایک سینگ پر لیے کھڑی ہے ۔ جب لوگ گناہ کرتے ہیں ، بیٹیاں ماں سے ، بیٹے باپ سے لڑتے ہیں ، بری بری حرکتیں ہوتی ہیں تو وہ گائے گناہوں کے بوجھ سے تھک کر اپنا سینگ بدلتی ہے ۔ اس سے ساری زمین ہل جاتی ہے ۔ اگر اس میں کوئی گر پڑتا ہے تو کوئی ہاتھ پاؤں سے کنونڈا ہو جاتا ہے ۔ پھر جنم بھر اچھا نہیں ہوتا ۔'' میں نے کہا ''ہاں اماں یہی بات ہے ۔'' بولیں ''بوا ! اسی لیے تو بیٹھ جاتے ہیں ۔ نہیں تو بھاگ کر باہر نہ چلے جاتے ۔ جب قیامت ہوگی تو سنا ہے جب بھی روز روز بھونچال آئے گا ۔''

بوا ! ان باتوں سے میرا ایمان کانپ گیا ۔ میں نے تو یہ بات سن کر جھوٹ بولنا ، گڑیاں کھیلنا ، ماں باپ سے لڑنا جھگڑنا ، کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنا ، دل میں کِنا رکھنا ، بیر باندھنا ، ایک سرے سے سب چھوڑ دیا ۔

میری بوا ! میری بہن ! میری دوست دار ! تم بھی ان باتوں پر خاک ڈالو ۔ سب مل جل کر رہو ، نمازیں پڑھو ، روزے رکھو ، اس کی جناب میں روؤ ، گڑگڑاؤ ، توبہ کرو ، گناہ بخشواؤ ، اللہ لو اللہ بیلی ۔ فقط

(٦٩)

[جواب خط نمبر ٦٨]

ملاپ کی پکتی ، دل کی سچّی ، بھولی بھالی بہن !

تمھارے ہاتھ کا لکھا پہنچا ۔ کچھ ہنسی آئی ، کچھ محبت آئی ۔ ہنسی تو تمھاری الٹی سمجھ پر تھی اور محبت تمھارے بھولے پن پر ۔ بلکہ نیک باتیں اختیار کرنے پر تو اور بھی پیار آیا ۔ میں تمھاری بوا ! تمھاری دوست دار ہوں ۔ ان سب باتوں کو مانتی ہوں اور اپنا ایمان جانتی ہوں ۔ گڑیاں توڑ مروڑ کر پھینک دیں ، جھوٹ کو جھوٹوں نہیں بولتی ، ماں باپ پر بھول کر زبان نہیں کھولتی ۔ کسی کو برا جانوں نہ برائی کروں ۔ نماز بھی پڑھتی ہوں ، روزے بھی رکھتی ہوں ، توبہ بھی کی ، استغفار بھی کی ، پر بھونچال کی تحقیق میں دھکڑ پکڑ رہی ۔ یہ بات اچھی طرح جی کو نہیں لگی ۔ پڑھے گُنے کچھ کہتے ہیں ، ہم کچھ سمجھتے ہیں ۔ ہماری سمجھ جو اوندھی ہے تو اوندھی ہی اوندھی باتیں سوجھتی ہیں ۔ ہماری شرع جو نرالی ہے تو نرالے ہی مسئلے چھٹتے ہیں ۔ اب کے بھونچال آئے اور میں جان بوجھ کر گروں اور دیکھوں کہ میرا کون سا ہاتھ ، کون سا پاؤں ٹوٹتا ہے اور کون سا رہتا ہے ۔

میں نے تو یوں سنا ہے کہ جس طرح زمین کے اوپر رنگ برنگ کے پہاڑ ہیں ، اسی طرح اس کے نیچے لوہے تانبے اور گندک کی کانیں ہیں ۔ جہاں الغاروں گندک یا اس کی بڑی کان ہوتی ہے وہاں سے تنور کی طرح آگ کے شعلے نکلا کرتے ہیں اور جہاں تھوڑی گندک ہوتی ہے وہاں کے کنوؤں کا پانی کھولا کرتا ہے ۔ بہت سے پہاڑوں سے ایسی آگ نکلا کرتی ہے کہ معاذاللہ! اس کی لپٹ کسی پرند کو اوپر سے اڑ کر نہیں جانے دیتی اور اگر جائے تو جل بھن کر کباب ہو

جائے۔ اور آدمی ذات کو تو کوسوں پرے سے کہتی ہے کہ وہیں رہو۔ جب کسی ملک میں آگ کا نیا پہاڑ نکلتا ہے تو شہر کے شہر غارت غول ہو جاتے ہیں۔ ڈھونڈے خاک نہیں ملتی۔ زمین کا پردہ پھٹ جاتا ہے، تہلکہ مچ جاتا ہے۔ اس صدمے سے زمین کو جو لرزہ ہوتا ہے، اسی کو زلزلہ، اسی کو بھونچال، اسی کو امن چین کہتے ہیں۔ جب بھونچال آیا کرے تو جان لیا کرو کہ یا تو کوئی آگ کا نیا پہاڑ نکلا ہے یا کسی پہاڑ کی آگ ایکایکی اٹھی ہے۔ اس نے زمین کو ہلا مارا ہے۔ تم دیکھتی نہیں ہو جب بچے زمین میں سرنگ لگاتے یا آتش بازی کا گولہ زمین میں گاڑ کر آگ دیتے ہیں یا کہیں توپ چھوٹتی ہے تو زمین کیسی کانپنے لگتی ہے۔ جہاں سے لاکھوں کروڑوں من آگ ایک دفعہ نکلے وہاں کا کیا حال ہوگا۔ جن ملکوں میں اس طرح کے بہت سے پہاڑ ہیں وہاں آئے دن بھونچال آتا رہتا ہے۔ گرتے بھی ہیں، پڑتے بھی ہیں۔ نہ ہاتھ رہتا ہے نہ پاؤں ٹوٹتا ہے۔ ہاں ضرب بے ضرب گرو یا اونچے پر سے کُودو تو وہ بات دوسری ہے۔

بوا تمھیں قسم ہے میرا خط کسی کو دکھا نہ دینا، نہیں تو بیویاں منہ جوڑیں گی، چرچا ہوگا، پیچھا چھڑانا مشکل پڑ جائے گا۔ اور اگر تم نے اس پر بھی دکھا دیا تو یاد رکھنا میں صاف مُکر جاؤں گی اور ساری باتیں تمھی پر ڈال دوں گی۔

میں تمھیں یہ خط لکھ چکی تھی کہ میری استانی جی آ گئیں۔ انھوں نے ایک بات اور بھی بتائی۔ وہ کہتی ہیں زمین جو گردش کرتی رہتی ہے تو اس سے اندر ہی اندر آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ جب وہ ایک بارگی اپنا رستہ کر کے نکلتی ہے تو اس کے زور سے زمین ہل جاتی ہے، آگے خدا کے گھر کی خدا جانے۔ فقط

کیوں بوا عقل کی سردار !
ہماری پہیلیاں بوجھتی ہو ؟ اگر سب کی سب بتا دو گی اور
اتا پتا نہ پوچھوگی تو میں تمھاری لونڈی ہو رہوں گی ، اور جو نہیں
بتاؤگی تو تمھیں اپنی لونڈی بنا چھوڑوں گی ۔ لو ذہن اڑا کر اور کان
لگا کر سنو :

پہیلیاں

چٹھی

دیس بدیس پھرے اک ناری جن دیکھی آن چیری پھاڑی
دیکھو لوگو ! الٹا دور گونگی آپ ، بکاوے اور

مونڈھا

سر پر جالی ، پیٹ سے خالی ، پسلی ایک سے ایک نرالی
مجھ کو آوے یہی پریکھ ، پیر نہ گردن مونڈھا ایک

آنکھیں

بسیں سامنے اندر بھید رنگ ہے ان کا سیاہ سفید
دھن کو دیکھ لبھائی ہیں کیا سونا لینے آئی ہیں

ناک

ناری ایک پرکھ ہیں دو ، ایک چلے اک رہوے سو
ہردم نار کو یہ ہے سانسا ، ان دونوں کا ایک ہی باسا

کان

ایک ہی شکل اور ایک ہی نام ، بیچ میں ان کے رہتا کام
بول نہ جانیں سنتے سنگ ، ان دونوں کے بیچ سرنگ

کنگھی

ایک نار کے پیٹ نہ آنت ، اوپر نیچے دانت ہی دانت
منہ سے لیوے جان نکال ، کس کے سر پڑے وبال

آئینہ

سامنے آوے کر دے دو   مارا جائے نہ زخمی ہو

آرسی مصحف

تریا بیٹھی ہو بہو ، چپکی بیٹھی روبرو
دو ملے جدائی نا ، پر بات بیچ میں آئی نہ

زعفران

ہری تھی وہ ہر کی ، چولی پہنے زر کی
آ سوداگر مول کر ، سونا دوں گی تول کر

جامن

کاجل کی کجلوٹی ، اودوں کا سنگار
ہری ڈال پر بٹیا بیٹھی کوئی ہے بوجھن ہار

لال مرچ

بن سے نکلی پیا پیاری ، کر دلہن کا بھیس
سُوہا جوڑا اُس نے پہنا ، سبز کلاہ ہمیش

ناخن

سرخ سفید ہے اُس کا رنگ ، لاگ رہے وہ تریوں سنگ
چوری کی نا خون کیا ، سر کیوں اُس کا کاٹ لیا

آری

ایک نار وہ دانت دنتیلی ، پتلی دبلی چھیل چھبیلی
نت اٹھ اس کو لاگے بھوک، سوکھے ہرے چباوے روکھ
کیوں ری سکھی کہاں پاؤں ادھر آری میں تجھے بتاؤں

نیم کی نبولی

ایک نار ترور سے اتری ، ماں سے جنم نہ پایا
باپ کا نام جو اس سے پوچھا ، آدھا نام بتایا
آدھا نام پدر کا خسرو ، کون دیس کی بولی
اس کا نام جو اس سے پوچھا ، اپنا نام نہ بولی

مینا

ایک نار ترور سے اتری سر پر وا کے پاؤں
ایسی نار کنار کو میں نا دیکھن جاؤں

(۷۱)

[جواب خط نمبر ۷۰]

ہاں بوا ! دور بیٹھی چترائی کرنے والی !

اس شرط سے بوجھتی ہوں کہ اگر آدھی پہیلیاں بتا دوں تو آدھی لونڈی ہو رہنا اور چوتھائی بتا دوں تو چوتھائی ۔ یعنی اگر آدھی بتاؤں تو ہر مہینے میں پندرہ دن غلامی کرو ، پندرہ دن آزاد رہو اور چوتھائی بتا دوں تو سات دن بندوڑ، سات دن آزاد ۔

بوا ! یہ تو کہنے کی باتیں ہیں ۔ ساری پہیلیوں پر ایک ڈھولی ، آدھی پر آدھی ،چوتھائی پر چوتھائی بھیج دینا ۔ لو بتا ہی دوں ؛ پہلی

پہیلی کی بُوجھ کیا ہے ، یہ تو وہی چیز ہے جو تم نے مجھ کو لکھی ہے ۔ دوسری بھی بتا دوں ، اس کا نام اسی میں موجود ہے ۔ تیسری نہیں بتائی جاتی ۔ چوتھی کے یہ معنی کہ ناک ہو تو ڈوب مرو ۔ چھٹی بھی کہہ دوں ؛ وہی ہے جو دوسروں کے سر کی کرے تو بیر پڑ جائے ۔ پانچ کی بُوجھ اکٹھی لکھے دیتی ہوں :

نمبر ۹ زعفران ۔ نمبر ۱۰ جامن ۔ نمبر ۱۱ لال مرچ ۔ نمبر ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ان کے نام انھی میں دھرے ہیں ۔ کہو تو اب تو پونی لونڈی سے زیادہ ہوگئیں ۔ یہی لکھ کر بھیجا کروں گی ۔ اب میری پہیلیاں بتا کر یا تو آزاد ہو یا ڈولی کر کے خدمت کرنے چلی آؤ ۔ نہیں تم پان ہی بھیج دینا ، مجھے یہ بھی بہت ہوں گے :

پہیلیاں

چھالیہ

ذرا سی بٹیا ، گلیلہ سا پیٹ   آوے گا رُجوا پھاڑے گا پیٹ

چراغ کی بتی

ایک نار نے اچرج کینا   سانپ مار کے تال میں دینا
الٹا سانپ تال کو کھاوے   تال سوکھے تو سانپ مر جاوے

پٹ (کواڑ)

دو پُرکھ آپ آپ کو ٹھاڑے   جب ملیں جب نت کے گاڑے
چترا ہو سو چٹ پٹ بوجھے   مورکھ کو گھربار نہ سوجھے

آنکھ

اٹھے تو ایک روگ اٹھاوے ، بیٹھے تو دکھ دے
جاوے تو اندھیری لاوے ، آوے تو سکھ لے

اُگال دان

ایک ذلیل پُرکھ ہے بینا جن دیکھا تِن تُھو تُھو کینا

آئینہ

ایک پُرکھ مندر میں بیٹھا ، انگ بھبھوت لگائے
آگے آوے تس کو کھاوے ، منہ میں سینک نہ جائے

آم

ایک ترور کا پھل ہے نر ، پہلے ناری پیچھے نر
وا پھل کا یہ دیکھو حال ، باہر کھال بھیتر بال

عینک

ایک نار دیکھن کو آوے جو دیکھے سو آنکھ لگاوے

پسینہ

دھوپ لگے سو کھے نہیں اور چھاؤں لگے کملائے
میں تجھ سے پوچھوں اے سکھی پون لگے مر جائے

چارپائی

سونے کی وہ نار کہاوے بنا کسوٹی بان دکھاوے

مشکیزہ

ہاتھ کاٹے پاؤں کاٹے، کاٹی منہ کی موُرت
زندہ اوپر مردہ ناچے، دیکھ موئے کی صورت

سنگھاڑا

ادھر کھونٹا اُدھر کھونٹا گائے مرکھنی دودھ میٹھا

آسمان اور تارے

ایک تھال موتیوں بھرا سب کے سر پر اوندھا دھرا
چاروں کھونٹ وہ تھال پھرے موتی اُس سے ایک نہ گرے

اولا

یہاں نہیں وہاں نہیں خانم کے بازار نہیں
چھیلو تو چھلکا نہیں چوسو تو گٹھلی نہیں

شہد کا چھتّا

ایک مندر سہنسر در، ہر در میں تریا کا گھر
بیچ میں واکے امرت تال، اس کی بوجھ بڑی محال

پسینہ

گرمی میں وہ پیدا ہووے، دھوپ لگے لہرائے
اے سکھی میں تجھ سے پوچھوں، پون لگے مر جائے

بوا! تم سے دو پہلیلیاں زیادہ تو ہیں مگر سب کی سب آسان ہیں۔ یہ بھی نہ بتاؤ تو ہارو جھک مارو، سارا جنگل بُہارو۔

(۷۲)

بُوا احمد زمانی !

تم نے کہا تھا کہ میں اپنی مانی سے مُکریاں لے کر بھیجوں گی ، سو میں آج تک راہ دیکھ رہی ہوں ۔ شاید تم بھول گئیں ، مجھے اُن کے سننے کا بڑا شوق ہے ۔

(۷۳)

[جواب خط نمبر ۷۲]

ہاں بہن !

میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور مجھے یاد بھی تھا ، مگر مانی چاندنی چوک گئی ہوئی تھی ۔ کل وہ آئی ، آج تمھارا خط آیا ۔ اسی وقت لکھ کر بھیجتی ہوں ۔ تم مُکریاں لکھتی ہو ، وہ کہتی ہے ہمارے قلعے میں تو اُن کو سہیلیاں کہا کرتے تھے :

مُکریاں

ڈھول

وہ آوے جب شادی ہووے　اُس بن دوجا اور نہ کوئے
میٹھے لاگیں وا کے بول　اے سکھی ساجن! نا سکھی ڈھول

راگ

ایک سجن مرے دل کو بھاوے
جا سے مجلس بھلی سہاوے

سووت سنوں آٹھ دوڑوں جاگ
اے سکھی ساجن! نا سکھی راگ

پیسہ

راہ چلت میں پڑا جو پایا کھوٹا کھرا نا پرکھایا
کھویا جائے تو ہووے کیسا اے سکھی ساجن! نا سکھی پیسا

نمک

سرب سلونا سب گن نیکا وا بن سب کچھ لاگے پھیکا
واکے سر پر ہووے کون اے سکھی ساجن! نا سکھی لون

(۷۴)

میری دل جان بوا رحمت بیگم!

تمھاری جان کی قسم آج تو تم مجھے رہ رہ کر یاد آ رہی ہو۔ ہائے اس برسات کے موسم میں ساری سہیلیاں ہم جولیاں موجود ہوں، ایک تمھارا دم نہ ہو۔ میرے آنے کی نہ پوچھو کہ میں تمھیں چھوڑ کے یہاں کیوں کر چلی آئی۔ کسی بات کا سان گمان بھی نہ تھا۔ ایکا ایکی یہ ہلہلا اٹھا کہ حضور[1] پرسوں خواجہ[2] صاحب سوار ہوں گے۔ کل سے عملہ دخلہ روانہ ہوا، آج رتھوں کا تانتا جا رہا ہے جس میں محل کے کارخانوں کی نوکریں چاکریں وغیرہ سب جا رہی ہیں تاکہ سارا سامان وہاں ٹھیک ٹھاک کر رکھیں۔ کل خاصگی رتھوں، نالکیوں، پالکیوں میں بیگماتیں جائیں گی، پرسوں

۱۔ بہادر شاہ بادشاہِ دہلی۔

۲۔ قصبہ مہر ولی جہاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آسودہ ہیں۔ مرتّب

منہ اندھیرے تاروں کی چھاؤں حضور سوار ہوں گے ۔ سلامی کی توپیں اور پلٹنیں قلعے کے دروازے پر حاضر رہنے کا اور سب مصاحبوں کو مع گھربار وہاں چلنے کا حکم دے دیا گیا ۔ لاچار مارا مار کر کے ابا جان کے ساتھ میں بھی خواجہ صاحب چلی آئی ۔ تم کو بلا نہ سکی ، نہیں تو میں اور تم کو لے کر نہ آتی ؟ تمھارے بغیر مجھے کل پڑتی ؟

یہاں آ کر عجب سماں دیکھا ۔ کالے کالے بادل جھوم جھوم کے آ رہے ہیں ۔ گھٹا گھنگور چھائی ہوئی ہے ۔ کبھی دھواں دھار چھاجوں برستا ہے ، کبھی بھوئیوں بھوئیوں برسنے لگتا ہے ، کبھی پھوار پڑنے لگتی ہے ۔ جگنو چمک رہے ہیں ، مور جھنکار رہے ہیں ، کوئل کُوک رہی ہے ، پپیہا پیہو پیہو بول رہا ہے ، خوش آواز جانور چہک رہے ہیں ، چاروں طرف سبزہ لہک رہا ہے ، جھرنے میں سے پانی جھر رہا ہے ، چدّر چل رہی ہے ، حوض چھلک رہا ہے ۔ فوارے چُھوٹ رہے ہیں ، تالاب ابل رہا ہے ، ننھے ننھے بچے کود رہے ہیں ، کوئی سیدھا آتا ہے ، کوئی سر کے بل ۔ امرّیوں میں جھولے پڑے ہوئے ہیں ، کڑھائیاں چڑھ رہی ہیں ۔ کوئی کھاتا ہے ، کوئی چھینتا ہے ، کوئی پھینکتا ہے ۔ کہیں بیسنی کی بہار تھی ، آم کے اچار کی پکار تھی ۔ کوئی تماشا دیکھ رہی ہے ، کوئی گر پڑی اور پھسل پڑی ، کیچڑ میں لت پت ہو گئی ، اسی وقت دوسری پوشاک بدلی ۔ کسی نے آم توڑے ، کسی نے پھول چنے ۔ کسی نے بالیاں بھریں ، کسی نے کنٹھے گونتھے ۔ کہیں عورتوں کے غول کے غول کھڑے ہیں ، کہیں چار چار سہیلیاں آواز ملا کر گا رہی ہیں ۔ دو جھولتی ہیں ، دو جھلا رہی ہیں ۔ کوئی گر پڑی ، کوئی آپ بھی گری ، اور کو بھی لے گری ۔ کسی نے ایک پوشاک بڑھائی ، دوسری منگائی ۔ کوئی آسمان کو دیکھ کے کہنے لگی ،

بھئی کیا بہار کی کہان نکلی ہے ۔ اس کی رنگتوں کو دیکھو جیسے اللہ میاں نے اپنے ہاتھ سے رنگا ہے ۔ نگوڑا رنگریز کیا رنگ سکے گا۔ کوئی بولی ہمیں اودا رنگ بھایا ، کوئی بولی ہم نے تو شفق کا رنگ لیا ۔ ایک ہنسی سے بولی ۔ اچھا بھئی دیا کسی کو لال کسی کو گلابی پسند آیا ۔

اتنے میں شام ہو گئی ۔ جسولنیوں نے آواز دی : ''چلو صاحبو! محل میں چلو ۔'' حضور ہوادار میں ، ملکۂ زمانی تام جھام میں اور سب شہزادے شہزادیاں ساتھ ساتھ محلوں میں داخل ہوئے ۔ سب نے خاصہ نوش فرمایا ۔ ایک ایک گلوری منہ میں دبائی اور پھر جھولا جھولنے گیت گانے چلی آئیں ۔ اب پندرہ دن تک جھرنے کا اور تالاب اور بھول بھلیّاں کا زنانہ رہے گا ۔ تالاب میں رات کو نواڑوں میں بیٹھ کے چاندنی رات میں پانی کی سیر دیکھیں گے ۔ جب پنکھے کے دن آئیں گے ، زنانہ موقوف ہو جائے گا ۔ محلوں میں بیٹھ کے جھروکوں میں سے پنکھے کی سیر دیکھیں گے ۔ اگر دو چار ہی دن کو تم چلی آؤ تو ساری سیر اور پنکھا دکھا دوں اور یہاں کے وہ لچھے دار پراٹھے تم کو کھلاؤں کہ باقر خوانیوں کو بھی بھول جاؤ ۔ رتھ ، پالکی ، آدمی وغیرہ سب موجود ہیں ، جو کہو بھیج دوں ۔

لو ایک آدھ گیت بھی سن لو ، اسی خط میں لکھے دیتی ہوں ۔ گیت یہ ہیں :

گیت

گھر آئے بادر کارے چھپ گئے تارے
پیہو پیہو پپیہا پکارے گھر آئے بادر کارے

کوئل کُوکے گھنی امریاں　　ات برکھا میں پُھلرنگ سیّاں
ہرے ہرے بن میں مُرلا جھنکارے　　گھر آئے بادر کارے

گیت

میں جھیلی کاری رات　　پیا بن لاگے بوند کٹاری
پیا بن لاگے رین بھاری　　میں جھیلی کاری رات
ایک تو میں اکیلی ڈروں　　دوجے ٹھنڈے سانس بھروں
شوق رنگ کہندی کہندی میں ہاری
پیا بن لاگے بوند کٹاری

گیت

کارے کارے بدروا ، کاری رین
کہیں دیوا بالن کو جاؤں گی میں
راہ نہ جانوں ، گلیاں نہ جانوں
شوق رنگ پیا بن جیرا بے چین
کارے کارے بدروا ، کاری رین
چندا توری چاندنی اور نجر نہ آوے کوٗ
سیّاں کو ڈھونڈت مورے نین
کارے کارے بدروا ، کاری رین

گیت

اب موہے چُندری کون رنگاوے
پیا ہوتے تو میں کھم گڑاتی
سیّاں ہوتے تو ڈوری منگاتی
شوق رنگ اب مجھے چندری رنگاوے

کہو جھولا جھولوں میں کس رنگ
کہو پاگ جوڑوں میں کس سنگ
میری برہا جلائی آمنگ
میرے پیا کو کون بلاوے

گیت[1]

سکھی آئے بدروا جھوم کے ، مجھے رین اندھیری کاریاں
سب سکھیاں مل پہنچیاں ، پیا میں رہی لاج کی ماریاں
سکھی آئے بدروا جھوم کے
میری ساس نے دی ہیں گاریاں ، میری نند ہٹیلی بالیاں
کالی کوئل بھی بولے بولیاں ، مجھے رین اندھیری کاریاں
سکھی آئے بدروا جھوم کے
میری پیا بن سیجیں سونیاں ، میرے سر پر گاگر بھاریاں
میں تو درشن پی کی ہاریاں ، مجھے رین اندھیری کاریاں
سکھی آئے بدروا جھوم کے

نوٹ : چونکہ خط ہذا (نمبر ۴۷) کی عبارت ، نیز گیت از اول تا آخر اشاعت چہارم ۱۹۰۵ع میں جا بجا مختلف اور بیش و کم ہیں اس لیے ہم اشاعتِ چہارم والا خط بھی تمام و کمال اور جوں کا توں مزید دلچسپی اور معلومات کے لیے اس نسخے میں شامل کر رہے ہیں ۔ (مرتب)

---

۱ - یہ گیت بہادر شاہ بادشاہ نے جھرنے پر بیٹھے بیٹھے اپنی بہو ، مرزا بلاقی کی بیگم پر ، جن کے میاں اُن دنوں کہیں باہر تشریف رکھتے تھے ، بنایا تھا ۔ (مصنف)

(۷۲)[1]

بُوا رحمت بیگم !

قسم ہے آج تو تم مجھے رہ رہ کر یاد آ رہی ہو ۔ ہائے اس برسات میں ساری سہیلیاں ہنیلیاں موجود ہوں اور ایک تمھارا دم نہ ہو ۔ میرے آنے کی نہ پوچھو کہ میں تمھیں چھوڑ کر یہاں کیوں کر چلی آئی ۔ کسی بات کا بھی سان گمان نہ تھا ، نہیں تو میں اور تمھیں لے کر نہ آتی؟ نواب صاحب خفا ہوتے یا بگڑتے مگر میں ایک دفعہ اجازت دلوا ہی دیتی ۔

پرسوں کا ذکر ہے کہ ابّا جان کے پاس ایکا ایکی ایک چوب دار آیا کہ صاحبِ عالم بہادر ! آپ کو حضور نے یاد فرمایا ہے ۔ قطب صاحب کی تیاریاں ہیں ۔ پندرہ دن تک شمسی حوض کے جھرنے پر زنانہ رہے گا ۔ تمام بیگمیں نوکریں وہیں رہیں گی ۔ آپ کو بھی چلنا ہوگا ۔ ابّا جان جو تھے تو یہ سنتے ہی سوار ہو کر موتی محل میں پہنچے ۔ وہاں بھی وہی بات پائی ۔ حضور نے فرمایا کہ اماں ! آج چار گھڑی رات سواریاں لگیں گی ۔ تم ، تمھاری بیگم ، میری نواسی ، اُس کی سہیلیاں ، دن نکلے سے پہلے پہلے پہنچو ۔ خیر اسی حال میں کہ اندھیری جھک رہی تھی ، بجلی کوند رہی تھی ، جگنو ادھر کے اُدھر چمکتے پھر رہے تھے ، گھٹا گھنگور چھا رہی تھی ؛ میں ، میری اماں جان ، جہاں آرا ، گیتی آرا ، گل افروز ، مہر جان ، حسن جہاں ، بلقیس زمانی ، سکندر زمانی ، نورجہاں ، شاہ جہاں سب کی سب رتھوں میں سوار ہو ہو کر صبح کے لگ بھگ قطب صاحب میں پہنچیں ۔ دن جھرنے پر جا نکالا ۔ یہاں کی

---

۱ - نقل مکرر مطابق اشاعت چہارم ۱۹۰۵ع - مرتّب

کیفیت مت پوچھو۔ تالاب اُمنڈ رہا تھا ، جھرنا جاری تھا ، چَدّر چل رہی تھی، فوارے چھوٹ رہے تھے، ننھے ننھے بچے کود رہے تھے۔ کوئی سیدھا آتا تھا ، کوئی سر کے بل آتا تھا ۔ مینڈک ٹرّا رہے تھے، مور جھنکار رہے تھے۔ پپیہوں کی پی پی ، کوئل کی کُوک دل میں بیٹھی جاتی تھی ۔ طرح بطرح کے پھول کھل رہے تھے ۔ سبزہ لہلہا رہا تھا ۔ لہر بہر ہو رہی تھی ، جل تھل بھر رہے تھے ۔ کوکلا کی آواز سے چھاتی پھٹی جاتی تھی ، جھینگروں کے غل سے کان اُڑے جاتے تھے ۔ دَل کے دَل بادلوں کے چلے آتے تھے۔ ایک گھٹا آتی تھی ، ایک جاتی تھی ، گِھر گِھر کر مینہ آتا تھا اور جھوم جھوم کر برستا تھا۔ کبھی پھوار پڑنے لگتی ، کبھی موسلا دھار پڑنے لگتی ۔ کبھی تو چھاجوں پانی پڑ جاتا تھا ، کبھی پھیوں پھیوں برس جاتا تھا ۔ گھڑی کُھلتا تھا ، گھڑی برستا تھا ۔ کہیں جھولے پڑے تھے ، کہیں کھم گڑے تھے ۔ کہیں پکوان ہو رہا تھا ، کڑہائی چڑھ رہی تھی ۔ کوئی کھاتا تھا ، کوئی چھینتا تھا ، کوئی پھینکتا تھا ۔ کہیں بیسنیوں کی بہار تھی ، اچار کی پکار تھی ۔ کہیں عورتوں کا جھرمٹ کھڑا تھا ، کہیں چار چار سہیلیاں آواز ملا کر گا بجا رہی تھیں ۔ دو جھولتی تھیں ، چار جھونٹے دے دے کر جُھلا رہی تھیں ۔ کوئی اپنے ہی دم سے اکیلی ہی پینگ چڑھا رہی تھی ۔ ایک ایک کا تماشا دیکھ رہی تھی ۔ کوئی گر پڑی ، کوئی پھسل پڑی ۔ کوئی آپ بھی گری ، اور کو بھی لے گری ۔ کسی نے پائنچے چڑھائے ، پکڑنے کو ہاتھ بڑھائے ۔ کسی نے ایک پوشاک بڑھالی ، دوسری منگالی ۔ جب تھوڑا سا دن رہا تو رنگین جوڑے پہن پہن کر بادلوں کے رنگ سے رنگ ملانے لگیں ۔ کسی نے گلنار پہنا ، کسی نے گلِ شفتالو ، کوئی سرخ ، کوئی نارنجی ، کوئی سردئی ، کوئی دھانی پوشاک بدل کر امریوں میں پھرنے گئی ۔ ایک نے کہا آم توڑو ،

کسی نے کہا ٹپکے کے کھاؤ، کسی نے کہا نہیں پال کے منگاؤ۔ کوئی بولی چلو بھئی پھول چنیں گے، کسی نے کہا ہاں بالیاں بھریں گے۔ کسی نے کہا مُوا! کنٹھا بنائیں گے۔ کوئی آسمان کو دیکھ کر کہنے لگی کیا بہار کی کمان نکلی ہے۔ کوئی چُرکی دیکھ مُوا آسمان کی رنگتوں کو دیکھ، گویا اللہ میاں نے اپنے ہاتھ سے رنگی ہیں، مُوا رنگ ریز بھی کیا رنگے گا۔ کسی نے کہا ہمیں تو اُودا بادل اچھا معلوم ہوتا ہے، کوئی بولی نیلا کیا برا ہے۔ کسی نے کہا ہم نے تو شفق کا رنگ لیا، ایک ہنسی سے بول اٹھی اچھا بھئی دیا۔ کوئی لال کوئی گلابی کو دیکھ کر اش اش کرنے لگی۔

اتنے میں شام ہو گئی، خاصے کی دھوم پڑی۔ باری‌دارنیاں دوڑی آئیں "چلو سب ہاتھ لیے بیٹھے ہیں، خاصہ نوش جان فرما لو، پھر آ جانا۔" کھایا، ہاتھ دھوئے، ایک ایک گلوری منہ میں دبائی، خاص دان نوکروں کو دیے، پھر جھولنے گیت گانے کو چلیں۔ انّا، چُھو چُھو، دَدا، مانی، کوکا، کِھلائی سب کے سب اللہ، بسم اللہ، اللہ بسم اللہ، اللہ کی امان، رسول کی امان کہتی ہوئی ساتھ ہوئیں، اور اپنی سُگھڑ بھلائیاں دکھلانے لگیں۔ کوئی بولی "بیگم! دیکھنا ادھر پاؤں نہ رکھنا۔" کسی نے کہا "قربان جاؤں! ادھر نہ جانا۔ رات کو کون نام لے وہی چیز رہتی ہے"۔ "کہتی کیوں نہیں کیا رسّی کو کہتی ہے؟" "ہاں واری ہاں۔" کوئی پڑھ پڑھ کر دَم کرنے لگی، کوئی پھونک پھونک کر قدم رکھنے لگی۔ ڈرتے ڈرتے، خدا خدا کر کے جھولے تک پہنچیں۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ چاند نے کھیت کیا۔ آمین آمین ہو گئی۔ گانے شروع ہوئے:

برسات کے گیت

۱

گِھر آئے بادر کارے چُھپ گئے تارے
پیہو پیہو پپیہا پکارے گِھر آئے بادر کارے
کوئل کُوکے گھنی امّریاں اَت برکھا میں، پھلرنگ سیّاں
ہرے ہرے بن میں مرلا جھنکارے گِھر آئے بادر کارے

۲

میں جھیلی رات کاری پیا بِن لاگے بُوند کٹاری
پیا بِن لاگے رَین بھاری میں جھیلی رات کاری
ایک تو میں اکیلی ڈروں دُوجے ٹھنڈے سانس بھروں
شوق رنگ کھندی کھندی میں ہاری
پیا بِن لاگے بُوند کٹاری

۳

کارے کارے بدروا ، کاری رَین
کہیں دِیوا بالن کو جاؤں گی میں
راہ نہ جانوں ، گلیاں نہ جانوں
شوق رنگ پیا بن جیرا بے چین
کارے کارے بدروا ، کاری رَین
چندا توری چاندنی اور نجر نہ آوے کو
سیّاں کو ڈھونڈت مورے نین
کارے کارے بدروا ، کاری رَین

۴

رین سمے کل ناہیں پڑے ، دئی مارا بولے مورا
مورے پچھواڑے مرلا چگت ہے کوئی مت مارو روڑا
دئی مارا بولے مورا
روڑے کا مارا مر جائے گا مورا مجھ برہن کا جوڑا
ان مت مارو روڑا ، دئی مارا بولے مورا
میں اپنے مورا کو کڑے گھڑا دوں
گل سونے دا توڑا ، دئی مارا بولے مورا

۵

موہے جھولا ڈلا دو مہاراج امو ا کی چھیاں تلے
ہم تم مل کر پینگ چڑھاویں ، شوق رنگ مہارا سرتاج
امو ا کی چھیاں تلے

۶

جھولا کین ڈالا ہے امریاں
چار گئی تھیں بھول بھلیاں
بھولی بھولی ڈولیں پھلرنگ سیاں
جھولا کین ڈالا ہے امریاں
رین اندھیری تال کنارے ، مرلا جھنکارے
بادل کارے برسن لاگیں بوندیں پھیاں پھیاں
جھولا کین ڈالا ہے امریاں

۷[1]

اب موہے چُندری کون رنگاوے
پیا ہوتے تو میں کھم گڑاتی
سیّاں ہوتے تو ڈوری منگاتی
شوق رنگ اب مجھے چندری رنگاوے
کہو جھولا جھولوں میں کس رنگ
کہو پاگ جوڑوں میں کس سنگ
میری برہا جلائی امنگ
میرے پیا کو کون بلاوے

۸

سکھی آئے بدروا جھوم کے مجھے رین اندھیری کاریاں
سب سکھیاں مل پہنچیاں پیا میں رہی لاج کی ماریاں
سکھی آئے بدروا جھوم کے
میری ساس نے دی ہیں گاریاں میری نند ہٹیلی بالیاں
کالی کوئل بھی بولے بولیاں مجھے رین اندھیری کاریاں
سکھی آئے بدروا جھوم کے
میری پیا بِن سیجیں سونیاں میرے سر پر گاگر بھاریاں
میں تو درشن پی کی ہاریاں مجھے رین اندھیری کاریاں
سکھی آئے بدروا جھوم کے

---

۱ ۔ یہ گیت بہادر شاہ بادشاہ دہلی نے جھرنے پر بیٹھے بیٹھے اپنی بہو مرزا بلاق کی بیگم پر ، جن کے میاں ان دنوں کہیں باہر تشریف رکھتے تھے، بنایا تھا ۔ مصنّف

۹

سیّاں برکھا میں لینے آئے
ہم سکھیوں سنگ جھولن نہ پائے
چار کہار موری ڈُلیا لے آئے
حسینی پیا کو کیوں ترسائے
سیّاں برکھا میں لینے آئے
ہنڈولنا میرے کون جھلن کو سکھی آئیں
ایک تو سکھی جھولیں گانے دوجی آئی
ہمری جھلن کی ارے اے پیا باری رے
ہنڈولنا میرے کون جھلن کو سکھی آئیں

(۷۵)

[جواب خط نمبر ۷۴]

آہا ! آج کدھر کا چاند نکلا ! کیا تھا جو بیگم صاحب نے خواجہ صاحب میں جا کر مجھے یاد کیا ؟ میں اس کا بھی احسان مانتی ہوں کہ آپ ایسی سیر میں مجھے نہ بھولیں۔ برسات اور جھرنے کی کیفیت اس طرح لکھی گویا میں نے اپنی آنکھوں سے یہ بہار دیکھ لی ۔

خوب ہوا جو تم نے میرے ہاں آدمی نہ بھیجا ۔ اس دن ایک شادی میں گئی ہوئی تھی ۔ تم برسات کے گیت سن سن کر برسات منا رہی تھیں ، میں شادی کے گیتوں کو سن سن کر اپنا دل بہلا رہی تھی ۔ بھول بھلیوں اور امریوں کو دیکھ کر جس طرح تمھارا

دل شاد شاد ہوا ، اسی طرح ہمایوں کے مقبرے اور اس کی سرسبزی دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوا۔

بھلا تم نے تو میرے واسطے برسات کے گیت لکھ کر بھیجے ، میں تمھارے لیے کیا بھیجوں ؟ اس وقت تو وہی شادی کے گیت ذہن پر چڑھے ہوئے ہیں جو دو روز سے برابر سن رہی ہوں۔ ساری کیفیت لکھنے کی تو فرصت نہیں ، انھی کو لکھے دیتی ہوں ۔ سنا ہے تمھارے بھائی کی شادی بھی لگ بھگ ہے ۔ ابھی سے کان میں ڈال رکھوگی تو اس وقت سمجھ میں خوب آئیں گے ۔ فقط

بیاہ شادی کے گیت جو عورتیں گاتی ہیں :

سُہاگ

سُبھ گھڑی آیا ری بنا ، نت گھڑی آیا ری بنا
بنا بنری کے لیے سُبھ گھڑی آیا ری بنا
سیجیں مخمل کی بچھیں تکیے مشجّر کے لگے
نور کے تنبو تلے لا کے بٹھایا ری بنا
ایک تو بنا بنا ، اور بنے کے باوا بنے
چل کے دیکھو ری سکھی سب میں سوایا ری بنا
ایک تو بنا بنا ، اور بنے کے بھائی بنے
چل کے دیکھو ری سکھی سب میں سوایا ری بنا
ایک تو بنا بنا اور بنے کے چچا بنے
چل کے دیکھو ری سکھی سب میں سوایا ری بنا

سُہاگ

سُگھڑ میرے بنڑے بنو مانگے گی رنگ رلیاں
چتر میرے بنڑے بنو مانگے گی رنگ رلیاں

سُہاگ

آج کی رین سہاگ کی بنڑے کو بنایا
آج کی رین سہاگ کی بنڑے کو بنایا
گاؤ حُسبُ رنگ بدھاوا
میرے رب نے یہ دن دکھایا سنجوگ ملایا
آج کی رین سہاگ کی بنڑے کو بنایا
بنڑا بنڑی تکھت پر بیٹھے
آرسی مُصحف دکھایا
آج کی رین سہاگ کی بنڑے کو بنایا

سُہاگ

بنڑے کے واری گئی اری اے ری ماں
نوشہ کے واری گئی اری اے ری ماں
بنا میرا جب چیرا باندھے جمدھر کے واری گئی
اری اے ماں ، بنرے کے واری گئی ، اری اے ماں
بنا میرا جب جامہ پہنے ، کلغی کے واری گئی
اری اے ماں ، بنرے کے واری گئی ، اری اے ماں
آج کی رین سہاگ کی بنے آ میرے آنگنا
میرا اچھا رے بنا ، کیسریا لال بنا
بنڑے کے واری گئی اری اے ری ماں

سُہاگ گھوڑی

اے میری نیدان بنو بازوبند ڈھیلے، نین تیرے رسیلے
بازو تیرے جوشن سوہیں اور اکوں کی جوڑی
اے میری نیدان بنو بازوبند ڈھیلے، نین تیرے رسیلے

ہاتھ تیرے پہنچیاں سوہیں اور کنگن کی جوڑی
پَیروں تیرے جھانجن سوہیں اور چوڑیوں کی جوڑی
اے میری نیدان بنو بازو بند ڈھیلے، نین تیرے رسیلے

دیگر

کھائے نہ جانے پینڈیاں لاڈو میری ، باندھے نہ جانے بند
سیانی ہونے دو
باوا نے کس دیا ڈولا ، اماں بی‌بی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو
چچا نے کس دیا ڈولا ، چچی بی‌بی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو
بھائی نے کس دیا ڈولا ، بھابو بی‌بی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو
پھوپھا نے کس دیا ڈولا ، پھوپی بی‌بی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو
خالو نے کس دیا ڈولا ، خالہ بی‌بی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو

دیگر

ناجو ری گھونگٹ کھول
گھونگٹ میں تیرے چندر بست ہے
لال لگے انمول ، ناجو ری گھونگٹ کھول

گیت

آیا ری لاڈو تیرا بنا بن آیا
منہ مقنع سر سہرا براجے اچھی بنو گھر لایا

آیـا ری لاڈو تیرا بنا بن آیـا
سہرے والا ری بنا ، ہریالا ری بنا
آیـا ری لاڈو تیرا بنا بن آیـا

سہرا

سہرا بنے کا گوندھ لاؤ ری مالنیا
آؤ بوری مالن بیٹھو مورے آنگن
کر سہرے کا مول چکاؤ ری مالنیا
سہرا بنے کا گوندھ لاؤ ری مالنیا

شادیانہ

ہوئے مبارک شادی — جم جم نت نت آبادی
نت نئی ہریالی بنو — ہوئے مبارک شادی

ٹونا

ڈھائی پُونی کچا سوت — میں باندھوں ساسو کا پُوت
باندھ بوندھ کر کیا غلام — دہلی بیٹھا کرے سلام

(۷٦)

بُوا !

کہتے ہیں امی جمی کے دنوں میں جب قلعہ آباد تھا ، بادشاہ جیتے تھے ، اس آجڑی دلی میں بھی وہ رونق تھی جو آج کلکتہ میں نہیں - جس طرح انگریزوں میں بہو بیٹیاں مینا بازار لگا کر بیٹھتی ہیں اور اس میں طرح بطرح کی ولایتی اور دست کاری کی چیزیں

سجا کر اپنے ہُنر کی داد لیتی ہیں ، اسی طرح ہمارے قلعے میں بھی دستور تھا ۔ بادشاہ سلامت کی طرف سے کبھی مہتاب باغ ، کبھی حیات بخش میں زنانہ بازار لگا کرتا تھا اور تمام شہزادیاں ، بیگمیں وغیرہ وہیں آ کر جمع ہوتی تھیں ۔ غیر مردوں کی ممانعت تھی اور شہزادوں کو اجازت ، کیونکہ ان میں نہ پردہ جب تھا اور نہ اب ہے ۔ میری ایک مُنہ بولی بہن نظام الدین میں رہتی ہیں ۔ انھوں نے قلعے ہی میں ہوش سنبھالا اور وہیں پرورش پائی ۔ جب نگوڑا غدر پڑا تو انھیں میٹھا برس تھا ۔ ایسی نادان نہ تھیں جو بھول جاتیں ۔ بہت سی باتیں انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ، اور بہت سی بڑی بُوڑھیوں کی زبانی سنی ہیں ۔ ایک دفعہ انھوں نے حیات بخش باغ میں زنانہ ہو کر پنکھا چڑھنے اور بادشاہ کی طرف سے باغ لُٹنے کا حال اس مزے سے بیان کیا کہ میں تم سے کیا کہوں ۔ ان کا بیان ہے کہ :

”بادشاہی موتی محل کے آگے ایک بہت بڑا باغ تھا اور حیات بخش اس کا نام تھا ۔ بیچوں بیچ میں ساٹھ گز سے ساٹھ گز چوکور حوض ، حوض میں جَل محل تھا ۔ وہیں آمنے سامنے دو مکان ، ساون بھادوں نام ، سر سے پاؤں تک سفید سنگِ مرمر کے بنے ہوئے تھے ۔ ان میں چھوٹے چھوٹے حوض ، حوضوں میں پانی کی چادریں گرتی تھیں ۔ چاروں طرف لال پتھر کی نہریں، نہروں میں پانی جاری تھا ۔ ان کے گِرداگِرد پتھر کی گل کاری کی کیاریاں ، کیاریوں میں گیندا، گل مہندی ، گل نورنگ ، گل طُرہ کِھل رہا تھا ۔ موتیا ، چنبیلی ، جُوئی ، رائے بیل ، گلاب ، مولسری کے پھولوں سے باغ مہک رہا تھا ۔ بُلبلیں چہک رہی تھیں ، سبزہ لہک رہا تھا ۔ آم ، جامن ، انار ، امرود ، رنگترہ ، نارنگی ، چکوترہ اپنے اپنے

موسم کے پھل پھول میں لدا ہوا جھوم رہا تھا ۔ مینہ کا جھکا لگ رہا تھا ، مور جھنکار رہے تھے ، پپیہا پیہو پیہو کر رہا تھا ، کوئل کوک رہی تھی ۔

ایک دفعہ ایسے بہار کے موسم میں سب شہزادے اور شہزادیوں نے مل کر بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور باغ کے زنانے کا حکم دیں ۔ فرمایا ، ''ہوں'' یعنی ''اچھا'' ۔ اسی وقت سب نے لال جوڑے رنگوائے ، مارا مار ان پر مصالحے ٹکوائے ۔ باغ میں زنانہ ہوا ، خیمے کھڑے ہوئے ۔ حوض کے چوگرد لکڑیوں کی پاڑیں بندھیں ، ان پر فرش ہوا ۔ ایک طرف بادشاہ کا جہاں نما کھڑا ہوا ، حوض میں نواڑے چھوٹے ، دکانیں لگیں ۔ مالنیں ، پنواڑنیں ، ترکاری میوے والیاں قرینے سے بیٹھیں ۔ بڑے ، پوریاں ، پھلکیاں ایک طرف تلی جانے لگیں ۔ کبابنیں کہیں بیٹھیں ، کباب لگانے لگیں ۔ دہی بڑے والیاں ہنڈے سر پر لیے پھرنے لگیں ۔ حلوائیوں کے چھوکرے پوریاں ، کچوریاں ، مٹھائیاں بیچتے پھرنے لگے ۔ سادے کاروں ، بساطیوں کے لڑکے انگوٹھی ، چھلے اور طرح طرح کا اسباب سجا کر بیٹھ گئے ۔

اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک طرف سے بچھیرا پلٹنوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے بندوق ، توش دان لگائے قطار باندھے برابر قدم سے قدم ملائے چلے آتے ہیں ۔ دوسری طرف ننھے ننھے گولہ انداز نیلی نیلی وردیاں پہنے مٹکنا سی توپیں کھینچے لیے آتے ہیں ۔ تھوڑی دیر میں جابجا بچھیرا پلٹنوں کے پہرے لگ گئے ، توپیں الگ ایک جگہ کھڑی ہوگئیں ۔

اب بیگمیں آنی شروع ہوئیں ۔ جدھر دیکھو لال لال چوچہاتے ، جھمجھاتے جوڑے پہنے ، سونے میں پیلی ، موتیوں

میں سفید چھم چھم کرتی چلی آتی ہیں ۔ ساتھ ساتھ انّا ، ددا ، لونڈیاں ، باندیاں ہاتھوں چھاؤں اللہ بسم اللہ کرتی ، صدقے قربان ہوتی چلی آتی ہیں ۔ ایک کہتی ہے ”دیکھنا بلا لوں، صدقے گئی، واری گئی، بیچ بیچ میں چلو ، سفید چادرہ اوپر اوڑھ لو ۔ اس چھتّے میں چوٹی والا رہتا ہے اور رسّی کا بھی ڈر ہے ۔ دور پار ، شیطان کے کان بہرے ، کہیں کسی کا سایہ جھپیٹا نہ ہو جائے ، تو یہ بوڑھا چونڈا کورے اُسترے سے مونڈا جائے ۔“ رستے میں جو کسی نے بناؤ کو ٹوکا تو قہر آ گیا ۔ انّا ، ددا ، مانی پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے چمٹ گئیں ۔ ”حف تمھاری نظر ، تمھارے دیدوں میں رائی نون ۔ دیکھو تمھاری ایڑی میں کیا لگا ہے ۔ اچھی ! دیکھو کل اس کل جبی نے ایسا ہونسا ، مجھے تو آج اپنی بچی کا پنڈا کچھ پھیکا پھیکا معلوم ہوتا ہے ، ذرا اس کے پاؤں تلے کی مٹی چولھے میں جلانا ۔“

ہنسی

اب چاروں طرف باغ میں گانا بجانا ہونے لگا اور ہمجولیاں آپس میں مل کے جھولوں اور ہنڈلوں میں جھولنے لگیں اور ایک پر ایک بولیاں ٹھٹھولیاں مارنے لگیں :

ایک : آج تو اس لال جوڑے پر چوٹ ہے ۔

دوسری : پھوٹ بوا تم کو ، کون ستھرے جوڑے کو کالی گوٹ لگا کایجی پھیپڑا کر دیا ۔

پہلی : واہ ! اچھی یہ برا معلوم ہوتا ہے ؟

دوسری : خاک تمھاری ارواح ، کیا تمھیں نہیں سوجھتا ؟ دشمنوں کے دیدے پٹم ہوگئے ؟

اوہو ہو ! اچھی تمھیں ہماری جان کی قسم ، ہمارا حلوا کھائے ، ہمیں کو ہے ہے ، کر کے پیٹے جو اس بڑھیل کی دھج کو نہ دیکھے ۔ سر گالا منہ بالا ، سینگ کٹا بچھڑوں میں ملیں ، منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت ، لال جوڑا مٹکائے کیا ٹھسّے سے بیٹھی ہیں ۔ ایلو یہ اور قہر توڑا ، پوپلے منہ میں مسّی کی دھڑی ، سلامتی سے سو کھے سو کھے ہاتھوں میں مہندی بھی لگی ہوئی ہے ۔ اچھی ! یہ لال کپڑے تو خیر حضور کا حکم ہے ، مگر یہ کمبخت مہندی اور مسّی کی دھڑی جانے کیا ان کو سرتی نہ تھی ؟

لونڈیوں پر غصہ

اری گل‌بہار ! نوبہار ! کدھر اجڑ گئیں ۔ ایلو وہ باغ میں کدکڑے مارتی پھرتی ہیں ۔ بھلا ری علاّمہ ! ایسا دیدے کا ڈر نکل گیا ، کیسے تکلے کے سے بل نکالتی ہوں ۔

بچوں پر خفگی

بوا ! تم بھی کیا نین متنی ہو ، ذرا ذرا سی بات پر ٹسوے بہاتی ہو ۔ ایسا کیا نعمت کی ماں کا کلیجہ تھا جو تم ایسی بلک گئیں ۔ چھوٹی بہن تھی ، اگر اس نے آم لے لیا تو کیا ہوا ۔ آؤ میں تمھیں اور منگادوں ۔ ”ارے کا کا ! جائیو بیوی کے لیے آم جلد لائیو ۔“ ”بیگم صاحبہ ! میں ابھی دیکھ کے آیا ہوں ، اور نہیں ہیں ۔“ ”ایسا کیا باغ میں اوڑا پڑ گیا ۔ یہ موا کام چور نوالے حاضر یہیں سے بیٹھا بھیگی بلی بتاتا ہے ۔ ارے یاقوت ! تو جا ، جہاں سے ملے ابھی لے کے آ ۔ چلو آؤ من جاؤ ! بہت چوچلے نہ بگھارو ۔ اے لو وہ چھوٹی کیا کہہ رہی ہے ، ہم بھی جلے کو جلائیں گے ، نون مرچیں لگائیں گے ۔“

جس وقت چار گھڑی دن باقی رہا ، حضور کی آمد آمد کی خبر ہوئی ۔ جسولنی نے آواز دی : ''خبردار ہو !'' اتنے میں سواری آئی ۔ کہاریاں کیا بے تکان ہوادار کندھوں پر لیے چلی آتی تھیں ۔ ساتھ ساتھ خوجے مورچھل کرتے بھنڈا ہاتھ میں لیے اور حبشنیاں ، ترکنیاں ، قلماقنیاں ، اردابیگنیاں جریبیں ہاتھ میں پکڑے ، جسولنیاں آگے آگے خبرداری پکارتی چلی آتی تھیں ۔ بادشاہ کی بھی لال پوشاک ، لال ہی رنگے ہوئے ہما کے مورچھل تھے ۔ ایک دفعہ ہی بچھیرا پلٹنوں نے جم کے سلامی اتاری ۔ چھوٹی چھوٹی توپیں دھائیں دھائیں چلنے لگیں ۔ سب نے سرو قد کھڑے ہو کر آداب بجا لایا ۔ حضور اپنے جہاں نما میں رونق افروز ہوئے ۔ یہ سب حوض پر آبیٹھیں اور حوض کے چوگرد گویا گل لالہ کھل گیا ۔ پھر باغ لوٹنے کا حکم ہوا ۔ ساری بیگمیں کیسی بے تحاشا گرتی پڑتی ، تو مجھ پہ اور میں تجھ پہ ، سر پر پاؤں رکھ کے دوڑیں ۔ درختوں کو بلا کی طرح جاتے ہی لپٹ گئیں ۔ پھل پھول ، پتوں تک نوچ کھسوٹ ڈالے ۔ بیویاں جھولیاں پھیلائے نیچے کھڑی رہیں ۔ لونڈیاں باندیاں اوپر سے توڑ توڑ کے ان کی گودیوں میں ڈالنے لگیں ۔ کوئی کہتی ہے : ''اچھی میری دل شاد ! مجھے وہ رنگترہ توڑ دے ۔'' کوئی کہتی ہے : ''اچھی میری چپل (اچپل) ! تو مجھے وہ بڑا سا کھٹا توڑ دے ، میں تجھے ایک روپیہ دوں گی ۔'' ایک جو آئیں انہیں کچھ نہ ملا تو وہ کسی کی گودی ، کسی کے ہاتھ میں سے اچک لے گئیں ، یہ منہ تکتی رہ گئیں ۔ وہ بولی ''چوروں پر مور پڑے ، اپنے ہاتھ کچھ نہ آیا تو خفت اتارنے کو اوروں کا لوٹ لیا ۔ اب یہ سرخ رو چونڈا ایمان بھونڈا سب میں بیٹھ کے شیخیاں بگھاریں گی ، ہم بھی لوٹ لائے ۔ میں بھی کوس کوس کے ڈھیر کروں گی ، الہٰی ! چھریاں کٹاوں ہووے !''

جب شام ہوئی اور دونوں وقت ملے تو آپس میں کہا : ''بس صاحبو ! چلو اب حوض اور نہروں کی پٹریوں پر بیٹھ کر چاندنی مناؤ ، نواڑوں میں بیٹھ کر حوض میں پھرو ۔'' وہاں جا کر دیکھا تو کہیں ڈھولکی بج رہی ہے ، گانا ہو رہا ہے ۔ کہیں دس گھرا ، پچیسی ، قصّے کہانیاں ، پہیلیاں ، مُکریاں ہو رہی ہیں ۔ کہیں آنکھ مچولی بیٹی 'چھپّول'[1] ہو رہی ہے ۔

سات دن تک روز اسی طرح نئی سج دھج ، انوکھے کھیل ، نرالی باتیں ہوتی رہیں ۔ آٹھویں دن جمعرات کو پنکھے کی تیاری ہوئی ۔ وہ بھاری بھاری تُلواں ، نئی نئی ٹکن کے لال لال جوڑے ، ہیرے ، یاقوت ، زمرد ، موتیوں کے جڑاؤ گہنے پہنے نِک سے سُک بناؤ سنگھار کر کے سارے شہر کی عورتیں اُمنڈ آئیں ۔ باغ کے تختے میں ایک چمن کِھل گیا ۔ دیکھنے والے اش اش کرنے لگے ۔ طوطیاں ہاتھ پسارنے لگیں ۔

جب چار گھڑی دن باقی رہا ، تو چاندنی چوک کے باغ سے

---

۱ - طبع دوم ، چہارم اور ششم تینوں نسخوں میں ''بیٹی چھپّول'' ہی درج ہے ۔ ہمیں تلاشِ بسیار کے باوجود اس نام کا کوئی کھیل تحقیق نہیں ہوا ، البتہ ''بیٹا بیٹی'' کے نام سے دہلی میں ایک کھیل ضرور رائج تھا ، اور وہ یوں کہ بچے گُندھی ہوئی مٹی کی ایک ٹکیا سی بنا کر ، اُس میں چھید کر کے پتھر پر پٹختے تھے ۔ پٹختے وقت اگر آواز بڑی اور روشن نکلتی تو بچے اس کو ''بیٹا'' اور اگر آواز چھوٹی اور مدھم نکلتی تو اسے ''بیٹی'' کہا کرتے تھے ۔ اس کھیل میں چھپانے کا کوئی عمل شامل نہ تھا جسے بیٹی چھپّول پر اطلاق کیا جائے ۔ چونکہ آنکھ مچولی کے کھیل میں لڑکے لڑکیاں چھپتے چھپاتے ہیں اس لیے ممکن ہے مصنف نے آنکھ مچولی کا عُرف بیٹی چھپّول کو قرار دیا ہو ۔ مرتّب

پنکھا اُٹھا ۔ ہاتھی پر سونے کا پنکھا ، نیچے سُچّے موتیوں کی جھالر ، اُس میں سُچّے آویزے ، اوپر سونے کا مور ، اُس کے پیٹ میں گلاب کیوڑا بھرا ہوا ، پنجوں میں سے نکل نکل کر سب کو معطّر کرتا جاتا تھا ۔ آگے آگے پھولوں کی چھڑیاں ، نفیری بجتی ہوئی ، ہزارے چُھٹتے ہوئے ، سپاہیوں کے ٹمن باجا بجاتے ہوئے ۔ پیچھے سلاطین امیر اُمرا ہاتھیوں پر سوار ، دو طرفہ آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ ، اس دھوم دھام سے باغ کے دروازے پر پنکھا پہنچا ۔ سب لوگ باہر ٹھہر گئے ، سلاطین پنکھا لے کر اندر گئے ۔ حضور سوار ہوئے ، چھوٹی چھوٹی توپیں ننھے ننھے گولہ انداز دھنا دھن چھوڑنے لگے ۔ بچھیرا پلٹنیں سلامی اُتار آگے ہوئیں ۔ اُن کے پیچھے تاشے باجے ، روشن چوکی والیاں تاشا ، ڈھول ، جھانجھ ، طبلہ ، نفیری بجاتی چلیں ۔ اُن کے پیچھے سلاطین پنکھا لیے ہوئے ، پنکھے کے پیچھے حضور ہوادار میں سوار ۔ خوجے مورچھل کرتے ، حبشنیاں ، ترکنیاں ، قلماقنیاں ، اُردابیگنیاں ہٹو بچو کرتی ، جسولنیاں خبرداری پکارتی ، شہزادے تخت کا پایہ پکڑے ، شہزادیاں ، بیگمیں ، نوکریں چاکریں ، لونڈیاں ، باندیاں ، شہر کی عورتیں ساتھ چلیں ۔ اُس وقت کی بہار دیکھنے کے لائق تھی ۔ کبھی میٹھی میٹھی پُھوار پڑتی تھی ، کبھی پُھیاں پُھیاں مینہ برسنے لگتا تھا ۔ آسمان پر کالی گھٹا گھنگھور گھمنڈ رہی تھی ، زمین پر گویا لال گھٹا اُمنڈ رہی تھی ۔ اُدھر بادل کی گرج ، بجلی کی چمک ، ادھر گوٹے کی جھمک ، جواہر کی دمک سے آنکھوں میں چک چوندی (چکا چوند) آتی تھی ، نفیری میں ”ہیر ساون آیا“ کی آواز قہر ڈھاتی تھی ۔ محل کی گلیوں میں عورتوں کے غٹ کے غٹ ، کوٹھوں پر ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے ۔ کہیں تل دھرنے کو جائے نہیں ۔ تھالی پھینکو تو سر پر گرے ۔ جدھر نگاہ اُٹھا کے دیکھو ایک چھت ہیر بہٹیاں سی دکھائی دیتی

تھیں ۔ اس تجمّل اور کرّوفر سے درگاہ میں شام کو پنکھا چڑھا کے باغ میں آئے ۔ روشنی کی تیاری ہوئی ۔ حوض کے چوگرد نہر کی پٹریوں پر دو رستہ بانسوں کے ٹھاٹھروں میں لال لال کنول ، اُن میں دغدغے روشن ہوئے ۔ چاروں طرف ایک آگ سی لگ گئی ۔ نِواڑوں میں روشنی جیسے چھلاوے حوض میں پھر رہے ہیں ۔ درختوں میں قُمقُمے جگنوؤں کی طرح چمک رہے ہیں ۔ کہیں 'بِین بادشاہ زادی' کا سوانگ بن رہا ہے ، کہیں ناچ رنگ ہو رہا ہے ۔ ساری رات اسی سیر و تماشے میں گزری ۔ صبح کو سب اپنے اپنے گھر گئے ۔ لو صاحب! میلا ہو چکا ۔ فقط

تمھارے دیکھنے کی آرزومند
آمراؤ بیگم

(۷۷)

(جواب، خط نمبر ۷۶)

بہن !

تمھارا خط آیا اور حیات بخش باغ کی بہار اپنے ساتھ لایا ۔ جن بیوی کا تم ذکر کرتی ہو ، اُن کی بہت دھوم دھام ہو رہی ہے ۔ ایسا کون ہے جو اُنھیں نہیں جانتا ۔ نام میں اُن کے فیض ، کام میں اُن کے فیض ، اب تو سُنا ہے اُنھوں نے قلعے کے حال میں ایک کتاب لکھی ہے ، بلکہ اُس کا نام بھی بڑی آپا ہی کی صلاح سے رکھا ہے اور دیباچہ بھی اُنھوں نے لکھ دیا ہے ۔ دیکھو تو کیا اچھا نام ہے ''خوابِ محفل'' یعنی اُس محفل کا حال جو آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے خواب ہو گئی ۔

بُوا ! یہ بڑی ہُنر والی بیوی ہیں ۔ اُن کے گھر کا بچہ بچہ پڑھا گُنا ہے ۔ لڑکیاں ہیں تو دسوں اُنگلیاں دسوں چراغ ، لڑکے ہیں تو عالی خیال روشن دماغ ۔ اُس کتاب کو میری ایک بہنیلی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور مِنتّیں کر کے نقل کر لینے کو مانگا ۔ مگر وہ اس بات کو ٹال گئیں ۔ یہ بھی چُپ ہو رہیں ۔ اُس میں سے ایک چُہل اُنھیں یاد ہے دیکھو تو کس غضب کی ہے :

چُہل

دس بیس مِل جُل کے آپس میں بیٹھی ہنس بول رہی تھیں ۔ ایک کو جو شیطان اُچھلا ، پیچھے آ ، ایک کالا چیتھڑا لا ، چُپکے سے ایک کے سر پر پھینک دیا ۔ وہ وؤئی وؤئی کرتی ، ساتھ ہی جتنی بیٹھی تھیں گدبد[1] اوپر تلے گرتی پڑتی چیخیں مارتی بھاگیں ۔ ایک چیخم چاخ مچا دی ، سارا محل سر پر اُٹھا لیا ۔ تُو دوڑ ، مَیں دوڑ ، ارے کیا ہوا ؟ ایک کہتی ہے ''اوپر سے مرداری گری ۔'' دوسری کہتی ہے ''واہ جی ! نہیں رسّی ہے مجھے گلگلی سوجھی تھی ۔ اے بی اماں جان ! اے بی بھابھو جان ! اے بی نانا حضرت ! ! اے بی دادا حضرت ! اچھی ! ذرا دیکھنا میرے کلیجے پر ہاتھ رکھنا ۔ جس وقت سے یہ نگوڑی گری ہے ، کیسا چار چار ہاتھ اُچھل رہا ہے ۔ اری سُنبل ! اری صنوبر ! چڑیل نامرادیں کدھر اُڑ گئیں ؟'' ''جی'' ! ''نکلے تمھارا جی ! دیکھو تو مرداری ہے تو جلدی سونے کا پانی لاؤ ۔ میں اپنی بچی کا پِنڈا دھوؤں ۔ رسّی ہے تو صدقے کے لیے خوردہ منگاؤں ۔ ہے ہے ، خدا نے میری بچی کی جان بچائی ۔ دورپار ، شیطان کے کان بہرے ، اگر ایسی ویسی کچھ ہو جاتی تو وہ بندی کس کی ماں کو ماں کہتی ؟''

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۸۳ : گدمد ۔

لونڈیاں باندیاں لالٹینیں ، شمعائیں (شمعیں) لے کے دوڑیں ۔ دور ہی سے کھڑی کہہ رہی ہیں : ''اے ہے بیوی ! خدا جھوٹ نہ بلائے یہ تو رسّی ہے ۔'' جھپ متّی پڑھ پڑھ کے اُس کی طرف پھینکنے لگیں ۔ ایک کہتی ہے ''بوا یہ تو کم بخت ایک جائے جم ہوگیا ، نگوڑا ہلے نہ جلے ۔'' دوسری کہتی ہے : ''واہ میں نے اُسے کیل دیا ہے ، بھلا کیا مقدور یہ سرک تو سکے ۔'' لو بوا ! ایسی ہی تم چھتی چھیتا ہو ، ایسا ہی تمھارا چھو چھکا ہے ۔ چل دور ! ارے خوجوں کو بلاؤ ۔'' لکڑیاں لے لے کے خوجے دوڑے ۔ پاس جا کے جو دیکھیں ایک کالا چیتھڑا پڑا ہے ۔ کہیں رسّی ہے ، نہ مرداری ۔ سب کو اٹھا کے دکھایا کہ واہ حضرت ! اچھا میل کا بیل بنایا ۔ جن کا یہ کرشمہ تھا ، ایک دفعہ ہی بے ساختہ قہقہہ مار کے ہنسیں ۔ سب کی سب لعنت ملامت کرنے لگیں : ''شاباش (شاباش) بوا تم کو ، درگور تمھاری صورت ، ہمیں ایسی چھل بازی نہیں بھاتی ۔ تمھارے نزدیک تو ایک ہنسی ہوئی ، یہاں چانوؤں لہو سوکھ گیا ۔ فقط

تمھاری دوست دار
ننھی بیگم

(۷۸)

بوا !

میں نے تم کو ''خواب محفل'' کا حال لکھا تھا اور اُس کے چھپنے کی آرزو ظاہر کی تھی ۔ آج خدا تعالی نے ایک کتاب ''صورۃالخیال'' چھپی چھپائی ایسی دکھائی کہ بس سارے قصے اور ساری کہانیاں اُس کے آگے جی سے اُتر گئیں ۔ یہ کتاب مولوی سید علی محمد صاحب عظیم آبادی نے لکھی ہے ۔ اُس میں ایک بیوی

ولایتی بیگم کی مُصیبت ، دانائی اور شادی کا قصہ ہے ۔ جب یہ بیاہی گئیں تو اُن کا پیرا ایسا آیا کہ آتے ہی سُسرے کو کھایا ، میاں کو نیا نواب بنایا ۔ جتنی دولت تھی چار دن میں اُڑ ہو گئی ۔ بیوی کی بات تک نہ پوچھی کہ جیتی ہے یا مرتی ہے ، لیکن بیوی ایسی عقل مند تھی کہ اُس نے خطوں ہی خطوں میں کاغذ کے گھوڑے دوڑا کر میاں کو موم کر لیا ۔ جتنی بُرائیاں تھیں ، ایک دفعہ ہی سب بھلائیوں سے بدل گئیں ، اور اُس نے خوش ہو کر اپنی بیوی کو بڑے چاؤ سے بُلوایا ۔ جب یہ غریب گھر سے چلی تو رستے میں ڈاکا پڑا ۔ سب آپ آپ کو بھاگ گئے ۔ نگوڑے ڈاکوؤں نے جہاں مال اسباب لوٹا تھا وہاں اس نبختی کی ڈولی بھی اپنے ساتھ لے لی ۔ تھوڑی دُور چل کر ڈولی تو چھوڑ دی اور اُسے پاؤں پیدل اپنے ساتھ لے کر چلے گئے ۔ جیسی جیسی مصیبتیں ولایتی بیگم پر پڑیں اور جن جن وسیلوں سے خدا نے اُس کی آبرو بچائی ، انھیں سُن سُن کر ایمان کانپتا ہے ۔ آخر میں ولایتی کے ہُنر نے اُس کے خاوند سے ملایا ، اور اس طرح ملایا کہ بڑے بڑے حاکموں نے اُس کی عصمت کی گواہی دی ، اور اس حال کے چھاپنے کی ہدایت فرمائی ۔ ابھی تک میں نے پہلا ہی حصہ دیکھا ہے ۔ سُنا ہے کہ دوسرا بھی تیار ہو رہا ہے ۔ قیمت بھی کچھ بہت نہیں ہے ۔ گیارہ آنے اس کے اوپر سے صدقے ہیں ۔ الٰہی تو وہ دن کر کہ ہم بھی اپنے لیے آپ کتاب بنا کر اپنی بہنوں کو اندھیرے رستے سے نکالیں ۔

(۷۹)

[جواب خط نمبر ۷۸]

بہن !

میری عزیز ہو تو تم ہو اور باتمیز ہو تو تم ہو ۔ خدا

تمھارے اس شوق کو ترقی دے اور تمھارے طفیل سے ہمیں بھی نئی نئی کتابیں دیکھنی نصیب کرے ۔ اُس کی ایک جلد مجھے بھی منگوا دو ، اور جب تک میری کتاب آئے ، اپنی کتاب مانگے کو دے دو۔

میری بڑی آپا ، خالہ امّاں ، ممانی جان ، جب سے تمھارا خط دیکھا ہے ، آٹھوں پہر تقاضا کرتی ہیں کہ لڑکی وہ کتاب آئی یا نہیں ؟ آج ایک بیوی سے سُنا کہ اُس کی دوسری جلد ''ہیئۃ المقال'' بھی چھپ گئی ۔ اس میں دریا کی مصیبتیں خوب بیان کی ہیں ۔ فقط

(نوٹ[1] مصنّف : چونکہ آج کل کی لڑکیوں کو نظم کا شوق بھی ہونے لگا ہے ، اس وجہ سے چند مفید نظمیں اُن کے خیالات کے موافق تازہ خطوط بڑھا کر لکھ دی جاتی ہیں) ۔

(۸۰)[2]

بُوا افروز بیگم !

تمھارا جیُوڑا تو اچھا ہے ؟ بتاؤ ایسے کس شغل میں ہو کہ دو اُنگل کا پُرزہ بھی نہیں لکھا جاتا ؟ میں تو آج کل اپنے ابّا کی نظمیں پڑھ پڑھ کر جی خوش کر رہی ہوں ۔ برسات کے دنوں میں اُن کی (اُن کا) کالی گھٹا کا گیت ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ جی چھوڑنے کو نہیں چاہتا ۔ گیت کا گیت ہے ، گھٹا سے جو دل کی حالت

---

۱ ۔ طبع چہار میں مصنّف کا یہ نوٹ مندرج نہیں ہے بلکہ خط نمبر ۷۹ کے بعد چوتھی فصل (نوکروں چاکروں کے خطوط) شروع ہو جاتی ہے ۔ مرتّب ۔

۲ ۔ یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے ۔ مرتّب

ہوتی اور دُنیا کو فائدے پہنچتے ہیں اُس کا دلچسپ ذکر[۱]۔ فقط

ہاجرہ بیگم

(۸۱)[۲]

[جواب خط نمبر ۸۰]

میری پیاری بہن ہاجرہ بیگم!

خدا تمھیں تندرست رکھے کہ تم نے اتنے دنوں بعد مجھے یاد تو کیا۔ اس یاد آوری سے دل شاد شاد ہوا۔ اپنی کاہلی اور کوتہ (کوتاہ) قلمی سے شرمندہ ہوئی۔ اب ایسی خطا بھول کر نہیں ہوگی۔ میں بھی آج کل خلاصۃ الفقہ، کنز المصلّی، رسالۂ بے نماز کی نظمیں پڑھ رہی ہوں۔ یہ چھپ تو گئی ہیں، مگر تم نے جن نظموں کا ذکر کیا ہے اُن کا نام تک معلوم نہیں۔ اچھی! میری سچی اخلاص‌مند! گھٹا کا گیت تو ابھی بھیج دو کہ آج کل برسات کی رُت ساون بھادوں کا موقع ہے۔ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے پر گاؤں گی۔ باقی نظمیں خود لکھ کر یا کسی کو محنت دے کر لکھوا دو۔ تمھارا بڑا ہی احسان ہوگا۔ دیکھو میرے لیے نکیلی نہ بن جانا۔ فقط

تمھاری دل سوز افروز

۱۔ یہ آخری فقرہ نامکمل ہے۔ مرتّب

۲۔ یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے۔ مرتّب

(۸۲)[1]

[جواب خط نمبر ۸۱]

بُوا!

جو دعا تم نے مجھے دی، وہی میری طرف سے سمجھو۔ ابّا میاں کی نظمیں کوئی دو چار تو ہیں نہیں کہ خود لکھ کر یا نقل کرا کر بھیج دوں۔ بعض نظموں کے ساتھ تو ایک دقّت بھی ہے کہ ابّا جان وہ نظمیں مستورات کے سلسلۂ تعلیم کے متعلق، بہت سے سبق چھوٹی بچیوں اور بڑی بڑی لڑکیوں کے واسطے، لکھ کر تعلیمِ نسواں کے ایک سکتّر صاحب کو دے چکے ہیں، اُن پر میرا بس نہیں ہے۔ ہاں اتنا کر سکتی ہوں کہ بعض نظموں میں سے ایک ایک دو دو شعر نمونے کے طور پر انداز معلوم کرنے کی غرض سے تمھیں بھیج دوں۔ البتہ جو نظمیں سکتّر صاحب کو نہیں دی ہیں یا اس دینے سے پہلے جو ایک نظم چھپ چکی ہے، وہ پُوری کی پُوری بھیج دوں گی۔ بھلا کیا یاد کروگی؟ کالی گھٹا کی نظم ایسے وقت میں بھیجتی ہوں کہ دھواں دھار مینہ برس رہا ہے، کڑک کی آواز سے جی دہلا جاتا ہے، کچے پکے گھروں کی اکثر دیواریں اڑا ڑا دُھوں کر کے گر رہی ہیں، اور بعض مکان تو اس غم میں بیٹھے چلے جاتے ہیں۔ ان کی رسید بھیج کر مجھے جلد مطمئن کرنا۔ فقط

تمھاری فرماں بردار سہیلی وہی ہاجرہ بیگم نُکیلی

---

۱ - یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے۔ مرتّب

کالی گھٹا

کیا کالی گھٹا جُھوم کے ہے آج تُو آئی
گھر گھر میں چڑھی تیری خوشی میں ہے کڑھائی
دل دل میں پڑی جُھولوں کی گیتوں کی سمائی
ملہار کا وقت آیا جو بنسی کی دُھن آئی
گھنگور گھٹا صدقے ترے! تیرے میں واری
گرمی کی ہے تُو نے ہی مری پیاس بجھائی
یہ دل میں اُمنگ اُٹھی کہ سُدھ رکھی نہ گھر کی
جُھولوں پہ کی سکھیوں نے پل پل کے چڑھائی
ہے پینگ بڑھاتی کوئی ہو کر نڈر ایسی
کہتی ہے کوئی "دل میں ہے کیا تیرے یہ آئی"
جو خون کی ہلکی ہیں، دھڑکتا ہے دن اُن کا
سُن سُن کے کڑک، کہتی ہیں کیا بجلی گرائی
چھم چھم تُو برس چاہے برس ابر تُو نِت نِت
ایسا نہ برسیو، کہیں پڑ جائے نہ دہائی
میں تیرے گرجنے سے تو ڈرتی ہوں یہاں تک
لے لیتی ہوں جھٹ مُنہ پہ دُلائی کہ رضائی
ٹپکے کا ہے ڈر ایسا جسے شیروں نے مانا
ہم جیسوں کی گِنتی بھی وہاں تک تو نہ آئی
دیواروں کے گرنے سے لرزتا ہے مرا جی
بُنیادوں کے ڈھہنے[1] نے مری جان سُکھائی
اس سے ہی تو ہوتا ہے مکانوں کا صفایا
ہو جاتی ہے دم میں نکھری ساری خدائی

---

۱ - اصل : دہنے -

سب کچھ ہے مگر فائدے بھی تجھ سے ہیں ات گت
تو گرمی کی ہو جاتی ہے دم بھر میں ٹھنڈائی

تیری ہی بدولت ہے یہ دریاؤں کا جگرا
جس طرح یہ کرتے ہیں سمندر پہ چڑھائی

رکھ سکتے ہیں ہم آس تجھی سے تو سمے کی
تو کال کی کر سکتی ہے دم بھر میں صفائی

کھیتوں میں جو رونق ہے تو ہے تیرے ہی دم کی
ہے ذات سے سب تیرے عیاں شانِ خدائی

راتوں کو چہکنا یہ پپیہے کا ہے تجھ سے
اور دن کو تو موروں نے بھی اودھم ہے مچائی

سیّد نے جو لکھی ہے گھٹاؤں کی یہ حالت
تو جھولے پہ سب لڑکیوں نے مل کے ہے گائی

(۸۳)

[جواب خط نمبر ۸۲]

تمھاری دھواں دھار گھٹا پہنچی - وہ تو میرے گلے کا ہار ہوگئی - کسی طرح چھوڑنے کو جی ہی نہیں چاہتا - اس کا تہ دل سے شکریہ بجا لاتی ہوں - میری پیاری بہن ! جتنی نظمیں اُن کے بعد لکھی گئی ہیں، وہ سب اور جو سکتر صاحب کو دے دی گئی ہیں، اُن کے شروع کا، خیر ایک ہی ایک شعر سہی، ضرور بھیج دو - فقط

(۸۴)[1]

[جواب خط نمبر ۸۳]

بُوا افروز !

تم نے تو وہ مثل کی: ''لاد دے ، لدوا دے ، لادنے والا ساتھ دے،، نظموں کا نام بھی بتاؤں اور لکھوا کر بھی میں ہی بھجواؤں ۔ تمھارا ارشاد سر آنکھوں پر ۔ آج کے خط میں سکتّر صاحب والی نظموں کا ایک ایک شعر لکھ کر بھیجتی ہوں ۔ اس کی رسید آ جائے گی تو ابّا جان کی باقی نظمیں ایک دفعہ ہی نقل کرا کر بھیج دوں گی ۔ ایک خوش خط لڑکی مل گئی ہے ۔ فقط

مختلف نظموں کا نام اور ایک ایک دو دو شعر :

خدا کی تعریف

جہاں کے ہو مالک تم اللہ میاں
تمھاری ہو تعریف ، یہ مُنہ کہاں !

پیغمبرؐ کی تعریف

نبی کو خدا نے یہ رُتبہ دیا آسے اپنا دُنیا میں نائب کیا

صبح کا تارا

دیکھا ہم نے صبح کا تارا کیا ہی بھلا ہے اس کا اُجالا

گڑیا کے بیاہ کا ارمان

گُڑیا بیاہ رچا دو ابّا ، گُڑیا بیاہ رچا دو
راج دُلاری راج کرے گی دل کو اس کے بڑھا دو

---

۱ - یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے - مرتّب

عید کی خوشی

ہم لیں گے آج لیں گے ، آستانی جی سے عیدی
کرلیں گے پڑھ کے ازبر ، ہم لاکھ جی سے عیدی
گر پوچھ بیٹھے کوئی ، کیا یاد کر رہی ہو
خوش ہو کے ہم کہیں گے میٹھی ہنسی سے ''عیدی''

کھیل کھیلانا

کھیلیں گے ہم کھیلیں گے ، چوٹ لگے گی جھیلیں گے
کھیل سے دل ہے تازہ ہوتا کیونکر اس سے پھیریں گے

ابّا کے سودا لانے کی خوشی

اوہو جی لو ابّا آئے سودا دیکھو کیا کیا لائے

جُھولا

آؤ سکھی ہم جُھولا جُھولیں پینگ چڑھائیں ، ٹہنی چُھولیں
آؤ گہک کر خوب الاپیں اپنی بِپتا کچھ تو بُھولیں

بچا کر رکھنے کی ہدایت

کچھ رکھتی ہو نہ دھرتی ہو تم خاک یہ لیکھا کرتی ہو

کھانے کی عزت

اگر دال پکتی ہو یا ہو پُلاؤ
جو آ جائے آگے وہ خوش ہو کے کھاؤ

پیسے کی قدر

دیا ایک امّاں نے مجھ کو جو پیسا
خوشی سے لیا میں نے اور سر پہ رکھا

نیک سلوک

وہ آج رہے کل ہوں گے بدا (وداع) مہانوں سے لڑتی کیوں ہو بُوا
یہ چڑیا رین بسیرا ہے، نت کس کا یاں گھر بار ہوا

ہمّت

تیرا سہیلی! اللہ بیلی، ہمّت میں تو نکلی اکیلی
پڑھنا تُو نے سیکھا جم کر جیسی پڑی وہ سب کچھ جھیلی

لاڈلی بیٹی

میں تھی سیدھی سادی، میں تھی بھولی بھالی
میں لاڈوں کی پالی، میں نازوں کی پالی
کہلاتی تھیں امّاں زمانے کی نعمت
نہ تھی جانتی میں آبالی سُبالی

دل کی طاقت

دل کے ہارے ہار ہے بیٹی! دل کے جیتے جیت
جب دل نے ہمت ہار گنوائی پھر کون کسی کا میت

اپنی بیتی کہانی

سُنو میری امّاں، سُنو میری نانی
سُناؤں تمھیں اپنی بیتی کہانی
ہوئی میرے حق میں جو سُکھ کی نشانی
ادب سب کا تھا اور شیریں زبانی

ماں کے دکھ بھرنے کا شکریہ

بھلاؤں گی کس طرح امّاں دلوں سے
مجھے تم نے پالا ہے جن جن دکھوں سے
پڑیں آپ گیلے میں ، سوکھے میں ہم کو
سلایا ، نہ آنے دیا پاس غم کو

(۸۵)[۱]

[جواب خط نمبر ۸۴]

بوا !

خدا تمھیں خوش رکھے ! جزائے خیر دے ! اُن نظموں کے نام اور ایک ایک دو دو شعر کیا پڑھا (پڑھے) کہ دل مسوس کر ، نہیں میں بھولی ، دل مار کر بیٹھ رہی ۔ خدا وہ دن کرے کہ سکتّر صاحب یہ نظمیں سلسلۂ نسواں میں تمھارے ابّا جان کے اُن مضمونوں کے ساتھ ، جو نثر میں لکھے گئے ہیں ، بہت جلد چھپوا کر ہماری نظروں کا نور اور دل کا سرور بنائیں ، جس سے ہر عمر کی لڑکیاں فائدہ اٹھائیں ۔ اپنے ابّا جان کی بقیہ نظمیں بھیجو اور جلد بھیجو ۔ مجھے رات دن انھی کی دھن ہے ۔ فقط

افروز

---

۱ - یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے ۔ مرتّب

(۸٦)[1]

[جواب خط نمبر ۸۵]

بوا!

خدا تمھیں بھی خوش رکھے ۔ لو آج وہ سب کی سب نظمیں بھیجے دیتی ہوں ، کیسا یاد کروگی ۔ ان کی رسید سے جلد مطمئن کرنا ۔ فقط

بقیہ نظمیں:

مقدّس قرآن کا ارمان

بڑا ہے مجھے اس کا ارمان امّاں
دکھا دو ذرا اپنا قرآن امّاں
جو جھم جھم کا ہے اس کا جزدان امّاں
تو ہے جلد کی بھی عجب شان امّاں
میں اس کو پڑھوں گی اسی آن امّاں
یہی اپنا ہے دین و ایمان امّاں
دکھا دو ذرا اپنا قرآن امّاں

یہ بس دھانی جزدان کیا ہی کُھلا ہے
بسا میری آنکھوں میں دل میں کُھبا ہے
نہ ہے جھول اس میں نہ سلوٹ ذرا ہے
بنا ٹھیک اور چُست ، اَچھا سلا ہے
دکھا دو ذرا اپنا قرآن امّاں

---

۱ - یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے - مرتّب -

غضب جلد بھی اس کی اچھی بنی ہے
گلوں اور بوٹوں سے کیسی سجی ہے
سنہری رپہلی جو جدول کھنچی ہے
چمک میں وہ ہیرا، دمک میں کتنی ہے
دکھا دو ذرا اپنا قرآن اماں

مجھے پیاری آواز سے اب سنا دو
جو میں تم سے پوچھوں مجھے وہ بتا دو
اسی طرح مجھ کو بھی اچھی! پڑھا دو
مرے ننھے منھے سے جی کو بڑھا دو
دکھا دو ذرا اپنا قرآن اماں

مجھے اس کے معنے بتا دینا اچھی!
جو مطلب ہو وہ بھی جتا دینا اچھی!
غرض اس طرح سے پڑھا دینا اچھی!
کہ بس گھول کر ہی پلا دینا اچھی!
دکھا دو ذرا اپنا قرآن اماں

میں دیکھوں گی انمول بولوں میں کیا ہے
کہ جن کی تلاوت میں یہ کچھ مزا ہے
عجب اس کے لفظوں میں جادو بھرا ہے
کہ دل لوٹتا ہے، جگر لوٹتا ہے
دکھا دو ذرا اپنا قرآن اماں

میں منہ ہاتھ دھو کر فجر جب اٹھوں گی
تو کھولوں گی قرآں ہوا اس کی لوں گی
بہت ہی ادب سے، خوشی سے پڑھوں گی
نہ بولوں گی جب تک نہ باتیں کروں گی
دکھا دو ذرا اپنا قرآن اماں

میں قرآن پڑھ پڑھ کے دم جب کروں گی
تو رحمت کے پھولوں سے گودی بھروں گی
خوشی سے نہ کیوں اہلی گہلی پھروں گی
خدا کی عنایت سے پھولوں پھلوں گی
دکھا دو ذرا اپنا قرآن امّاں
مرے سیّد ابّا بھی خوش ہوں گے سن کر
کہ اتنی سی جان اور قرآن ازبر!
دعائیں مجھے دیں گے دل سے وہ اکثر
چڑھے ننھی پروان، عزّت ہو گھر گھر
دکھا دو ذرا اپنا قرآن امّاں

چیونٹی سے دو دو باتیں

تو ننّھی سی چیونٹی! مجھے یہ بتا
پڑی رہتی ہے پیٹ کی کیوں سدا
اناجوں کی خوشبو جو پاتی ہے تو
وہیں دوڑ کر پھر تو جاتی ہے تو
ترے ننّھے سے پیٹ کو کیا ہوا
یہ بھوکا ہے تجھ کو بتا کیوں بوا!
تری کیا بساط اور طاقت ہے کیا
یہ دانہ ہے بھاری، حماقت ہے کیا
اسے تو اٹھا اک ذرا سوچ کر
نہ تو اس کے پیچھے سمجھ بوجھ مر
کچل دے گا تجھ کو یہ اے بے خبر
نہ ہڈّی رہے گی، نہ نازک کمر

گو ہمّت ہے عالی جو کرتی ہے تُو
مگر دیکھ ناحق ہی مرتی ہے تُو
تجھے ایک ننّھا سا دانہ ہے بس
نہ زیادہ تو اس کے لیے کر ہوس
بتا حرص کیوں اتنی کرتی ہے تُو
جو ایک ایک دانے پہ مرتی ہے تُو

یہ سن کر بری چیونٹی کو لگی
کہا سچ ہو کہتی یا ہے دل لگی
مجھے ایسا بھاتا نہیں ذکر ہے
صبح کو ملی، شام کا فکر ہے
میں سردی میں آرام سے بیٹھ کر
اُسے کھاتی ہوں چین سے بے خطر
یہ کہہ کر کسی سے نہیں مانگتی
کہ دو رحم سے روٹی اک وقت کی
گو ہو بوجھ بھاری پہ لے جاؤں گی
میں سمجھوں گی دل میں کہ لے جاؤں گی
چنے کی ہے کیا اصل گر ہے بڑا
میں لڑھکا کے لے جاؤں گی برملا
میں مرنے سے ڈرتی نہیں ہوں ذرا
ہے جینے میں اِک روز مرنا دھرا
یہ مرنا ہے جینے سے بھی خوب تر
کہ پھرتی پھروں مانگتی در بدر
خدا نے ہے دی ایسی ہمّت مجھے
اُٹھا لوں پہاڑوں کو گر بس چلے

نہ بے فائدہ کام کرتی ہوں میں
ذخیرہ یہ جاڑے کا بھرتی ہوں میں
خدا جس کو سیّد ذرا عقل دے
گرہ میں وہ اس بات کو باندھ لے
بڑھاپے میں ہے بیٹھی روٹی کا وقت
نہ محنت کا ہے اور نہ چستی کا وقت

پشّو بلی

مری منّو پیاری، مری پشّو پیاری
کروں پیار تجھ کو ذرا پاس آ ری
ترے نرم بالوں پہ صدقے ہے ریشم
سلیمانی منکے ہیں آنکھوں پہ واری
ترے دم ہلانے سے ہے لہر اٹھتی
کھلاڑی مرے دل کو لگتی ہے پیاری
تو جب دھیان سے سدھ لگاتی ہے بل کی
مراقب کی تعریف پھبتی ہے ساری
نفاست تری ہے وہ مشہور عالم
نجاست سے کٹ ہے تری صاف یاری
زباں سے روئیں صاف کرتی ہے ہر دم
تو رہتی ہے ستھری بنی پیاری پیاری
ہے دلیؔ کی مشہور بلی جو سب میں
وہ تو ہی تو ہے میری پیاری دلاری
تجھے لوگ کہتے ہیں نکٹی حسد سے
کہ ہے سونگھنے میں تو ان سب پہ بھاری

نہ پہچانے اتنا اگر ناک اونچی
کہ بلبل ہے یا ہے شگوفہ بہاری
تو ہونا نہ ہونا برابر ہے اُس کا
رہی تیری ہی ناک سب میں کٹاری

دبک کر لگاتی ہے تُو گھات ایسی
کہ ہوتا ہے شرمندہ تجھ سے شکاری
تجھے شیر نے گرچہ خالہ بنایا
درختوں کے گُر سے رکھا اُس کو عاری

تری مُسمسی شکل ہے ایسی بھولی
کہ چڑیوں پہ ہوتا نہیں خوف طاری
وہ دھوکے میں پھرتی ہیں بے فکر ہو کر
جھپٹ کر تو کرتی ہے اُن کی بھی خواری

چھلاوا سی پھرتی ہے گر دوڑی دوڑی
تو بجلی سی گرتی ہے تُو ہشیاری
تو انساں سے گھل مل کے رہتی ہے ایسی
کہ بھاتی ہے اُس کو تری خاکساری

بچھونوں میں سوتی ہے آ آ کے شب بھر
دکھاتی ہے وہ لاڈ جس سے ہو پیاری

نصیحت یہ سن ، تجھ میں سب خوبیاں ہیں
دل آزاری مت کر کہ ہو گریہ زاری
تو کر روکھی سوکھی پہ اپنا گزارا
نہ لے جاں کسی کی کہ ہے پاپ بھاری

نصیحت پہ سیّد کی جس کو عمل ہو
پھرے دھوم سے پھر تو اس کی سواری

مینا کے دھوکے میں آنا

تھی بنگالے کی ایک مینا عجیب
کہ باتیں تھیں جس کی عجیب و غریب

ٹھٹھولی تھی رگ رگ میں ایسی بھری
کہ بن چھیڑے رہتی نہ تھی وہ کبھی

تھا مالک بھی اُس کا اک ہنستا بشر
جو خدمت میں رکھتا نہ تھا کچھ کسر

کرائے میں اک بالا خانہ لیا
وہیں اُس کا پنجرہ بھی لٹکا دیا

تھا بازار کا رخ ، یہ لازم ہوا
دو اِک چلمنیں ڈال پردہ کیا

اسی کے تھا پہلو میں اِک ارگڑا
کہ تھا گاڑیوں کا جہاں جمگھٹا

کرائے کی گاڑی کا کرتا جو چاؤ
تو کہتا ابھی جوت گاڑی کو لاؤ

اسی طرح گر کوئی انگریز آتا
تو ''ول گاڑی لاؤ'' یہ کہہ کر بلاتا

اُسی وقت سب کوچواں دوڑ پڑتے
کہ پہلے ہمیں پہنچیں واں گاڑی لے کے

سنا کرتی تھی روز مینا یہ باتیں
گئی سیکھ ''ول گاڑی لاؤ'' کی گھاتیں

زباں کیا ، گلا بھی تھا وہ صاف اُس کا
کہ ہوتا تھا بولی پہ انساں کا دھوکا

لگی روز کہنے کہ "ول گاڑی لاؤ"
لے گاڑی کو پہنچے وہ سیدھے سبھاؤ
وہاں آ کے دیکھا تو کوئی نہیں
یہ جانا کہ چلتا بنا وہ کہیں

جب آرام سے بیٹھے سب ایک جا ہو
تو آواز آئی کہ "ول گاڑی لاؤ"
گئے دوڑ پھر گاڑی لے لے کے سب
نہ پایا کسی کو کہا ہے غضب

کہا کوئی جن ہے یا ہے بھوت یاں پر
بلاتا ہے جو روپ بھر کر برابر
کسی نے کہا یہ تو ہے چوٹی والا
کوئی بولا بھتنے نے کیا گھر سنبھالا

کسی نے کہا ناک میں بولتا ہے
کوئی بولا کیوں بھید تو کھولتا ہے
کہیں آ کے تجھ کو ستائے نہ شب کو
بلاتا پھرے تو ہی ڈر ڈر کے سب کو

کئی دن برابر جو حیراں ہوئے
تو کر مشورہ اس کے جویا ہوئے
بٹھایا وہاں ایک سائیس کو
کہ چھپ کے پکڑ اس کو جو کوئی ہو

کئی روز سائیس بیٹھا رہا
جب اک روز جا کر پتا یہ لگا
کہ ہے بالا خانے پہ کوئی بشر
وہی تنگ کرتا ہے از روئے شر

کبھی بچّہ بن کر ہے روٹی کو روتا
کبھی بوڑھا بن کر ہے آنسو وہ دھوتا
کبھی غصّے ہو کر ڈراتا ہے سب کو
ہنسا کر کبھی یہ لٹاتا ہے سب کو

عجب مسخرہ کوئی آ کر رہا ہے
بھلا آدمی اس کو کس نے کہا ہے
یہ جب گھر سے نکلے پکڑ اس کو لو
سزا اس ستانے کی خوب اس کو دو

غرض صبح سے شام تک باری باری
رہا کوچواں یا کوئی کارباری
جو دیکھا تو اک بابو صاحب ہیں لائق
ادب میں ہنر میں وہ ہیں سب میں فائق

شریفانہ اخلاق ان میں بھرا ہے
تمسخر کہاں اس جگہ پہ دھرا ہے
مگر بھید ہے اس میں گہرا کوئی
بھلا پوچھ لیں کیا کہے گا کوئی

کہا ''بابو صاحب! یہ کیا بات ہے؟
ستاتا ہمیں کون بد ذات ہے؟
ہمیشہ صدا آتی ہے بس یہی
کہ ''ول گاڑی لاؤ'' چلاؤ ابھی
یہ آواز دیکھا تو کوٹھے کی ہے
یہ ہیں آپ یا کوئی بچہ بھی ہے؟''

ہنسا سن کے بابو، یہ ہنس کر کہا
''نہیں کوئی، مینا کے اس جا سوا

جو کچھ سنتی ہے ووہی کرتی ہے یاد
اسے رٹتی ہے اور ہوتی ہے شاد
میں اس کو یہاں سے ہٹا دوں گا اب
ہو تکلیف جس سے وہ ہو کیوں سبب"
بتاتی ہے "میں"[1] کچھ نہیں نام میں
دکھاتی ہے شوخی ہر اک کام میں
ستانا نہیں دیکھو اچھا کسی کا
یہ ہوتا برا ہے خوشی یا ہنسی کا
ہیں مینا کی باتیں تو پیاری سبھی کو
مگر اس جگہ بھائیں وہ بھی نہ جی کو
کیا بدگمان اس کی باتوں نے کیسا
کہ آقا پہ اس کے گیا خیال ایسا
نصیحت سنو یہ جو سید نے کی ہے
نہ دکھ پہنچے جس سے بھلی وہ ہنسی ہے

طوطا

کیا خوب بولتا ہے مٹھو ہمارا دیکھو
کیسا زفیلتا ہے پیارا ہمارا دیکھو
جس گھر یہ بولتا ہے، کیا تاب کوئی بولے
ہے مات اگن، ممولا اور لال، شاما دیکھو
'حق اللہ پاک اللہ' کہتا ہے کس مزے سے
کیسا یہ خوش گلو ہے چھوٹا سا طوطا دیکھو
جس وقت گھرکی دیتا ہے لال پیلا ہو کر
بچے بھی مانتے ہیں اس کا ڈراوا دیکھو

---

۱ - میں + نا = مینا -

گر غیر گھر میں آئے ، وہ شور ہے مچاتا
سر پر ہے گھر اٹھاتا ، اس کا تماشا دیکھو
ماما کو چوری دیکھو روٹی کی ہے لگاتا
کہتا پکار کر ہے" ماما کا دیدہ دیکھو"
جس جانور کو کرتے یہ ریز دیکھ لے گا
اس کی اڑا ہی لے گا بولی یہ سُرتا دیکھو
جو ناک ہے سُوا سی تو چونچ لال گھری
پر ہیں ہرے ہرے سب اور کنٹھہ اودا دیکھو
چڑھتا ہے چونچ کے بل ، ٹہنی اگر ہو اونچی
پنجوں میں یہ اٹھا کر کھاتا ہے ٹکڑا دیکھو
جِھلّڑ بنا کے کرتا باغوں پہ ہے یہ دھاوا
پھل چھوڑتا نہیں ہے کچّا نہ پکاّ دیکھو
ہے ناگُنا یہ ایسا دم بھر میں پھیرے آنکھیں
ہے پوروا اڑاتا انگلی کا کیسا دیکھو
ہندو اگر سکھائے ہے "رام رام" کہتا
"بھیجو نبی جی" پڑھتا مسلم کے گھر کا دیکھو
جب ٹینٹوا دباتی بلی ہے آ کے اِس کا
ٹیں ٹیں کے بس سوا ہے سب بھول جاتا دیکھو

(۸۷)[1]

[جواب خط نمبر ۸۶]

بُوا !

جس طرح تم نے میرا دل رکھا ، اس (دل) کی مُراد بر لائیں ،

---

۱ - یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے - مرتّب

خدا تعالیٰ تمھیں بھی اسی طرح ہر ایک کام میں کامیابی بخشے ! آمین یا رب العالمین ! تمھاری سب نظمیں پہنچیں ۔ اُن کے دیکھنے سے جو لطف آیا ، میرا ہی جی جانتا ہے - جو چھوٹی بہنوں کے قابل چیزیں تھیں وہ اُنھیں دے دیں ۔ اُن سب نے یاد کرنی شروع کردیں - میری زبان کو اتنی یاری کہاں جو اس احسان کی پوری شکرگزاری بجا لائے ۔ فقط

تمھاری مرہونِ احسان افروز ناتوان

چوتھی فصل

نوکروں چاکروں مثل انّا ، چُھوچُھو وغیرہ کے خط
اور اُن کے جواب

(۸۸)

انّا بی ! سلام

تم تو امّاں جان کے ذرا تر بھر ہونے سے ایسا پتّا توڑ کر چلی گئیں کہ مجھ سے بھی نہ ملیں ۔ اپنا اختر بختر سنبھال ، بغل میں مار ایلو یہ جا وہ جا ، لمبی بنیں ۔ امّاں جان کے ڈر کے مارے میں اس وقت دم نہ مار سکی ، چپکی ٹکر ٹکر دیکھا کی ۔ اور تو کچھ نہ ہوا ، اپنی آنکھوں پر بس تھا ، ایک کونے میں جا کے خوب روئی ، جی کی بھڑاس نکالی ۔ تم ایسی کٹّر اور بے دید ہوگئیں کہ میری آلٹ کے خبر بھی نہ لی ۔ اپنے کھلائے پلائے ، پالے پوسے کا بھی کچھ خیال نہ کیا ۔ اب میں ایسی ہی اجیرن ہوگئی جو آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی ؟ کیا میری مامتا اب تم کو بالکل جاتی رہی ؟ یا تو تمھارا یہ حال تھا کہ میری صورت دیکھے بغیر تمھیں کل نہ پڑتی تھی ۔ اگر میں ذرا آنکھ سے اوجھل ہو جاتی تھی تو کاکوتی کے مارے کلیجہ پکڑے ادھر اُدھر ڈھونڈتی پھرتی تھیں ۔ میں جان جان کر تم سے چھپ جاتی تھی ۔ جب تم بولائی ہوئی سارے میں مجھے ڈھونڈتی بھالتی ، پھرتے پھرتے تھک جاتی تھیں تو میں ہنستی اور کل کاریاں مارتی تمھاری گود میں آ کر بیٹھ جاتی تھی ۔ تم مجھے چھاتی سے لگا کر لاکھوں دعائیں دیتی تھیں ۔ اماں جان کا غصہ ایک دودھ کا اُبال ہے ، ذرا کی ذرا جاتا رہتا ہے ۔ اگر تم میرے پاس آ جاتیں تو میں امّاں جان کی منّتیں کر کے تم پر سے اُنکی خفگی اُتروا دیتی ۔ اب میں نے اپنی امّاں جان کو منا لیا ہے ۔ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے ۔ جس طرح بنے جلدی آؤ ۔ دانہ وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو ۔ میں سواری بھیجتی ہوں ۔ تم کو میری جان کی قسم ہے ! جو اب وہاں کھڑے پانی پیو ۔ میں تمھارا رستہ

دیکھ رہی ہوں ۔ دروازے پر ٹکٹکی باندھے آنکھیں لگی ہوئی ہیں
کہ اب میری انّا آ کے مجھے چھاتی سے لگائیں گی ، میرا ننّھا سا
جیوڑا ٹھنڈا کریں گی ۔ مجھ کو تم بِن ذرا کل نہیں ہے ۔ رات کی
نیند ، دن کی بھوک حرام ہوگئی ہے ۔ دیوانی باولیوں کی طرح
ادھراُدھر پڑی پھرتی ہوں ۔ پڑھنے پر جی لگے، نہ کام پر دیدہ ٹکے۔
جو ذرا آنے میں دیر کرو گی تو مجھے دین و دنیا سے کھوؤگی ۔ لاچار
ہو کے میں آپ ہی پاؤں اُٹھا کر آؤں گی ، جس طرح بنے گا تمھیں ساتھ ہی
لاؤں گی ۔ جلدی سے آؤ آؤ ، دیر نہ کرو ۔ زیادہ مجھے نہ رُلواؤ ،
تڑپاؤ ۔ ایسی جلدی آؤ جیسے یہیں کھڑی تھیں ۔ فقط

راقمہ

تمھاری گودیوں کی کِھلائی سہرجہان

★★★

انّا پیاری[1] !

تو امّاں سے خفا ہو کر کیا گئی کہ میرے دیکھنے کو
بھی نہیں آئی ۔ تو نے مجھے دودھ پلایا ، تو نے مجھے گودیوں میں
کِھلایا ۔ پالا تو نے ، پوسا تو نے ، لالوں کا لال تو نے کیا ،
چونچال تو نے کیا ۔ جو ہٹ کی سو اُٹھائی ، جو چیز مانگی وہ
کھلائی ۔ اب سے دور ، جب مجھے کوئی بیماری ہوتی تھی ، تو آٹھ آٹھ

---

۱ ۔ چونکہ خط ہذا (نمبر ۸۸) کی عبارت از اول تا آخر طبع چہارم
۱۹۰۵ع میں بالکل مختلف ہے ، اس لیے ہم اشاعتِ چہارم والا خط
بھی بطورِ قندِ مکرر اس نسخے میں شامل کررہے ہیں ۔ مرتّب ۔

آنسو روتی تھی ۔ کندھے سے لگائے کھڑی کھڑی پھرتی تھی ۔ آنکھیں بند ہیں تو تـوا بجا رہی ہے ، یوں بھی نہ مانا تو کـُنـڈی کھڑکا رہی ہے ۔ منتیں کرتی ، دوائی پلاتی ، ہپـّو (ہپـّا) کھلاتی ۔

اب میں ہی ہوں کہ مجھے دیکھنے سار کو نہیں آتی ۔ کھلانا بھلا کیسا ، صورت نہیں دکھاتی ۔ مجھے اب بھی تیری وہی محبت ہے ، مگر تجھے میری الفت نہیں رہی ۔ تیرے کارن اماں جان سے روز لڑتی ہوں کہ بی تم میری دشمن ہو ، مجھے دیکھ نہیں سکتیں ۔ تم نے میری انـّا کو لڑلڑ کر نکالا ۔ مجھے جس کی کل تھی ، اسی کو اجاڑا ۔ تمھارا کیا گیا ، میں بےچین ہو گئی ۔ جب میری انـّا تمھاری آنکھوں میں کھٹکتی ہے تو مجھے بھی پیار نہ کرو ۔ ایک دن یہ کہہ کر میرا جی بھر آیا ۔ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے ۔ بلبلا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور چھاتی سے لگا لیا ۔ پھر تو مجھے اور بھی رونا آیا ، ہچکی بندھ گئی ۔ پانی پلایا اور قسم کھائی کہ کل ہی تیری انـّا کے پاس آدمی بھیجوں گی ، تو اپنا جیوڑا مت کـُڑھا ۔ سو انـّا تم چلی آنا ۔ اب زیادہ پاؤں نہ پھیلانا ، نہیں انھیں ضد چڑھ جائے گی تو پھر تمھارا کچھ جائے گا نہ آن کا ، میں بن آئی مر جاؤں گی ۔

(۸۹)

[جواب خط نمبر ۸۸]

واری جاؤں ! جب آدمی ایک طوطے کا بچہ پالتا ہے تو اس کی بھی اتنی محبت پڑ[۱] جاتی ہے کہ دم بھر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ۔ تم تو ماشاء اللہ آدمی ، آدم زاد ، آنکھوں کی پتلی ،

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۸۷ : ہو جاتی ۔

کلیجے کی کور ہو - تمھاری جُدائی کا جتنا قلق ہو تھوڑا ہے -
میں چنچنا کر آنے کو تو چلی آئی ، پر کیا کہوں کیا کیا مصیبت ، کیسی کیسی آفت اُٹھائی - جیسی کی تھی ویسی بھگتی - دیوانی ، باولی ، بڑکائی بنی پھری ، سڑن خفتن (خبطن) کہلائی - جس کسی دس بارہ برس کی لڑکی کو دور سے کُولے پر ہاتھ دھرے دیکھتی ، یہی جانتی کہ یہ تو میری بیگم ، میری پیاری کھڑی ہے - اپنی انّا کی لاڈو ، اپنی انّا کی دلاری کھڑی ہے - جب کسی مجلس میں نکلتی تو جُھک جُھک کر ایک ایک کا مُنہ دیکھتی کہ کوئی میری بیگم کی صورت کی لڑکی بھی ہے یا نہیں ، جسے دیکھ کر اپنا کلیجہ ، اپنا دل ٹھنڈا کروں - باتیں سنوں ، آنکھیں سینکوں - اس میں اگر تقدیر سے کوئی مدھرے قد ، بھبوکا رنگ کی گوری چِٹّی ، طرّار فرّار لڑکی مل گئی تو بے قرار ہوگئی - پھر گھنٹوں اُسی کی باتوں میں گزار دیتی اور کہتی کہ بیٹی بہن ! بُرا نہ ماننا ، دیوانی باولی نہ جاننا - خدا اُسے جیتا رکھے ، سونے کے سہرے بیاہ ہو ، دودھوں نہائے ، پُوتوں پھلے ، میری پلائی کی بھی عین مین یہی شکل ، یہی صورت ، یہی چال ، یہی انداز ، یہی رنگ ، یہی روپ ، یہی قد ، یہی قامت ہے - میں ناشاد نامراد اُس کی ماں سے لڑ کر چلی آئی ہوں ، اس سے بلبلاتی ، خاک اُڑاتی پھرتی ہوں - کیا کروں ، دودھ پلائی کی ماما پڑ گئی ہے ، جی نہیں مانتا - اگر کوئی نیک گھڑی کی پیدائش ، ملنسار ، خوش مزاج لڑکی ہوئی تو ہنس دی ، ترس بھی کھایا ، گُھل مِل کر باتیں بھی کرنے لگی - اور جو دور پار کوئی بُرے وقت کی پیدائش ، جنم جلی ، جلاتن ، اکل کُھری ، حق سے دور جگ سے بری ہوئی تو کالی بلا کی طرح پیچھے پڑ گئی - پِنڈ چھڑانا مشکل ہو گیا -
بیگم ! تیرے واری ، تیرے صدقے ! یہ تو مجھ پر بیت رہی ہے

اور تم کہتی ہو تو مجھے دیکھنے تک کو نہیں آتی ۔ تمھاری اماں جان بُلائیں گی تو میں پھر حاضر ہوں ۔ میں نے اُن کا نمک کھایا ہے ، میرے بچے اُن کے گھر سے پلے ہیں ۔ اُن کے احسان سے کبھی باہر نہیں ہو سکتی ۔ اور نہیں بُلائیں گی تو خیر دوسرے تیسرے تمھاری[1] صورت تو دیکھ جایا کروں گی ۔

(۹۰)[2]

[جواب خط نمبر ۸۹]

انا بی !

تم نے مجھے پُرزہ لکھا تھا ، میں اُسے کہیں رکھ کر بُھول گئی ۔ صرف ایک آدھ سطر پڑھنے پائی تھی کہ بھائی جان علی گڈھ سے آ گئے ، اُن سے ملنے جا کھڑی ہوئی ۔ آ کر جو دیکھا تو نہ وہ خط ہے ، نہ وہ لفافہ ۔ خبر نہیں اُسے آسمان کھا گیا یا زمین ۔ ناچار تمھیں لکھتی ہوں کہ تم اس خط کا خلاصہ بہت جلد لکھ کر مجھے بھیج دو تا کہ میں اماں جان کو سُنا کر خود اُن سے ہی چلے آنے کی اجازت لے کر تمھیں بھیج دوں ۔ فقط تمھاری پلائی

(۹۱)[3]

[جواب خط نمبر ۹۰]

میری پلائی !

میرے ہاتھوں کی پالی پوسی ، میری آنکھیں ، میری جان ،

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۸۸ : تمھاری ہی ۔
۲ ۔ یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے ۔ مصنف نے طبع ششم میں اضافہ کیا ہے ۔ مرتّب
۳ ۔ یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے ۔ مصنف نے طبع ششم میں اضافہ کیا ہے ۔ مرتّب

میں تیری چلتی راہ پر سے قربان - خط جاتے رہنے کا افسوس ہے مگر اُس کا مضمون مختصر لکھوا کر بھیج دیتی ہوں - اس سے تمھیں میرے دل کا حال معلوم ہوگا - بیوی ! میں اُس وقت اپنے تیہے میں ایسی بے خود ہوئی کہ مجھے دین و دنیا کی کچھ خبر نہ رہی - تم سے بھی نہ ملی - مگر نہ کہنا کہ آتے تو آ گئی ، پھر کیسی اپنے جی میں پیشمان ہوئی اور کیسی اپنے تئیں لعنتی ملامتی دی اور کیا کیا مجھ پر گزری - ہر دم تمھاری صورت میری آنکھوں میں پھرتی ہے - کوئی گھڑی ، کوئی لمحہ تم بغیر مجھ کو کل نہیں پڑتی ہے - سچ کسی نے کہا ہے کہ غصّہ حرام ہے - یہ نگوڑے شیطان کا کام ہے کہ مینڈھے لڑوا دے ، کٹم کٹّا کرا دے ، آپ تماشا دیکھے -

بنّو ! میں اپنی شرمندگی کے مارے آپ نہیں آ سکتی تھی کہ کیا جا کے منہ دکھاؤں - آپ ہی اپنی جھونجل میں اُٹھ کے چلی آئی - پھر آپ ہی ناک کاٹ جوتیوں تلے رکھ کے اُلٹی آ گئی - لوگ شرمائیں گے اور کہیں گے کہ کون سا لنگڑا قاصد تم کو بُلانے گیا تھا ، یا تمھیں اور کوئی ٹھکانا نہ تھا ؟ کل کو کوئی یہ نہ کہے "بِن بُلائی احمق لیے دوڑی صحنک" صرف مُنہ چھوائی چاہتی تھی - بھلا تم بِن مجھے کیسا کل پڑتی تھی - سواری آئی اور میں آئی کی آئی - یہاں کھڑے پانی نہ پیوں اور اپنی بنّو بیوی کو آ کے کلیجے سے لگاؤں جو مجھے کل پڑے ، میری جان میں جان آئے - اُدھر تمھارا جیوڑا کُڑھ رہا تھا ، ادھر مجھے دانہ پانی حرام تھا - لو میں آتی ہوں - ذرا کھلکھلا کر ہنس دو ، میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دو - میری وہ کہاوت ہے : "ساری کُوٹی کونے لاگی ، میں کیا سیّاں رُوٹھی تھی" - فقط

تمھاری پیاری انّا
بنا رہے اس کا ختنا

(۹۲)

بیگم صاحب ! بے غم صاحب !

خدا کے دیے رُتبے کو آداب ، وعدے کو بندگی ، نوکوی کو پرائے بس سلام کرتی ہوں ۔ "بیگم" یوں لکھا کہ تم میرے سر کی سردار ، میری آقا ، میری مالک ہو ۔ "بے غم" یوں لکھا کہ جب سے گئی ہو ، بھوکوں مرتی ہوں ، دُکھ بھرتی ہوں ، پر تمھیں ذرا درد نہیں آتا ۔ میرے مرنے کا غم ہے ، نہ جینے کی خوشی ۔ "آداب" یوں لکھا کہ آپ کی سدا کی نمک‌خوار ہوں ۔ احسانوں کی ماری گردن نہیں اُٹھا سکتی ۔ "بندگی" یوں لکھی کہ آج تک کی تنخواہ کی راہ دیکھ رہی ہوں ۔ دس کے دس ، اگلے ساٹھ دن ہوگئے ۔ مرتی ہوں نہ جیتی ہوں ، زندہ ہوں نہ مردہ ہوں ۔ "سلام" یوں لکھا کہ کوئی کوڑی کو ہاتھ نہیں پکڑتا ۔ رمضان میں روزے کھائے ، اب عید میں کیا خاک کھاؤں ۔ بہتیرا جان کو تھام تھام کر قسمیں دلا دلا کر رکھتی ہوں ، مگر وہ قابو سے نکلی جاتی ہے اور یہی کہتی ہے کہ بس بڑھیا ! ایسے بھوکے مرنے کو سلام ہے ۔

حضرت سلامت ! جب مر ہی جاؤں گی تو کون نوکری کرے گا ۔ تمھارے گھر پر سانپ بنی بیٹھی ہوں ۔ مرنا قبول ، سڑنا قبول ، تمھاری چیز کا ادھر سے اُدھر ہونا قبول نہیں ۔ جان جائے ، ایمان جائے مگر میری بیگم کی چیز پر آنچ نہ آئے ۔

میری سرکار ! آپ کا اُگال میرا اُدھار ہے ، اب کیا رہ گیا جس کی دیر دار ہے ۔ خدا کے ہاں سے تو وعدہ پورا ہونے کو آیا ، آپ کو ابھی تک کچھ بھی خیال نہیں ۔ تم سے نہ مانگوں تو کس سے مانگوں ۔ ایلو ، اور غضب سنو ؛ قسمت نے جو دیکھا کہ ایسی بڑی

سرکار میں ہے تو اپنے دینے لینے سے کانوں پر ہاتھ دھر گئی ۔ خدا نے بھی تمہاری[1] پُرچک میں دیکھ کر صاف آنا کانی دے دی ۔ اب تو موت کو بھی یہاں تک آتے ہوئے موت آتی ہے، باہر کی باہر ڈر کر بھاگ جاتی ہے کہ ایسے بھوکوں سے کون لڑے جو مجھے بھی کچّا چبانے کا ارادہ رکھیں ۔ لیجیے آداب عرض کرتی ہوں ۔
فقط تمہاری بچپن کی نشانی مانی

(۹۳)

[جواب خط نمبر ۹۲]

مانی !

تیری باتوں سے ہار مانی ۔ تُو گُھنّی مار مارتی ہے کہ جان نکال لے اور پھر الگ کی الگ رہے ۔ میرے اوپر ہزاروں گھڑے پانی پڑ گیا ۔ سچ کہہ تُو نے دوشالے میں لپیٹ کر کیا بھیجا تھا کہ اس سے میری گردن نیچی ہو گئی ۔ جوں جوں خط دیکھتی ہوں ، زمین میں گڑی جاتی ہوں ۔ تو احسان کے مارے گردن نہیں اُٹھا سکتی ، میں شرم کے مارے سر نہیں اُٹھا سکتی ۔ لے اور کیا چاہتی ہے ۔ مُجھے اپنی (اپنے) برابر تو کر چھوڑا ، اب بھی تیرے دل سے یہ بدی دھوئی گئی یا نہیں ؟ تُو کہتی تو ہوگی : "رجا کیا جانے بھوکے کی سار[2]" مگر مانی ! مجھے اپنی جوانی کی قسم ! تیرے روپے آنچل میں باندھے پھرتی ہوں ۔ کوئی اتنا نہیں جُڑتا ہے کہ تجھ تک پہنچا دے ۔ ممانی اماں کا آدمی میرے آنے

---

۱ - طبع چہارم ص ۸۹ : تمہارے ۔
۲ - طبع چہارم ص ۹۰ : بھوکے سار -

سے پہلے ہی گاؤں پر جا چکا تھا ۔ حق ہمسائے میں کوئی مرد نہ مرد کی شکل جو ذرا ذہور کام کردے ۔ ممانی ہیں کہ کوڑی کوڑی کے سودے کو حیران رہتی ہیں ۔ میں ہوں کہ اپنے گھر کی خیر تک منگانے کو پھڑکتی ہوں ۔ رہیں ماما ، اصیلیں سو وہ خدا کے فضل سے باہر ہی نہیں نکلتیں ، اب تجھے روپے بھیجوں تو کیوں کر بھیجوں ۔ جو عورت خط لے کر جاتی ہے ، یہ ایسی ہے کہ آنکھ کا کاجل چُراتی ہے ۔ تُو محلے کی کسی چماری کو ، یا اور جس سے تیرا دل ٹُھکے ، اُسے بھیج کر اپنے روپے منگا لے ، میرے پاس امانت رکھے ہیں ۔ کہے گی تو اور دس بارہ زیادہ بھیج دوں گی ۔ ممانی امّاں کا آدمی گاؤں سے قسط لے کر آلے تو اپنے حصے کے روپے لے کر میں بھی چلی آؤں ۔ میرا دل آپ اُچاٹ ہو رہا ہے ۔ گھر سے بار بار نکلنا دشوار ہے ، اس سے دو چار دن اور ٹھہر گئی ۔

(۹۴)

انّا !

تیری بیٹی تو ایسی اُٹھی ہے کہ کوئی مرتا ہو تو بھی اُٹھ کر پانی نہ پلائے ۔ واہ ! غریب کی بچی اور ایسی احدی[۱] ؟ میں اُسے اپنے بچوں کے برابر رکھتی ہوں ، اس پر اُس مُردار کا یہ حال ہے کہ دن بھر میرے بچوں سے کٹّم کٹّا[۲] کھٹا پٹی رکھتی ہے ۔ اگر وہ پیاسے پھڑکا کریں تو یہ ہل کر پانی نہ پلائے ، بلکہ اگر کوئی پلاتا ہو تو آنکھ سے منع کردے ۔ بُوا !

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۹۱ : چال چلے احدیوں کی ۔
۲ ۔ ایضاً : سوکنوں کی سی ۔

ُتو کیا کرے ، ہمارا نمک ہی ایسا ہے ۔ جس کے ساتھ ہم نے سلوک کیا ہوگا ، اُسی نے ہمیں کچھ نہ کچھ ُدکھ دیا ہوگا ۔ ہم نے اس بچی کے ساتھ برائی کی ہو تو ہمارے آگے آئے ، نہیں تو وہ اپنے دیدوں گُھٹنوں کے آگے پائے ۔ ہمارا نمک ، ہمارا کھلایا پلایا اس کے ُپھوٹ ُپھوٹ کر نکلے ۔ میں تیرے ُمنہ پر جاتی ہوں ، نہیں تو کبھی کا نکال باہر کر دیتی ۔ بس ُبوا ! میں بہت جل پکی[1] ۔ اس کو میرے سامنے سے ُبلا لے ۔ اب مجھے اس کی صورت زہر لگتی ہے ۔ خدا ایسی حرّاف ، دیدہ دھوئی چھوکری سے پالا نہ ڈالے ۔ ہماری بلّی اور ہم ہی سے میاؤں ! ہمارے ہی ٹکڑے کھائے اور ہم ہی پر ُغرّائے ! جس کی گودی میں بیٹھے اُسی کے کان امیٹھے ۔ وہ نوکر کاہے کو ہے ، کبھی کی میری سوکن[2] ، کبھی کی دشمن ، یا کسی رشتے ناتے کی ہے ۔ جہاں محفل[3] میں جاؤں گی ، برابر ہی آن کر بیٹھے گی ۔ پھر کیا مقدور جو ذرا وہاں سے ادھر اُدھر کھسکے ۔ میں اس اخلاص سے باز آئی ، ُتو اپنی چھوکری کو آ کر لے جا ۔

(۹۵)

[جواب خط نمبر ۹۴]

حضرت بیگم صاحب !

لونڈی تو آپ ہی کے ہاتھ میں ہاتھ دے آئی ہے ۔ آپ کو

---

۱ ۔ ایضاً : پک گئی ۔
۲ ۔ ایضاً : کبھی میری سوکن ، کبھی دشمن ، کبھی کسی رشتے ناتے کی ہے ۔
۳ ۔ طبع چہارم ص ۹۱ : مجلس میں نکلوں گی ۔

اختیار ہے چاہیں اُسے بگاڑیں ، چاہیں سنواریں ۔ میں نے کس دن مامی پی تھی جو آپ نے اُس بدنصیب نامراد کو اتنا سر چڑھا دیا ۔ میرے سامنے آپ کے بچوں سے کُھنساتی یا کسی کام میں حیل حُجّت لاتی تو مُردار کی چھاتی پر چڑھ کر اڑھائی چُلّو لَہو پی جاتی ۔ چُڑیل کی جنّی کی شامت نے گھیرا ہے ، کم بختی آئی ہے ۔ روٹیاں لگ گئی ہیں ، پچتا نہیں سکتی ، بِن پَروں اُڑتی ہے ۔ رہ نبختی[1] تیری آ کر کیسی خبر لیتی ہوں ۔ اماں بندی ! تجھے کَنّچی کو کھا جاؤں تو سہی ، تیری بوٹیاں چبا جاؤں تو سہی ۔ تو نے میری بیگم کو تو جلایا ہے ، دیکھ تیرے کیسے دُھرّے اڑاتی ہوں ، ہڈیاں توڑتی ہوں ۔ ایسا کُچلوں ایسا کُچلوں کہ پیسے پر دھر کر بوٹیاں اڑا دوں ۔ تُو مجھے دُور دیکھ کر اِترا چلی ہوگی ۔ ایسے قصائی کے پلّے باندھوں جو اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات مارے ۔

بیگم ! تمھاری شفقت میں کچھ شبہہ نہیں اور اس کی نمک حرامی میں کوئی شک نہیں ۔ آپ اُسے ماریں یا پیٹیں ، رکھیں یا نکالیں ، مجھے کچھ سروکار نہیں ، میں اُسے آپ کی خدمت میں دے چکی ۔ کیا کروں ، کوئی بھلا مانس نہیں جُڑتا ، نہیں تو شربت کے پیالے پر نکاح پڑھا کر اس کے ساتھ کردوں ، اور پھر کبھی اس کا نام بھی نہ لوں ۔ میں اس کے ہاتھوں سے جل بُجھی ۔ دو ایک دن میں لونڈی بھی آئے گی اور اس کا جھگڑا جس طرح حکم ہوگا مٹا جائے گی ۔ آداب عرض کرتی ہوں ۔

(۹۶)

دَدا !

تجھے کیا نصیبوں کی مار ہے ۔ جہاں جاتی ہے ، وہیں مر

---

۱ - طبع چہارم ص ۹۲ : مُخطّامہ -

رہتی ہے - مجھے کسی کی لتّو پتّو نہیں بھاتی کہ تو دو دو دن تیری میری خوشامد کے لیے گھر سے اُجڑی رہے - اپنا پیسہ سلامت چاہیے ، جس کی ناک پر رکھ دوں گی[1] وہی دس پہنچیاں لا کر آگے رکھ دے گا - سودا بنے نہ بنے ، اپنا بھلا چاہتی ہے تو وہاں کھڑے پانی نہ پی - جس طرح بیٹھی ہے ، اُسی طرح اُٹھی چلی آ - میرا بچہ ہُڑکا جاتا ہے - جب وقت پر نہ آئی تو پھر کیا تجھے لے کر چولھے میں ڈالوں گی - ایک دن کی بات ہو تو بُھگتی جائے ، تجھے تو آئے دن کی عادت[2] پڑگئی - جب گھر سے نکلتی ہے ، دنوں اور مہینوں کی خبر لاتی ہے - بات بات کا بہانہ ڈھونڈا کرتی ہے - الٰہی ددا ! تو جیسا میرے اللہ آمیں کے بچے کو پھڑکاتی ہے ، اپنی جِندڑی سے پھڑکے - میں ایسے آدمی کی لاگو نہیں ہوں - مجھے جِن چڑھے گا تو فرشتے کی بھی نہیں سننے کی ، بھلا تو تو کس افلاطون کی جنی ہے - کھڑے کھڑے نکال باہر کروں گی - دادی جان بھی یہی کہتی ہیں کہ اپنی خیر منائے تو اسی دم چلی آئے ، اور دیر لگائے تو اپنا سر کھائے ، جہاں سینگ سمائے وہاں چلی جائے - ہمارے ہاں کام نہیں - دیکھ تھوڑے لکھے کو بہت جان اور یونہی مان - آگے تجھے اختیار ہے ، کسی پر زور نہیں -

(۹۷)

[جواب خط نمبر ۹۶]

بُلا لوں ! میں کچھ اپنے کام کو تو نہیں آئی تھی ، سرکار ہی کے کام کو آئی تھی - دیر یوں ہوگئی کہ وہ پہنچیاں ایک

---

۱ - طبع چہارم ص ۹۳ : پھینک دیں گے -
۲ - ایضاً : ہلکت -

جگہ دکھانے کو گئی ہوئی تھیں اور چھوٹی بیگم صاحب نے چلتے چلتے منتیں کر دی تھیں کہ اچھی ددا یہ پہنچیاں میرے واسطے خریدی جاتی ہیں ، جہاں تک بنے اُنھیں لیے کر آئیو ۔ اتنے میں تیرے بچے کو سنبھالے رکھوں گی ۔ یہ سوچ کر میں نے بھی کہا کہ اب آئی ہوں تو لے کر ہی چلوں ۔ آج شام کو دینے کا وعدہ کرتی ہیں ۔ مجھے اپنی ناک چوٹی کٹوانی ہو تو ٹھہروں ۔ دوپہر ہوئی تو میں روٹی کھا کر چلی ۔ بُڑھیا جو ہوگئی ہوں تو واری بن روٹی قدم نہیں رکھا جاتا ۔ باقی باتوں کا جواب وہاں آ کر دوں گی ۔ سودا بنا بنایا ہے ۔ جو بازار میں آنکے سو تم دینا ۔ بنوائی کی بچت رہے گی ۔ لو اب تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتی ہوں ، پھر دیکھ لوں گی ۔ آپ کی خفگی سے بھی ڈر لگتا ہے ۔

(۹۸)

میری چھوچھو میری چھوچھو !

تجھے کیا کہہ کے کوسوں ؟ تو نے میرے ساتھ جو کچھ کیا وہ اچھا کیا ۔ ذرا تیری بیٹی رحمت سے جی بہلتا تھا ، اُسے بھی وہیں بلا لیا ۔ یہاں کیا کوئی اُس کے موتی توڑے لیتا تھا ، یا وہی ایک ڈال کی ٹوٹی تھی ۔ ہم پہل پہلونٹھی کے نہ تھے یا اللہ آمین کے نہ تھے ؟ کیا کسی نے ہم کو نہیں جنا تھا ؟ آسمان سے گرے تھے ؟ کیا تھا ؟

ایک آس کے لیے نانی اماں کا گھر بھاری ہوگیا ۔ ہمیں تو کبھی اندھیرے اُجالے کیلی کا کھٹکا نہیں ہوا ۔ تیرے اس وہم سے بھی خدا بچائے ۔ ایسی تو تو وہمن متیا اور ایسی ہی وہ سڑن ماں کی خفتن (خبطن) بیٹی ، اور کیا کہوں ۔ جیسا میں

اُس پر دم دیتی تنی، میرے آگے آئے اور جیسا تُو نے کیا، تُو پائے۔ آج کو میری امّاں جیتی ہوتیں تو تُو اس ہیکڑی اور دھا دھمی سے بلا تو لیتی؟ خیر مجھ پر تو وقت پڑ گیا، پر تُو نے بھی ایک دم سے میری امّاں کے سارے احسانوں پر پانی پھیر دیا۔ اب معلوم ہوا کہ تیری جتنی باتیں تھیں وہ عین پھپٹ بازیاں تھیں[1] اور جو جو تُو سگھڑ بھلائیاں کیا کرتی تھی، وہ نرے پھپّڑ دلالے تھے۔ ابھی دیکھیے میرا کیا کیا لکھا پورا ہوتا ہے۔ خیر جو پڑے گی وہ بھگتیں گے، جو بنے گی وہ اٹھائیں گے۔

(۹۹)

[جواب خط نمبر ۹۸]

واری!

میں تیرے اوپر سات دفعہ قربان ہو کر مر جاؤں۔ مجھے اب بھی تم سے زیادہ بیٹی نہیں ہے۔ کچھ وہم کے مارے نہیں بُلایا تھا، اُس کا گنڈا بڑھانا تھا، مستحق کھلانے تھے، اس لیے کہلا بھیجا تھا۔ خدا نہ کرے تم نے میری کوف سی بات جھوٹ دیکھی؟ کس میں کھوٹ پایا جو یہ وہم پکایا؟ یوں کھوچُھدا رکھ کر ایک کو بدنام کرنا ہے تو وہ بات دوسری ہے۔

قربان کی تھی وہ بیٹی جو تمھاری آنکھوں سے دور ہو، نثار کی تھی وہ اولاد جو تم سے ذرا آنکھ میلی کرے۔ آنکھ بھر کر

۱۔ طبع چہارم صفحہ ۹۴: منہ دیکھے کی باتیں تھیں، اور جو جو تو سگھڑ بھلائیاں کیا کرتی تھی، وہ عین پھپٹ بازیاں تھیں - ابھی دیکھیے میرا کیا کیا لکھا پورا ہوتا ہے۔ وہی بات ہے زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ جو پڑے گی وہ اٹھائیں گے، جو بنے گی وہ بھگتیں گے۔

دیکھے تو آنکھیں نکال لوں ، نظر اُٹھا کر دیکھے تو کھڑا زمین میں گاڑ دوں ۔ مجھے کچھ[1] وہم ہوا ، نہ میری بیٹی کو کچھ وسواس نے گھیرا ۔ ننگے کُھلے سدا اس گھر میں رہے ۔ سفیدی بڑی کھائی ، پھول بھی پہنے ، عطر بھی ملا ، ہم نے تو کبھی پرچھائیں سار کی نہ دیکھی ۔ اب[2] ہمیں انوکھا وہم ہو تو ہوا کرے ۔

تم نے اپنی ماں کا مرنا کیا یاد دلایا کہ میرا دل ہلا دیا ، بُھولے بُھلائے غم کو پھر نئے سرے سے تازہ کر دیا ۔ میں کیا روتی ہوں ، اندر سے دل روتا ہے ۔ رحمت کو اُلٹے پاؤں بھیجے دیتی ہوں ۔ تم اپنے دل پر خیال نہ لاؤ ۔ خدا کی رحمت چاہیے ۔ گنڈا بڑھانے[3] کے چار دن باقی ہیں ۔ تمھارا جی چاہے تو رجب کی تیئیسویں کو وہیں بڑھا دینا ۔ تم اپنا جی نہ کُڑھاؤ ۔ آپ بھی کھیلو ، اُسے بھی کھلاؤ ، مگر اچھی بیگم ! کچّا پکّا لکھنا بھی تو سکھا دو ۔ کتاب تو خاصی طرح فرفر پڑھ لیتی ہے ، مگر لکھنا خاک نہیں آتا ۔ جس کی بیوی دست و قلم ہو ، اُس کی نوکر اور جاہل رہے ! یہ بات تمھیں کو بھاتی ہوگی ۔ لو تمھیں اللہ کی امان ۔

(۱۰۰)

مُوئی سو چوٹیوں کی ایک چوٹی ماما !

تجھے خدا کی سنوار ، گھی میں گھی آٹے میں آٹا تو نے چُرایا ، روپے میں پیسہ پیسے میں دھیلا تو نے بچایا ۔ میں نے سب کچھ بُھگتا اور کچھ نہ کہا ۔ یہی جانا کہ اگر دس پانچ روپے کے

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۹۵ : مجھے بھاگ لگے نہ میری بیٹی کو بھاگ لگے ۔
۲ ۔ ایضاً : آج
۳ ۔ ایضاً : گنڈا بڑھے گا تو کیا ہوگا ، چار دن اور باقی ہیں ۔

سودے سلف میں دو چار آنے بچا لیے تو خیر ۔ اس میں بھی تیری پوری نہ پڑی ، آخر باسن لے کر بھاگی ! مجھے تو اب تیرا پتا ملا ہے ، نہیں تو تھوتے تیروں اُڑوا دیتی یا تُھتکاریاں تیرے پاؤں میں ڈلوا دیتی ۔ جو کچھ میرا کھایا پیا ہے ، انتی سار ہو کر نکلے گا ۔ جو جو چرایا چھپایا ، تیرے پیاروں پر اُٹھے گا ، نہیں تو خیر سے میرے برتن بھیج دے ۔ نہ بھیجے گی تو قیامت میں بھی تیری بوٹیاں کاٹوں گی اور یہاں بھی جہاں نوکر ہوگی وہیں سے خط لکھ کر تیری نوکری چھڑوا دوں گی ۔

(۱۰۱)

[جواب خط نمبر ۱۰۰]

بیگم صاحب !

آپ کیا فرماتی ہیں ! چور تو مجھے خدا نے بنایا ، میرا کوئی موا جیتا ہوتا تو اس الزام کا جواب دیتا ۔ میں تو صبر اور شکر کر کے چپکی ہو رہی کہ اے خاوند! میں سنوں پر تو نہ سنیو ۔ آپ نے کسی دن میری چوری پکڑی تو ہوتی ، یا دل ہی دل میں حق ناحق مجھ نبختی پر[1] طوفان جوڑ لیا ۔ میں تمھارے برتن لے کر کیوں بھاگنے لگی تھی ۔ نوکری چھوڑنے سے پہلے چار دن تمھاری بہن کے ہاں مانگے گئے تھے ۔ اُن سے پوچھوا منگاؤ ۔ مجھ بدنصیب کو چوری نہ لگاؤ ۔ بیگم ایمان ہی ساتھ جائے گا ، اور کچھ نہیں ۔ ہٹ دھرمی پر کمر نہ باندھو ، جو کہو خدا لگتی کہو ۔ اس کوسا کاٹی کا میں تو کیا جواب دوں ، میرا خدا جواب دے گا ۔

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۹۶ : طومار باندھ لیا ، چور ٹھہرا لیا ۔

(۱۰۲)

میری کوکا !

تو نے بھی دیکھا ؟ نانی اماں نے کیا جھمجھاتا پیجامہ بھیجا ہے کہ میں تم سے کیا کہوں۔ جو دیکھتا ہے ، لوٹ جاتا ہے۔ تو نے کہاں سے دیکھا ہوگا۔ یہاں ہوتی تو دیکھتی۔ اے بی ! میں بھیج دوں ؟ دیکھ کر اسی ماما کو دے دیجو۔ منا ، نیا تہ درز ہے ، میلا نہ ہو ، دھبّا نہ لگے ، تہہ نہ بگڑے۔

(۱۰۳)

[جواب خط نمبر ۱۰۲]

بیگم !

پہلے تو میں نے سمجھا ، ہو نہ ہو گیگم کا پیجامہ ہو ، مگر جب دیکھا تو بھاری کمخاب (کمخواب) کا نکلا۔ واہ کیا چمک دمک ہے کہ آنکھ نہیں ٹھہرتی۔ تمھیں ایک یہ اور ہزاروں اور پیجامے پہننے نصیب ہوں۔ چلو گھس پھس کر پرانا ہو۔ اسے پہنو اور جی[1] کو خوش رکھو۔ لو دیکھ لو ویسے کا ویسا ہی ہے ، تہہ کھولی ہو تو ہاتھ ٹوٹیں ، اُلٹ کر دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں۔

(۱۰۴)

آتو جی !

تمھارے آنے کی خبر سن کر یوں تو گھر بھر کو خوشی ہوئی ، پر تمھاری ننھی کا تو یہ حال ہوا کہ بچی کو مارے خوشی

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۹۷ : دل کو لگاؤ۔

کے رات کاٹنی مشکل ہوگئی ۔ سوئی تو خواب میں بھی یہی دیکھتی رہی
کہ آتو جی آ گئی ہیں ۔

تمہارے آنے کا خط کیا آیا ، عید کا چاند نکل آیا ۔ بچے بچے کو
آتو جی کا سبق لگ رہا ہے ۔ اچھی آتو جی ! میں تمہارا احسان
کبھی نہیں بھولوں گی ۔ میرا ایک کام ضرور کرتی آنا ؛ میں نے
قمرجہاں بیگم کو ڈاک میں کئی خط بھیجے مگر اُن اللہ کی بندی نے
پُرزہ سار سے یاد نہ کیا پر نہ کیا ۔ میرا دل ان کی خیر صلاح سننے کو
لوٹ رہا ہے ۔ اب دو خط لکھ کر اور اسی خط میں رکھ کر بھیجتی
ہوں ۔ جلدی میں لکھے ہیں ، تم بھی ذرا ان کو دیکھ اینا اور کہیں
غلطی ہو تو بتاد ینا ۔ ایسا نہ ہو کہ پڑھنے والوں کو دقّت ہو ۔
خط نمبر ایک بُوا قمرجہاں بیگم کے نام کا ہے اور دوسرا خط نمبر
دو سلطانہ بیگم کو دینا اور دونوں سے اپنے سامنے جواب لکھوا لینا ۔
لو ڈاک کا وقت ختم ہوا جاتا ہے ، اب خط کو بھی ختم کرتی ہوں ۔
معظّم بیگم

(۱۰۵)[۱]

بُوا قمرجہاں بیگم !

تمہارے دم کی روشنی رہتی دنیا تک قائم رہے ۔ میں حیران
ہوں کہ اپنے خط میں تمہیں سمدھن کر کے لکھوں یا دینی بہن ۔
اگر سمدھن لکھتی ہوں تو دل کہتا ہے کہ جو دعویٰ بہن پر
ہوتا ہے وہ سمدھن پر نہیں ہو سکتا ، اور جو بہن لکھتی ہوں
تو یہ خیال گزرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس بہن کی
خوشی میں اپنی خوشی نہ سمجھ کر میری بات کو اس کان سنو

۱ ۔ خط اول ملفوفہ متعلق ۱۰۴ ۔ یہ خط طبع ششم میں صفحہ 115 پر
(خط نمبر اول ۱۰۵) واقع ہے ۔ مرتّب

اور اس کان اڑا دو۔ لیکن میں کیا کروں ، قلم سے چھوٹتے ہی بُوا
نکلا ۔ اب اس کا پاس مجھے اور تمھیں دونوں کو لازم ہو گیا ۔
گو تم نے اب تک نہ اپنی خیر سلا (خیر و صلاح) بھیجی اور نہ
میری خیریت منگائی ، مگر دلی محبت ان باتوں کو نہیں دیکھتی ۔
رات دن تمھاری خیر و عافیت سننے کو دل پھڑکتا ہے ۔ اگرچہ
تمھاری دعا سے بال بچے خیریت سے ہیں اور رمضان المبارک جس
لطف سے گزر رہا ہے ، اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے ، لیکن جس وقت
تمھارا خیال آ جاتا ہے ، پہروں وہی دھیان بندھا رہتا ہے ۔

ہماری بہن ہو تو اپنی خیریت جلدی جلدی لکھو اور یہ بتاؤ
کہ خدا رکھے پہلی عید ہے ، میں اپنی نورجہاں بیگم ، نہیں نہیں
خورشید بیگم کی عیدی کہاں بھیجوں ؟ کہو تو برخوردار رحمت علی
سیدھا بنارس لے کر حاضر ہو اور کہو دہلی میں ۔ یہ تو ممکن نہیں
کہ میں تمھارے یہاں نہ ہونے سے خاموش ہو رہوں اور اپنے دل
کا ارمان نہ نکالوں ۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دلی میں تمھاری خوشی
ہو دلی میں ، بنارس میں تمھاری مرضی ہو بنارس میں ، عید سے
پہلے پہلے رحمت علی چلا جائے ۔ اگر تم نے اس میں تامل کیا تو مجھے
وہم آئے گا ۔ عید سر پر آئی ، بہت جلد جواب بھیجو ۔ فقط اللہ حافظ ۔
اپنے بچوں کو پیار کرنا

(۱۰۶)[۱]

بُوا سلطانہ بیگم !

تم اپنی نیکیوں کا نیک ثمرہ پاتی رہو ۔ معاف کرنا ، آج ایک تکلیف
دیتی ہوں ؛ تمھیں یاد ہوگا کہ جب ہم تم چھوٹے تھے

---

۱ ۔ خط دوم ملفوفہ متعلق خط نمبر ۱۰۴ ۔ یہ خط طبع ششم میں صفحہ ۱۱۷
پر خط نمبر ۱۰۷/۲ واقع ہے ۔ مرتب ۔

تو دلی میں ایک ''اخبار النساء'' منشی سید احمد صاحب دہلوی کی طرف سے چھپا کرتا تھا جس میں راحت زمانی کا قصہ اور عورتوں کی حمایت میں مضمون ہوا کرتے تھے ۔ اس اخبار کی میٹھی میٹھی باتیں اور نصیحت سے بھری حکایتیں کیسا دل خوش کیا کرتی تھیں ۔ جو لڑکی یا بڑی بوڑھی سنتی ، غش ہو جایا کرتی تھی ۔ اس اخبار پر میری اور تمھاری لڑائی بھی ہوئی تھی ۔ تم تُرت کا آیا ہوا اخبار میرے ہاتھ سے چھیننے لگی تھیں اور میں نے جھٹکا دے کر تمھارے ہاتھ سے اُلٹا چھین لیا تھا کہ جب تک میں ''الزبتھ فرائی'' کا پورا حال نہ پڑھ لوں گی ، کبھی قدری کرو گی تو نہیں دوں گی ۔ اس پر کئی مہینے تک تم روٹھی رہی تھیں ۔ اس کے جواب میں میں نے کہا تھا کہ چلو تم رُوٹھے ہم چھوٹے ۔ مدت ہوئی کہ اس اخبار کا نام تک سننے میں نہیں آیا ۔ خدا جانے بند ہو گیا یا چھاپہ خانہ ٹوٹ گیا ۔ اگر تمھارے خیال میں کوئی اور اخبار خاص عورتوں کے متعلق چھپتا ہو تو اچھی ! مجھے اُس کا نام اور پتا لکھ بھیجو ۔ میں عمر عمر کو تمھاری احسان مند اور تابع دار ہو جاؤں گی ۔ چھوٹی بہن مقبول جہاں بیگم کو اخبار پڑھنے کا بہت ہی شوق ہوا ہے ۔ فقط
تمھاری سہیلی معظم بیگم

(۱۰۷)[۱]

[جواب خط نمبر ۱۰۴]

بیگم صاحب !

آپ کا خط پہنچا ۔ ننھی کی خوشیاں منانے کا حال پڑھ کر میرا جی بے قرار ہو گیا ۔ یہی جی چاہتا ہے کہ پر ہوں تو اُڑ کر

---

۱ ۔ طبع ششم میں یہ خط صفحہ ۱۱۴ پر جواب ۹۷ کے تحت درج ہے ۔
مرتب

اپنی بچی پاس پہنچوں اور اُسے گلے لگا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں۔
اُس کی یاد میں مجھ بڑھیا کا یہ حال ہے تو وہ تو پھر آخر بچہ ہے۔
اُس کا ننھا سا دل ہر وقت مجھے ڈھونڈتا ہوگا۔ بیگم! یقین مانیے کہ وہ
ہر وقت میری آنکھوں میں پھرتی[1] ہے۔ کیا کروں، تقدیر میں یونہی
لکھا تھا کہ میں اتنے دن اور اپنی بچی سے بچھڑی رہوں۔

میں اپنا اسباب باندھے تیار بیٹھی تھی، صبح کی ریل میں
سوار ہونے کو تھی کہ رات ایکا ایکی ساجد کے دشمنوں کو بخار
چڑھ آیا، اور بخار بھی اس شدّت کا کہ پنڈے پر ہاتھ نہیں رکھا
جاتا تھا۔ تمام رات بچہ بے ہوش پڑا رہا۔ صبح ہوتے اللہ اللہ کر
کے بخار کا زور کچھ کم ہوا تو میری جان میں بھی ذرا جان آئی،
اور سب سے پہلے تمھارے خط لے کر تمھاری بہنیلیوں کے ہاں گئی
اور اپنے روبرو دونوں سے جواب لکھوا لائی۔ خطوں کا تمھیں انتظار
الگ رہا ہوگا، سو دونوں خط میں ڈاک میں بھیجے دیتی ہوں۔ ذرا بچے
کی طرف سے میرا دل ٹھکانے ہو جائے تو مجھے بھی وہاں پہنچا جانو۔
میرا جی تم میں ہی پڑا ہے۔ لو اللہ حافظ، اللہ نگہبان۔

(۱۰۸)[2]

[جواب خط نمبر ۱۰۵]

بہن معظّم بیگم صاحبہ!

تمھارا مہر و محبت سے بھرا ہوا، دلی اُمنگ، چاؤ سے اٹاٹوٹ
الفت نامہ آیا۔ چاہو سمدھن لکھو، چاہے اپنی پیاری بہن، میں

---

۱ - طبع چہارم، ص ۹۸: بستی -
۲ - یہ خط طبع ششم میں صفحہ ۱۱۶ پر خط نمبر ایک کا جواب کے تحت
درج ہے - مرتّب

زبان دے چکی ، قول ہار چکی ۔ خورشید آج تک میرے دل کا نور تھی ، اب تمھارے گھر کا اُجالا ہے ۔ تم اطمینان رکھو ، زمین ٹل جائے، آسمان ٹل جائے، اس بندی کی زبان پھری ہے نہ پھرے ۔ اُس کے باپ کو کوئی لاکھ سکھائے بھکائے ، لیکن میرا منتر وہ نہیں جو ادھورا رہ جائے ۔ جب تک یہاں سے کوئی خط پتر نہ جایا کرے ، آپ خیریت کی فال سمجھا کریں ۔

پہلی عید ہو یا دوسری ، جب دونوں گھر آباد اور شاد ہیں تو ہر روز عید ہے ۔ اس مسافرت میں آپ عیدی بھیجنے کی تکلیف کیوں اُٹھاتی ہیں ۔ اگر ایسا ہی ارمان پورا کرنا ہے تو جس وقت میں آؤں اُس وقت پورا کر لینا ۔ اس عیدی کو امانت رکھو ۔ یا عوض معاوضہ گلہ ندارد ، تم یہ عیدی میری طرف سے وہاں لڑکے کو دے دو ، میں تمھاری جانب سے لڑکی کو دے دوں گی ۔ تم وہم نہ کرو ، اگر ممکن ہوا تو میں بھی عید سے پہلے دلی میں آ جاؤں گی ۔ خدا کرے اُن کی رخصت منظور ہو کر آجائے ۔ حاکم سخت ہے ، دوسرے کا کام پسند نہیں کرتا ، اور چھٹی کے نام سے اُس کے آگ لگتی ہے ، اس سبب سے ذرا دھڑکا ہے ۔ لو اللہ بیلی ، اللہ نگہبان! فقط

تمھاری بہن قمرجہاں

(۱۰۹)[1]

[جواب خط نمبر ۱۰۶]

بُوا معظم بیگم !

خدا تمھاری عظمت اور عزّت بڑھائے ۔ آج یہ کدھر کا

---

۱ - یہ خط طبع ششم میں صفحہ ۱۱۸ پر 'خط نمبر۲ کا جواب' کے تحت درج ہے ۔ مرتّب

چاند نکلا جس کی روشنی سے سارا گھر اُجالا ہوگیا ۔ تم نے بچپن کی باتیں اور رُوٹھنے منّنے کی حکایتیں سُنا کر دل پر سانپ سا لُٹا دیا ۔ اللہ اللہ وہ بھی کیا زمانہ تھا ! ادھر رُوٹھنا اُدھر منّنا کیسا لطف دیا کرتا تھا ۔

بُوا ! اُس اخبار کو بند ہوئے تو آج پندرہ سولہ برس ہوگئے۔ میری نئی نئی شادی ہوئی تھی جب ہی سُنا تھا کہ ''اخبار النساء'' بند ہو گیا ، لیکن آج کل نہایت عمدہ ، مفید مستورات ایک اور اخبار نکلا ہے جو بُوا محمدی بیگم صاحبہ ''تہذیبِ نسواں'' کے نام سے لاہور سے چھاپتی ہیں ۔ ان کے میاں مولوی سیّد ممتاز علی صاحب کا لاہور میں بڑا بھاری اپنا چھاپہ خانہ ہے جس میں انجن کے زور سے کلیں چلتی ہیں اور اُن سے کتابیں چھاپی جاتی ہیں ۔ اس چھاپے خانے کا نام 'رفاہِ عام' ہے ۔ اس میں نہایت عمدہ عمدہ کتابیں چھپتی ہیں ۔ سلیم کہیں سے ایک کتاب اس چھاپے خانے کی چھپی ہوئی لے آیا تھا ۔ اس کا نام شاید ''بن باسی رُستم'' تھا ۔ بہن وہ قصّہ ایسا دلچسپ تھا کہ سلیم پڑھتا جاتا تھا اور گھر کے سب چھوٹے بڑے مارے ہنسی کے پیٹ[1] پکڑ پکڑ کر لوٹے جاتے تھے ۔ اُسی دن شام کی ڈاک میں تمھارے ماموں نے لاہور سے ''صفیہ بیگم'' کا قصّہ بھیجا ۔ یہ کتاب اُنھی بُوا محمدی بیگم نے رشتے ناطے کے دستور کی خرابیاں جتلانے کو لکھی ہے ۔ بہن ! کیا بتاؤں اس کتاب کو پڑھ کر میرا کیا حال ہوا ۔ ہر چند دل کو سمجھاتی تھی کہ یہ فرضی قصّہ ہے ، مگر اُس کا اثر ایسا بے اختیار دل پر ہوتا تھا کہ آنسوؤں کی لڑیاں میری آنکھوں سے جاری تھیں ۔

---

۱ ۔ طبع چہارم ص ۱۰۲ : لوٹ پوٹ ہوئے ۔

"بن باسی رستم" کو سُن کر جس قدر ہنسی تھی، اُس سے زیادہ اسے پڑھ کر روئی۔ بُوا محمدی بیگم نے بیڑا اٹھایا ہے کہ کچھ ہی ہو، کوئی نکتّو بنائے یا سو باتیں سُنائے، میں تو اپنی بہنوں کو جاہل نہیں رہنے دوں گی۔

اُن کے اخبار میں جو مضمون چھپتے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ اس پرچے[1] میں صرف محمدی بیگم ہی مضمون نہیں لکھتیں، بلکہ بڑے بڑے معزز گھرانوں کی بہو بیٹیاں[2] اپنے اپنے مضمون بھیج کر نامہ نگاری کرتی ہیں۔ اور رشتے ناطے کے وقت لوگ لڑکیوں کے خیالات اور قابلیّت معلوم کرنے کے لیے "تہذیبِ نسواں" سے بڑی مدد لیتے ہیں۔ میرے نزدیک تم اس اخبار کو ضرور منگواؤ۔ میرے ہاں بھی آتا ہے۔ قیمت بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں، صرف تین روپے چار آنے سالانہ ہے جس میں محصول بھی شامل ہے۔ میری چھوٹی بہن اُمّ سلمٰی تم کو اور تمھاری بہن کو پوچھتی اور سلام کہتی ہیں۔ لو خدا حافظ

تمھاری ساتھ کی کھیلی بہنیلی
سلطانہ بیگم

(۱۱۰)

میں نے خانم تُجھ جیسی گدھیڑی بھی کم دیکھی ہوگی۔ ماما گیری کرتے عمر گزر گئی مگر کھانا پکانا نہ آیا۔ دِلّی میں رہی اور بھاڑ جھونکا۔ سالن ہے تو سٹھلونا ہے، پُلاؤ ہے تو نمک کا رونا، کوفتے پکائے تو نمک زہر کردیا، ادھر کی کسر اُدھر

---

۱ - طبع چہارم، ص ۱۰۲ : اخبار میں صرف یہ بی بی۔
۲ - ایضاً : اس اخبار کی۔

نکالی ۔ کباب لگائے تو جلا کر کوئلا کر دیا ۔ اگر ایسا کھانا پکا کر بھیجا کرے گی تو میں آ کر جواب دے دوں گی ۔ تُو مجھے چار شریکوں میں بٹھا کر ذلیل کرتی ہے ۔ اگر تُجھے پکانا نہیں آتا تو کسی سے سیکھ کیوں نہیں لیتی ۔ ہاں ! تُو تو اپنے آپ کو اُستاد جانتی ہے ، سیکھے تو شان میں بُجھتے نہ پڑ جائیں ۔

(۱۱۱)

[جواب خط نمبر ۱۱۰]

حضرت سلامت !

لا کلام آج تک میرے ہاتھ سے کوئی کھانا اچھا نہیں پکا[۱] ۔ مجھے خود شرمندگی ہے ۔ اگر آپ ایک دو مہینے کی چُھٹّی دیں تو نجف بائی کے باورچی خانے میں رہ کر سب کچھ سیکھ لوں ۔ سُنتی ہوں نواب حامد علی کے باورچی خانے میں نجف بائی نے ایک اس کا بھی کارخانہ بنایا ہے ۔ جو سیکھنے جاتی ہے ، اُس سے آٹھ آنے مہینہ لے کر کھانا پکواتی ہیں ، اور جب کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانا بگڑ جاتا ہے تو اس آمدنی کے روپوں میں سے تُرت دوسرا کھانا تیار کر کے نواب صاحب کے خاصے میں بھیج دیتی ہیں ، اور وہ کھانا اپنے شاگردوں کو کھلا دیتی ہیں ۔ جس عورت یا لڑکی کو پکانے ریندھنے کا سلیقہ آ جاتا ہے ، اُسے اپنے ہاتھ کی ایک سند بھی دیتی ہیں ، اور جس امیر کے ہاں جگہ خالی ہوتی ہے وہاں بھیج دیتی ہیں ۔ اُن کے ہاتھ کی سند دیکھ کر لوگ بڑی خوشی سے نوکر رکھتے ہیں ۔

---

۱ - طبع چہارم ص ۱۰۳ : نہیں بنا ۔

(۱۱۲)

ماما !

مجھے تیری ان باتوں سے حد ِ چڑھ ہے ۔ وہاں تھی تو یہی دیکھتی تھی ، یہاں آئی تو یہی ُپکار چلی آتی ہے کہ بیگم وہ اپنے بچوں کا خون کیے ڈالتی ہے ۔ اگر کل کلاں کو ٹھور بے ٹھور لگ گئی تو کون کِھچا کِھچا پھرے گا ؟ اور تجھے تو ایک بات ہو گئی ہے ۔ ادھر سے آٹھی تو دے ُدھواں ُدھوں ، دے ُدھواں ُدھوں بچّوں کو پیٹ لیا ، اُدھر سے آئی تو تراق[1] سے تھپّڑ مارتی چلی گئی ۔ کسی کا مار مار کر کُچلا کیا ، کسی کو مار مار کر بچھا دیا ۔ ایک کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو ایک کی ناک سے ُتللّی بہہ گئی ، جب تیرے ٹھنڈک پڑی ۔ ایسی ُظلمن[2] ماں سے خدا بچائے ۔ غرض ُتجھ کو بچوں کی محبت جمی جم ہے ۔ ایسا نہ ہو خدا کو ُبری لگے اور ُتو اُن کی مار میں آ جائے ۔ یاد رکھیو ان کوتکوں سے کبھی روٹی پر روٹی رکھ کر کھانی نصیب نہیں ہونے کی ۔ کپڑا لتّا تو کیا دربدر بھیک مانگتی پھرے گی ۔ معصوموں کی آہ ُبری ہوتی ہے ۔ تجھے مارنا ہوا کرے تو میرے گھر سے دس گھر پرے لے جا کر مارا کر ، مجھ سے یہ ظلم نہیں دیکھا جاتا ۔

---

۱ - طبع چہارم ص ۱۰۴ : تڑ ۔

۲ - ایضاً : سخت ۔

(۱۱۳)

[جواب خط نمبر ۱۱۲]

بیگم صاحب !

کیا کروں ، جل جاتی ہوں تو ہاتھ اٹھاتی[1] ہوں ۔ بیٹی کو تم دیکھتی ہی ہو ، کنوار پنے میں یہ[2] لمبی زبان ہے ۔ چھوٹا بچّہ ہے تو اٹھتے بیٹھتے ٹھنکتا رہتا ہے ۔ کسی کام کو ڈھنگ سے نہیں کرنے دیتا ۔ میں تو اپنا پیٹ کاٹ کر ، گلا بندھا کر ان کے کپڑے لتّے بناتی ہوں ، یہ ہیں کہ روز چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں ۔ اگر ذرا آنکھ دکھاؤں یا دھمکاؤں تو ڈھیٹ لڑکی سامنا کرنے کھڑی ہو جاتی ہے کہ ذرا سچ کہنا بڑی بے چاری مارنے والی ، تھانے کو دور دیکھا ہوگا ۔ اس کی ایچ پیچ کی باتیں سنو تو تم بھی دنگ رہ جاؤ ۔ جب دیکھو تراق پراق[3] زبان چلتی ہے ۔ میں تو اب مارنے سے ہاتھ اٹھاتی ہوں ، پر یہ بھاگوان بچّے گھر بھر کا ناک میں دم کریں گے ۔

(۱۱۴)

اچھی ددا[4] !

تو جیتی رہے ، تجھے سات سلام کروں ، تیرے پاؤں پڑوں ۔ جب تیرے آگے کچھ کام نہ ہوا کرے تو مجھے عورتوں کی کہاوتیں اور پہیلیاں لکھ کر بھیج دیا کر ۔ مگر یوں لکھیو کہ

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۱۰۴ : چھوٹ جاتا ہے ۔
۲ - ایضاً : سو گز کی زبان ۔
۳ - ایضاً : چٹر پٹر ۔
۴ - ایضاً ص ۱۰۵ : بوبو ۔

جن کے سرے پر 'الف' آئے وہ تو پہلے آئیں اور جن کے سرے پر 'ب' ہو وہ پیچھے لکھی جائیں ۔ انھیں جوڑ جوڑ کر ایک ننھی مُنّی سی کتاب بناؤں گی ۔ دیکھیو کیا اچھی لکھوں گی ، تجھے بھی سناؤں گی ۔

(۱۱۵)

[جواب خط نمبر ۱۱۴]

اپنی "ددا"[1] کی پیاری بیگم !

میں ہی تمھیں جھک کر سلام کرتی ہوں ، پاؤں پڑتی ہوں ۔ کیوں مجھے گنہگار کرتی ہو ، کیوں کانٹوں میں گھسیٹتی ہو ۔ اس طرح لکھنے کی کیا حاجت تھی ۔ میں جمعے کے جمعے کچھ کہاوتیں اور کچھ پہیلیاں لکھ کر بھیج دیا کروں گی ۔ ایلو ، تھوڑی سی تو ابھی لکھے دیتی ہوں ۔ خدا کرے تمھاری پسند آ جائیں ۔

کہاوتیں :

۱ ۔ آپ میاں مانگتے باہر کھڑے درویش ۔

۲ ۔ آپ ہی ناک چوٹی گرفتار ہیں ۔

۳ ۔ آٹا نبڑا بوچا سٹکا ۔

۴ ۔ آٹے کا چراغ گھر رکھوں تو چوہا کھائے اور باہر رکھوں تو کتّوا لے جائے ۔

۵ ۔ آج برس کے پھر نہ برسوں ۔

۶ ۔ آج بلّی آلانگ کر تو نہیں آئیں ؟

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۰۵ : اپنی بوبو ۔

۷ - آج زبان کھلی ہے کل بند ہے۔
۸ - آج کس کا منہ دیکھا ہے؟
۹ - آدمی آدمی انتر ، کوئی ہیرا کوئی کنکر ۔
۱۰ - آدمی آن کا کیڑا ہے ۔
۱۱ - آدمی پانی کا بلبلا ہے ۔
۱۲ - آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا ۔
۱۳ - آسمان میں تھگلی لگاتی ہے ۔
۱۴ - آگ کہنے سے منہ نہیں جلتا ۔
۱۵ - آگ لگنتا جھونپڑا جو نکلے سو لابھ ۔
۱۶ - آگ لگائے پانی کو دوڑے ۔
۱۷ - آگ لگائے تماشا دیکھے ۔
۱۸ - آنکھ کی بدی بھوں کے روبرو ۔
۱۹ - آنکھ نہ ناک بنّو چاند سی ۔
۲۰ - آنکھوں کے آگے پلکوں کی برائی ۔
۲۱ - آنکھیں ہوئیں چار ، دل میں آیا پیار ، آنکھیں ہوئیں اوٹ ، دل میں پڑی کھوٹ ۔
۲۲ - آیا بندہ آئی روزی ، گیا بندہ گئی روزی ۔
۲۳ - آئی ہے جان کے ساتھ ، جائے گی جنازے کے ساتھ ۔
۲۴ - اپنا پوت پرایا دھینگڑہ ۔
۲۵ - اپنا لعل گنوا کے در در مانگے بھیک ۔
۲۶ - اپنا وہی جو اپنے کام آئے ۔
۲۷ - اپنی ٹانگ کھولے اور آپ ہی لاجوں مرے ۔
۲۸ - ال گئی بل گئی جلوے کے وقت ٹل گئی ۔
۲۹ - اللہ دے ، اللہ دلائے ، بندہ مراد پائے ۔
۳۰ - اندھا بانٹے ریوڑیاں پھر پھر اپنوں ہی کو دے ۔

۳۱ - اندھا جیا بُرے حالوں ۔
۳۲ - آن کا باوا آدم ہی نرالا ہے ۔
۳۳ - اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈر ۔
۳۴ - آوندھے مُنہ شیطان کا دھکا ۔
۳۵ - باہر میاں ہفت ہزاری ، گھر میں بیوی فاقوں ماری ۔
۳۶ - بختاور کا آٹا گیلا ، کم بخت کی دال پتلی ۔
۳۷ - دل پھٹے باتوں سے ، کپڑا پھٹے ہاتھوں سے ۔
۳۸ - رانی کو رانا پیارا ، کانی کو کانا پیارا ۔
۳۹ - لاج کی آنکھ پہاڑ سے بھاری ۔
۴۰ - ماں جنے بار بار ، زبان جنے ایک بار ۔
۴۱ - مان کا پان بہت ہے ۔
۴۲ - موری کی اینٹ چوبارے چڑھی ۔
۴۳ - موئی بچھیا بامن کو دان ۔

پہیلیاں :

۱ - چار کھڑے چار پڑے ، ایک ایک کے مُنہ میں دو دو بڑے ۔ (چارپائی)
۲ - سونا ہے سُنار نہیں ، روپیہ ہے دلال نہیں ، گنبد ہے دروازہ نہیں ۔ (انڈا)
۳ - سیتل پائی بچھے کوئی سوتا نہیں ، مالی باغ لگائے کوئی توڑتا نہیں ، چینی کا پیالہ ٹوٹے کوئی جوڑتا نہیں ، راجا بنسی مرے کوئی روتا نہیں ۔ (سانپ)
۴ - ہری ڈنڈی سبز دانہ ، وقت پرمانگ کھانا ۔ (سونف)
۵ - بالا تھا تو سب کو بھایا ، بڑا ہوا تو کام نہ آیا ۔ (چراغ)
۶ - قفل کُنجی تالا ، ماں گوری بیٹا کالا ۔ (کھرنی)

۷ - ایک نام کے دو کہلاویں ، ایک کو چھوڑیں ایک کو کھاویں -
(انار)

۸ - ایک نام کے دو کہلاویں ، ایک کو پہنیں ایک کو کھاویں -
(قند یا بونٹ)

۹ - چاند سے چکلا ، پان سے پتلا ، جو کوئی ہماری پہیلی نہ بتائے
اُس کی ناک میں تکلا - (پاپڑ)

۱۰ - اتنی سی کیاری میرے دل کو لگی پیاری ، بُوجھتا ہے تو
بُوجھ ، نہیں ماروں گی کٹاری - (اشرفی)

۱۱ - پہلی ہے ، بیسن کی نہیں بنائی ہے ، کھانے کی وہ چیز نہیں پر
کھانے کو وہ آئی ہے - (اشرفی)

۱۲ - کسی میں دو کسی میں تین ، کسی میں آپ اکیلے ہیں ، دُم پکڑ
کر گھر میں لائے اُن کے نام پہیلے ہیں - (بُونٹ)

۱۳ - ایک نار بھونرا سی کالی ، کان نہیں وہ پہنے بالی ، ناک نہیں
وہ سونگھے پھول ، جتنا عرض اُتنا ہی طول - (ڈھال)

۱۴ - سُوکھی لکڑی لاگے پھل ، جو کھاوے سو رہے اٹل - (برچھی)

۱۵ - جل کر اُبجے جل میں رہے ، آنکھوں دیکھا خسرو کہے - (کاجل)

۱۶ - ادھر اُدھر سے آئی ہے ، کیا خوب بنائی ہے ، دیکھی ہے پر
چکھی نہیں ، خدا کی قسم کھائی ہے - (کھائی)

۱۷ - ایک نار سہنسر ناری پیا ملن کو چلیں ساری ، جب پی کے
درشن پائیں ، سب ناریاں مل کے ایک نر کہلائیں - (دریا)

تحریر النّساء

یعنی

حصۂ دوم

انشائے ہادی النساء

جس طرح اس کا پہلا حصہ عورتوں اور لڑکیوں کو انھی کی زبان اور محاورے میں باہمی خط و کتابت سکھانے کے لیے باعثِ قبولیتِ خاص و عام ہو کر بار بار چھپ رہا ہے، اسی طرح یہ دوسرا حصہ بھی، جو مستورات کی خط و کتابت کو مکمل کرتا اور اپنے رشتے دار مردوں، گھر کے ملازموں، سوداگروں وغیرہ سے خط و کتابت کرنے، حساب کتاب سمجھنے سمجھانے کا رستہ بتاتا ہے، مقبولیت کا درجہ حاصل کر کے اب حصۂ اول کے ساتھ شامل کر دیا جاتا ہے۔

پانچویں فصل

مردوں کے نام خط

(رشتے دار مردوں اور خاوند کے نام خط)

(۱۱۶)

دادا جان کو آداب !

حضرت ! میں عرض کرتی ہوں ، آپ کے پاس اتنے اخبار آتے ہیں ، ان میں سے کوئی عورتوں کے دیکھنے کے قابل بھی ہے یا نہیں ؟ میں نے سنا ہے کہ لاہور میں کوئی اخبار عورتوں کے لیے کسی خاتون[1] کی طرف سے نکلتا ہے اور اس کی بہت تعریف سنی ہے ۔ اگر آپ نے اس کا اشتہار دیکھا ہو تو مجھے بھی پتا لکھ بھیجیے ۔ لیجیے آداب ۔

فقط

آپ کی باندیوں کی باندی

خورشید بیگم

(۱۱۷)

ابّا جان !

آداب عرض کرتی ہوں ۔ میں جب سے اپنے گھر میں آئی ہوں ، آپ کی خیریت نہیں سنی ۔ وہاں تو بھائی جان کے نام جو خط آتے تھے ، میں خود انہیں پڑھ کر آپ کی زیارت کر لیتی تھی ۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنی پیاری لونڈی کو بھی خیرصلا (خیر صلاح) سنا دیا کریں ۔ زیادہ تسلیم ۔ فقط

شاہ جہاں بیگم

(۱۱۸)

چچا ابّا کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے پنجاب کی

---

۱ - طبع چہارم ص ۱۰۸ : بی بی -

نوکری میں ہمارے واسطے کیا کیا سوغات خریدی؟ لاہور کا چوڑیا ، بٹالہ کا موٹھڑا ، ملتان کا الاچہ ، کشمیر کی شال تو ضرور ہی خریدی ہوگی ۔ اب یہ خوشی سنائیے کہ آپ کب آئیں گے اور ان کے سوا کیا کیا لائیں گے ۔ فقط

زہرۃ بیگم

(۱۱۹)

خالو ابّا کو بھائی ناصر کا بیاہ مُبارک !

لونڈی جو دُور تھی تو نیگ تک ندارد ۔ میرے شریک (نہ) ہونے کی شکایت تو ہو نہیں سکتی ، کیونکہ میں دس منزل پر بیٹھی تھی اور برات کے آٹھ روز باقی تھے ۔ اس میں نہ اپنا کام سرانجام ہو سکتا تھا اور نہ پہنچ سکتی تھی ۔ ہاں اس طرف ریل جاری ہوگئی ہوتی تو بھی مُضائقہ نہ تھا ۔ اب نہیں ، خدا رکھو جب بال بچّہ ہوگا اس میں شامل ہو جاؤں گی ۔

دلہن کو میری آنکھوں سے دیکھنا اور بچے بچے کو پوچھ دینا ۔

فقط

آپ کی لونڈی

فاطمہ خانم

(۱۲۰)

ماموں جان !

آپ کا احسان مجھ سے نہیں اتر سکتا ۔ آپ نے اس وقت میں روپیہ دیا کہ کوئی ہاتھ نہیں پکڑتا تھا ۔ جیتی رہی تو تمام عمر یاد رکھوں گی ۔ کوئی شخص اپنی کوڑی دے کر نہیں بھولتا ۔ تم نے

بھر مٹھی اُترنی کے سے بھول روپے دیے اور آج تک زبان پر
نہیں لائے ۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج بن مانگے بھائی
کرامت علی کے ہاتھ میرے ماموں جان کے روپے جاتے ہیں اور
میرے سر سے ایک بڑا بوجھ اُترتا ہے ۔ الٰہی ! میرا منہ تو اس
قابل نہ تھا ، تیرے قربان اور تیری شان کے صدقے ، تو نے ہی مجھے
اُن سے سُرخرو کیا ۔ لو اللہ حافظ ، اللہ نگہبان ۔ فقط

آپ کی بن داموں کی لونڈی
امۃ الفاطمہ

(۱۲۱)

بھائی جان !

خدا کی شان ہے کہ جس ماں کے پیٹ سے بڑی آپا پیدا ہوئیں ،
اُسی سے یہ نامراد نکلی ۔ اُنھیں خدا تعالیٰ نے پیسہ دے کے
چارچاند لگائے ، مجھے بیوہ بنا کے یہ دن دکھائے ۔ وہ میرے بیٹے
کو اپنی بیٹی کیوں دینے لگی ہیں ؟ وہ آج سب لائق ہیں ۔ میں
شاید دو تانبے کے تار بھی نہ چڑھا سکوں ۔ خیر اُن کی مرضی نہیں
ہے تو میں بھی لاچار ہوں اور تم بھی مجبور ہو ۔ جدھر رب اُدھر
سب ، اس میں کسی کا قصور نہیں ۔ فقط

تمھاری بہن
ولایت زمانی

(۱۲۲)

بھئی بھیّا !

ہمارا باپ بھی آج جیتا ہوتا تو تم سے بڑھ کر سلوک نہ کرتا ۔

تم نے اپنی اولاد سے زیادہ ہمیں پالا ۔ جس کسی[1] چیز سے اور ترسے ، ہمیں نہیں ترسایا ۔ پال پوس کر بڑا کیا ، شادی غمی جو کچھ ہوا ، تمھارے ہی پیسے سے ہوا ۔ اب اس بیاہے پر بھی ہم تم کو تکلیف دیے جائیں تو یہ ہماری بڑی بے مُنصفی ہے ۔ تمھاری دعا سے بڑا لڑکا مُنصف ہوگیا ، چھوٹا تحصیل داری کا امتحان دے کر آیا ہے ۔ دونوں کہتے ہیں کہ اب ہمیں نانا ابّا کی خدمت لازم ہے ۔ وہ اس بڑھاپے میں بیٹھ کر آرام کریں اور نوکری ووکری چھوڑ کر چلے آئیں ۔ فقط

تمھاری بڑی بھتیجی
مُصاحِب خانم

(۱۲۳)

اپنی چھوٹی بہن کا مان رکھنے والے بھائی مرزا کالے !

خدا تمھیں سلامت رکھے ! اگرچہ ہمیں تمھیں ملے کو ایک زمانہ گزر گیا تھا اور میں نے جانا تھا کہ دُنیا کے پردے سے محبت اُٹھ گئی ، بھائیوں کے لہو سفید ہوگئے ، مگر اب برخوردار احمد مرزا کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے دل سے وہی ہو ۔ یوں دُور ہوگئے تو کیا ہے ، دل سے دُور نہ ہونا چاہیے ۔ اب کُنبے رشتے کا کوئی آ نکلتا ہے تو اب بھی اُس کے ساتھ وہی اُلفت چلی جاتی ہے جو اپنوں کے ساتھ ہونی چاہیے ۔

بھائی ! میں تمھیں اپنے والد مرحوم اور سگے بھائیوں سے کم نہیں جانتی ۔ مجھے یقین ہے کہ جو اُلفت اس بندی کو اپنے بیٹے احمد مرزا سے ہوگی ، وہی تمھیں بھی ہوگی ۔ بھائی ! یہ لڑکا ایک مدت

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۰۱ : جس چیز ۔

سے نوکری کے شوق میں تمھارے پاس جاؤں جاؤں کر رہا تھا ، مگر اس نے جو آج تک گھر کی چار دیواری کے سوا کچھ نہیں دیکھا ، اس سبب سے غیر جگہ بھیجنے پر میرا جی نہیں ٹھکا۔ اور تم بھی ایسا ہی کرنا کہ اسے اپنی آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دینا ۔ اپنا وہی ہے جو اپنوں کی آگ میں گرے ۔ دُنیا میں چراغ سے چراغ روشن ہوتا آیا ہے ۔ تمھارے نزدیک اسے نوکر رکھوا دینا کچھ بڑی بات نہیں ۔ آج کو خدا تعالیٰ نے تمھیں سب لائق کیا ہے اور نواب کے ہاں تمھارا کہنا سُننا بہت چلتا ہے ۔ اب خدا وہ دن کرے کہ میں اپنے بھائی سے اس کے نوکر ہو جانے کی خوش خبری سُنوں اور اس کے مُنہ میں گھی کھانڈ بھروں ۔ فقط

حمیدی بیگم

(۱۲۴)

صاحب !

تم جانتے ہو ؟ میکے میں میرے کوئی نہیں بیٹھا ۔ سُسرال میں مجھے سمیٹ کر بیٹھنے والا نہیں ، پھر جو دو دو اور چار چار مہینے خرچ سے بے فکر رہتے ہو اس کا کیا علاج ؟ اکیلی جان بھی نہیں کہ اپنے پیٹ کو مار کر بیٹھ رہوں ۔ کچّا ساتھ ہے ۔ ابھی گھر میں روٹی کا ٹکڑا نہ ہو تو تماشا دیکھو ۔ ادھر چھوٹا بلکتا پھرتا ہے ، اُدھر بڑا چولھے کو دیکھ کر کہتا ہے کہ ہیں بی ! آج بھی چولھا اوندھا ؟ تم جو اپنے چچا جان کے بھروسے پر ہو کہ وہ قرض وام کر کے لا دیتے ہوں گے ، سو آج کل وہ زمانہ جا رہا ہے کہ مہاجن بھی جب تک کچھ سہارا نہیں دیکھ لیتا ، کوڑی کو ہاتھ نہیں پکڑتا ۔ دوسرے ، یا کرے دردمند یا غرض مند ۔ انھیں کیا پڑی ہے جو تمھارے لیے اپنی بھلی چنگی جان کو عذاب

میں پھنسائیں ۔ وہ مثل ہو رہی ہے کہ کس کی بکری اور کون ڈالے گھاس ۔ یا تو تم مجھے وہاں بُلالو یا ماہ در ماہ خرچ بھیجنے کی صورت نکالو ۔ مجھ سے بچوں کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی ۔ فقط

تمھاری اہلِ خانہ

(۱۲۵)

صاحب !

خدا رکھّو اب تمھارا ننّھا بڑے تماشے کرنے لگا ہے ۔ اُس کی بہار دیکھنے کے یہی دن ہیں ۔ جہاں کوئی چیز رکھی دیکھی اور ایک کُولھے سے کھسکتا ہوا وہیں پہنچا ۔ اول تو اُسے ہاتھ میں اُٹھائے گا اور کہے گا : ''امّاں اِہ ۔'' جب میں کہوں گی کہ کیا ہے تو ہنسے گا اور زمین پر دے مارے گا ۔ اگر کوئی نازک چیز ہوئی اور وہ ٹوٹ گئی تو اُس کی آواز سے اور بھی خوش ہوگا ۔ اس میں اگر میری تیوری پر بَل دیکھا تو سیدھا کِھسکتا ہوا آئے گا اور گلے لگ کر رونے لگے گا ، یا دادا جان کے پاس چلا جائے گا اور اُن سے اشارہ کرے گا کہ یہ مُجھے گُھر کتی ہے ۔

اب تم اس کے لیے بمبئی سے کوئی لال ریشمی کپڑا بھیجو کیونکہ بچے لال لال کپڑے سے بہت خوش ہوتے ہیں ۔ یہاں سب طرح خیریت ہے ۔'' تم اپنی خیر صلا برابر لکھتے رہو ۔ دو دن خط نہیں آتا تو امّاں جان پیٹ پکڑے پھرتی ہیں ۔

(۱۲۶)

میرے سرتاج !

اس مہینے کا حساب بھیجتی اور چھوٹے بھائی کی شادی میں

جانے کی اجازت مانگتی ہوں ۔ تم نے سو روپے بھیجے تھے ، اُس میں سے تمھارے کہنے کے بموجب پچاس روپے کے زینب کو پتّے بنوادیے ۔ رہے پچاس ، اُس میں پچیس روپے کا ملمّع آیا اور پچیس اُوپر کو رکھے ۔ ماما کی تنخواہ اس مہینے نہیں دی گئی ، وہ پیشگی لے چکی تھی ۔

اب یہ بتاؤ کہ میں بھائی کی دُلھن کو مُنہ دکھائی کیا دوں ؟ اور یہ بھی لکھو کہ نقد دوں یا کوئی زیور چڑھا دوں ؟ میری سمجھ میں تو یوں آتا ہے کہ چیز کا نام بڑا ہے ۔ کوئی ہلکا سا جُھومر یا ٹیکا تو دُلھن کو چڑھانا چاہیے اور پانچ روپے دولھا کو دودھ پینے کے واسطے دے دینے مناسب ہیں ، آگے جو تم کہو سو کیا جائے ۔ رجب کی چودھویں کو ساچق ہے اور مجھے دسویں سے بُلایا ہے ۔ لو اللہ حافظ

(۱۲۷)

صاحب !

اس بُھول کا بھی خداحافظ ہے ۔ چار چیزیں بنا کر بھیجیں ، پانچ کی رسید مانگتے ہو ! کسی آدمی کے ہاتھ بھی نہیں آئیں جو اُس پر شبہ جاتا ۔ بند کا بند مُہریں لگا ہوا پارسل میرے ہاتھ میں آیا ۔ آپ کھولا تو اُس میں سے سر کا جُھومر ، ماتھے کا ٹیکا ، گلے کی چمپاکلی اور چوٹی کا تعویذ نکلا ۔ ایلو ، میں پھر دیکھتی ہوں ۔ ڈبیا کی روئی کو ٹُوم ٹُوم کر دیکھا ، مجھے تو کوئی چیز نہیں پائی ۔ اب تم خود اپنے قلم دان میں دیکھو ۔ اگلی دفعہ کی طرح اب کے بھی نہ بُھول گئے ہو ۔ یہ انگوٹھی تو شرطی (شرطیہ) وہیں رہی ، یا رکھتے رکھتے کسی شخص کے پسند آئی ، تم نے اُٹھا اُسے دے دی ۔ کاغذ جو لکھا کا لکھا رکھا تھا ، وہ وہیں کا وہیں رکھ

دیا ۔ میں تمھاری فیاضیاں خوب جانتی ہوں ۔ یہاں آتے ہو تو یہاں جو چیز جس کے پسند آتی ہے اُنھیں دے دیتے ہو ۔ یہی عادت وہاں بھی ہوگی ۔ جہاں سے جانو میری وہی انگوٹھی بھیجو ۔

لو اللہ نگہبان

(۱۲۸)

کیوں ؟ وہی بات ہوئی یا نہیں ؟ میرا سلام ! میاں شکور جو پہنچے ، انھوں نے بہن ہی کی چیز ہتھیائی ۔ وہ تو انگوٹھی چھلّوں کے سدا سے شوقین ہیں ۔ اُنھوں نے کوئی بات بھی عورتوں کی چھوڑی ہے؟ سارے سر پر بال وہ رکھیں ، مہندی وہ لگائیں ، انگوٹھی چھلّے وہ پہنیں ۔ ہاں کان چھدانے اور چوڑیاں پہننی باقی ہیں ، تو یہ بھی کچھ دُور نہیں ۔ اُنؔ سے کہنا کہ تمھیں انگوٹھیاں دینی چاہئیں یا اُلٹی لینی؟ مردوں کو تلوار بندوق زیب دیتی ہے اور ہمیں زیور ۔ فقط

(۱۲۹)

میرے لال !

کوئی بھی اپنی ماں سے اتنا سخت ہوگا ؟ تمھاری صورت کو ترستی تھی ، اب خیریت کو بھی پھڑکنے لگی ۔ اماں وہ دن بھول گئے کہ برسوں ایک کروٹ تمھیں لے کر سوئی ۔ آپ گیلے میں پڑی ، تمھیں سُوکھے میں لِٹایا ۔ جس چیز سے لوگ گِھن کھاتے ہیں ، میں نے اُسے صندل سمجھا ۔ اب میں ایسی دشمن ہوئی کہ میری صورت تمھیں زہر لگتی ہے اور میری خوشی خدا کا قہر ۔

یہاں رات دن تمھارا تصوّر بندھا رہتا ہے اور پہروں کبوتر کی طرح دل پھڑکا کرتا ہے ۔ خدا کو مان کر اپنی خیرصلا

بھیجتے رہو ۔ وہ ماں بھی نہیں جو تمھاری کوڑی کی محتاج اور کسی چیز کی طلب گار ہو ۔ میری زندگی بھر کو خدا نے بہت دے رکھا ہے ، اس سے تم بے فکر رہو ۔ ابھی تک اگلے کی ہڈیاں بھی نہیں گلیں کہ تم نے مُجھے جلانا شروع کردیا ۔

(۱۳۰)

برخوردار محمد احمد !

تمھاری سعادت مندی دیکھ کر سیکڑوں دعائیں دل سے نکلتی ہیں ۔ الٰہی ! تُو میرے احمد کو دن دُونا رات چوگنا دے ! جس طرح وہ مجھ بیوہ ماں کی خبر لیتا اور اُس کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتا ہے ، اسی طرح تُو بھی اُسے بھوکا ننگا نہ رکھیو ۔ دودھوں نہائے پوتوں پھلے !

بیٹا ! پانچ اگلے ، بیس کی ھنڈوی آئی ، اُسے پٹوایا اور اپنے خرچ میں لائی ۔ اب مجھے دو مہینے تک کچھ ضرورت نہیں ۔ جب تم سلامتی سے آپ ہی آؤ گے تو لیتے آنا ۔ فقط اللہ حافظ ، اللہ نگہبان !

(۱۳۱)

بیٹا !

یہ کیا سمائی ہے کہ سُسرال سے تو آدمی پر آدمی چلا آتا ہے کہ لڑکے کو بلاؤ ، ہمیں دکھاؤ اور مُنہ میٹھا کردو ، مگر تمھارے کان پر ذرا جُوں نہیں چلتی۔ میں کہے دیتی ہوں ایسا گھر، ایسی ہڈی ، ایسی صورت قسمت ہی سے ملا کرتی ہے ، آگے تم جانو ۔ میں کہاں تک بیچ والیوں کا منہ بھرے جاؤں ۔ مجھ سے آئے دن کا بھرنا نہیں بھرا جاتا ۔ فقط

(۱۳۲)

اپنے بھتیجے کو دعا کہتی ہوں اور مدت بعد راہ دیکھ دیکھ کر یہ پُرزہ لکھتی ہوں ۔ وہ مجھے بھول گیا تو پڑا بھول جائے، میں نہیں بھول سکتی ۔ یہی ایک میرے بھائی کی نشانی اور اُس کی تمام عمر کی کمائی ہے ۔ میاں ! کیا تم اپنی پھپّی سے خفا ہو ؟ جو کبھی بھول کر دو حرف نہیں لکھتے ۔ خدا رکھو ! لکھے پڑھے، دست و قلم ؛ انگریزی ، فارسی ، اردو ، عربی سب میں طاق ہو ، کسی کے محتاج نہیں ۔ البتہ یہ کہو کہ آج کل کے لڑکے پڑھ لکھ کر وہ لڑکے نہیں رہتے جو اپنے یگانوں کو یگانہ اور کُنبے کو کُنبہ سمجھیں ۔ خط لکھنے میں اُن کا وقت صرف ہوتا ہے اور جاہلوں سے بات کرنے میں اوقات ضائع ۔ صورت سے لاچار ہیں مگر اور سب طرح دھوئے دھائے صاحب لوگ ہوگئے ہیں ۔ مجھے کسی کی لگی لپٹی نہیں آتی ۔ یہ سارا انگریزی پڑھنے کا نتیجہ ہے ۔

خیر اپنی جان سے جیتے رہو ۔ ہم تو تمہیں دیکھ کر خوش ہونے والے اور ہر طرح تمہاری بہتری چاہنے والے ہیں ۔ لو اب اس طعنے پر بھی خط لکھو گے یا قسم ہی کھا بیٹھے؟ ہاں میں بھولی، خط نہیں چٹھی ۔ فقط

(۱۳۳)

بھائی عابد !

تمہاری عقل کو کیا ہوا ؟ جس بڑے بھائی کے دم سے بیٹھے عیش کرتے ہو، اُسی کا بُرا چیتنا اور جن باتوں سے بڑوں کی عزت میں فرق آئے ، اُن پر چلنا تمہارا ہی کام ہے ۔ تمہاری حرکتیں مجھ عورت ذات کو بھی تو بُری معلوم ہوتی ہیں ۔ بھلا وہ تو

دانا اور خدا رکھو بڑے سمجھ دار آدمی ہیں ، کب تک چُپ رہیں گے ۔ فقط

(۱۳۴)

اپنی خالہ کے چاہیتے بھانجے !

تمھارا خط نہیں پڑھا بلکہ تمھیں دیکھ لیا ۔ لڑکا مبارک! چھٹی مبارک !! یہ آپ ہی آپ گوند مکھانے کھائے ؟ خالہ کو پہلے سے خبر بھی نہ کی کہ ایسا نہ ہو کہیں یہ بھی پنجیری اور سٹھورے میں شریک ہو جائے ۔ میاں تم بھیجو یا نہ بھیجو ، میری بھاوج بہو ایسی نہیں کہ وہ مجھے بھول جائے ۔

بھائی آج کو بڑی آپا جیتی ہوتیں تو تم اُن کی خوشی کو دیکھتے ، خوشی کے مارے پُھولی نہ سماتیں ۔ خدا اُنھیں[1] جنت نصیب کرے ! یہی ارمان اپنے ساتھ لے کر گئیں ۔ یہ تو بتاؤ بیٹے کا نام کیا رکھا اور ختنے کی شادی کب کی ٹھہری ؟ یا ساتھ کے ساتھ اس فرض سے بھی ادا ہو گئے ؟ لو میرے پوتے کو ہاتھوں کے کڑے اور گلے کی ہنسلی میری طرف سے بنا دو اور ان پچیس رُپتوں کو وصول کرکے رسید بھیج دو ۔ اپنے گھر میں بھی مبارکباد دینا اور میری طرف سے بہت بہت پوچھنا ۔ فقط دعا کے سوا اور کیا لکھوں ۔

(۱۳۵)

بیٹا عزیز !

تم ایسے خفا ہو کر گئے کہ اپنی ماں تک کو بھول گئے ۔

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۱۷ : خدا اُن کی ارواح کو اُدھر ہی رکھے ۔

ہاں میاں ! تم کیا کرو ، اس زمانے کی اولاد ہی ایسی ہے ۔ ایک دفعہ ہی سب کے لہو سفید ہو گئے ۔ بڑا تھا ، وہ اسی طرح باہر جا کر مر رہا ۔ تم تھے ، تم نے یہ پاؤں نکالے ۔ خیر خدا نہ بھولے ۔

(۱۳۶)

برخوردار ہو اور خدا تمھاری ہزاری عمر کرے ۔ خط دیکھنے سے جان آ گئی ۔ سعادت مند بیٹے ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ آپ تکلیف اٹھائی مگر ماں کی تکلیف نہ دیکھ سکے ۔ بیٹا ! میں نے یہ کب کہا تھا کہ تم اپنی جان کو مارو اور مجھے زیادہ بھیجو ۔ اب یہ رنج کس کو ہوا ؟ رات دن مجھے یہی فکر رہے گا کہ خدا جانے آج میرے جانی پر کیا گزری ہوگی ، کس چیز کو جی چاہا ہوگا اور کون سی چیز دل سے مار کر بیٹھ رہا ہوگا ۔ میری خوشی تو یہی ہے کہ تم اس میں سے آدھے روپے منگا لو ۔ مجھے یہ بھی بہت ہوں گے ۔ فقط

(۱۳۷)

میں اپنے پیارے بھانجے کو پیار کرتی ہوں اور عیدی کا پورا روپیہ بھیجتی ہوں ۔ اگر اُس کے ہاتھ کا خط نہ ہوتا تو آٹھ آنے بھی نہ بھیجتی ۔ چھوٹے بچوں کے وہ خط جن میں اُن کی بھولی بھولی باتیں ہوں ، مجھے فیّاض بنا دیتی ہیں ۔ فقط

(۱۳۸)

میرے بھتیجے !

اس بات کی سمجھی نہیں ہے کہ مدرسے میں جا کر اوروں سے

خط لکھوا لاؤ اور اپنا نام کرو۔ تمھارا خط کیا میں پہچانتی نہیں ؟ یہ تو کسی بڑے بوڑھے کا خط ہے۔ بھلا تم اِن لفظوں کو کیا جانو۔ مجھے تو اپنے بھانجے کا خط بھایا کہ اُس نے اپنا ہکلا ہکلا کر بولنا، تتلانا اور عادت کے موافق ہر جگہ "ہاں جی تو" کہنا اس میں بھی نہ چھوڑا۔ خیر تمھاری اس جرأت کے چار آنے آتے ہیں کہ تمھیں خط لکھنے کا شوق نہیں تو لکھوانے کا تو ہوا۔ فقط

(۱۳۹)[۱]

اچھے ابّا جان !

میں تمھارے قربان ! مجھے یہ دونوں رسالے منگوادو۔ میں جو کل پُھپّھی امّاں کے ہاں گئی تو میں نے وہاں رسالہ 'عصمت' اور 'خاتون' دیکھا۔ 'عصمت' تو ہماری دلّی میں چھپتا اور مٹیا محل میں ملتا ہے۔ اُس کی پیاری پیاری بچوں کی تصویریں، ستھرے ستھرے مضمون، سیدھی سیدھی ہماری سی بول چال اور کام کام کی باتیں میرے دل کو بہت بھائیں۔ مولوی عبدالراشد صاحب کے اہتمام سے نکلتا ہے۔ میرا دل تو اُسے دیکھ کر پھڑک گیا۔

اچھے ابا ! منگوا دوگے نا ؟ اچھے (اچھی) ! ضرور منگوا دینا۔ 'خاتون' علی گڈھ سے نکلتا ہے، اس کے علمی تاریخی مضمون کو پڑھی لکھی اور قابل بیویاں بہت پسند کرتی ہیں۔ یہ امّاں جان کے واسطے منگواتی ہوں۔ وہ آپ بھی پڑھیں گی اور مجھے بھی پڑھائیں گی۔ دیکھنا ! وہ اسے لیں گی اور لاکھوں میں لیں گی۔ فقط

تمھاری پیاری بیٹی

مقصودہ بیگم

---

۱ - یہ خط طبع دوم و چہارم میں نہیں ہے اور طبع ششم میں پہلا نمبر ہے - مرتّب

(۱۴۰)[1]

[جواب خط نمبر ۱۳۹]

بٹیا مقصودہ!

تمھارا خوشی سے بھرا فرمائشی خط پہنچا۔ میں نے آج ہی دونوں جگہ تمھارے نام رسالہ جاری کرنے کو لکھ دیا اور تمھارے اس شوق کے انعام میں دو اور رسالے منگوا دیتا ہوں۔ اُن میں سے ایک کا نام ''الحجاب'' ہے جو بھوپال سے نکلتا ہے۔ دوسرے کا نام ''شریف بی بی'' جو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ان کو بھی پڑھنا اور پڑھ کر اپنی خوشنودی سے مجھے بھی خوش کرنا۔ فقط

تمھارا پیارا
باپ

(۱۴۱)[2]

چچا ابّا!

میرا عاجزانہ آداب قبول فرماؤ اور جو نصیحتیں تم نے آپا صغرا کو لکھ کر بھیجی ہیں، مجھے بھی ایک نظر دکھاؤ۔ آخر میں بھی تو تمھاری چاہیتی بھتیجی ہوں۔ بھلا یاد بھی دلا دوں؛ وہی بھتیجی جسے تم یہ کہہ کر چھیڑا کرتے تھے کہ ''چھوٹی سب سے

---

۱ - یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے اور طبع ششم میں پہلا نمبر ہے - مرتب

۲ - یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے اور طبع ششم میں پہلا نمبر ہے - مرتب

کھوٹی ، دال کھائے نہ روکھی روٹی ۔" لو اب تو میں کھوٹی نہیں رہی ۔ کیسی عمدہ فرمائش کرتی ہوں ۔ فقط

تمہاری لونڈی
اصغری بیگم

(۱۴۲)[۱]

[جواب خط نمبر ۱۴۱]

بٹیا اصغری ، خوش رہو !

خداتعالیٰ تمہاری عمر میں برکت ، تمہاری دولت اور علم میں ترقی دے ۔ بیٹی ! میں تمہاری فرمائش سے نہایت خوش ہوا ۔ وہ نصیحتیں کیا ، یہی روزمرہ کی باتیں ہیں جو اشرافوں میں برتی جاتی ہیں ۔ خط میں کچھ اور تو لکھنا تھا ہی نہیں ، وہی باتیں نئے مرے سے یاد دلادیں ۔ تم کو پسند ہیں تو تم بھی سُن لو :

کواری بالیوں کو نصیحت :

۱ ۔ عشا کی نماز کے بعد جب کھانا کھا کر پلنگ پر لیٹو تو خدا کا نام لیتے لیتے سو جاؤ ۔ اس سے گویا تم رات بھر عبادت کرتی رہوگی اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت ۔
۲ ۔ جب صبح اٹھو تو اسی طرح خدا کا نام لیتی اور کلمہ پڑھتی ہوئی اٹھو ۔ اِس سے دِن بھر خوشی اور ہر ایک کام میں برکت رہے گی ۔

---

۱ ۔ یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے اور طبع ششم میں پہلا نمبر ہے ۔ مرتب

۳ - اس کے بعد سب سے پہلا کام تلاوتِ قرآن ، دوسرا گھر کی جھاڑو بُہارو ، فرش فروش کی صفائی ، ہر ایک چیز کی دُرستی اور قرینہ -

۴ - تیسرا کام دینی و دُنیوی کتابوں کا مطالعہ - چوتھا کام پیٹ کا دھندا ؛ صبح کے کھانے پکانے کا انتظام ، ماں کو آرام دینے اور اس کا ہاتھ بٹانے کا انصرام ہے - پانچواں کام ذرا دم لینے اور صحت قائم رکھنے کا طریقہ ہے - چھٹا کام سینا پرونا ، کسی دست کاری یا کاڑھنے کا شغل ہے - ساتواں کام شام کے کھانے کا صبح کی طرح اہتمام - آٹھواں کام مغرب کی نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر اوڑھنے بچھونے کی دُرستی، سونے کی تیاری ہے - یہ سب کام صرف اتنے ہی نہیں ہیں ، ان میں پانچوں وقت کی نماز اور ماں باپ کی خدمت بھی شامل ہے جس کا وقت تم خود نکال سکتی ہو -

بیاہی تھیائی بہو بیٹیوں کو نصیحت :

خدا کی عبادت اور پنج وقتی نماز بدستور ، تلاوتِ قرآن مجید حسبِ معمول - باقی کاموں میں بے اولادیوں کا کام اور ہے اور صاحبِ اولاد کا اور -

جن کے ابھی اولاد نہیں ہوئی ، وہ اپنا علمی شغل ، سینے پرونے وغیرہ کا کام برابر سابق دستور جاری رکھیں - البتہ اس میں اپنی ساس ، خسر اور خاوند کی خدمت کو اور بڑھالیں - جب سونے کا وقت آئے تو سب سے پیشتر کھانا کھلانے سے فرصت پائیں - اس کے بعد ساس اور سسرے کی آرام گاہ کو جھاڑ جھوڑ کر درست کریں - پھر اپنے اور اپنے خاوند کے پلنگ (اور) اوڑھنے بچھونے کی خبر لیں -

صبح اُٹھتے ہی نماز سے فرصت پا کر گھر کے بڑے بوڑھوں ، ساس نندوں وغیرہ کا (کو) آداب بجا لائیں ۔ میاں کو جُھک کر سلام کریں ۔ اگر ناشتے اور چائے کی عادت ہے تو جھٹ تیار کر دیں ۔ اپنے ہاتھ سے نکال نکال کر آگے رکھ دیں ۔ آپ گھر کے کام کاج میں مصروف ہو جائیں ۔ جہاں تک بنے بڑے بوڑھوں سے کام نہ لیں تاکہ اُن کو تکلیف نہ پہنچے ۔ بے کہے ہر ایک کام کرنے کھڑی ہو جائیں ۔ اپنی صحت اور آرام کا بھی ضرور خیال رکھیں ۔ ہر ایک کام میں دردمندی اور ہمدردی دکھائیں ۔ اس سے جو وقت بچے وہ اور مفید کاموں میں لگائیں ۔

اب رہیں بال بچدار بہُو بیٹیاں ، اُنھیں اور ضروری کاموں کی طرح اپنی اولاد کی پرورش ، اُس کی تندرستی کا ازحد خیال رکھنا چاہیے ۔ اپنے آرام یا فرصت کا وقت نکالنے کو افیم کِھلا کِھلا کر بچوں کو نہ سُلائیں ۔ اس سے اکثر اوقات بچے ضائع بھی ہو جاتے ہیں اور مختلف بیماریاں بھی کھڑی ہو جاتی ہیں ۔ سِیتلا کا گھر افیون ہے ، دماغی بیماریوں کا سبب افیون ہے ، سُستی اور کاہلی کا پیش‌خیمہ افیم ہے ، خارشت کا باعث افیون ، لاغری اور کمزوری کی بنیاد افیون ، غرض اس کے پاس نہ جائیں ۔

جب بچہ روئے جب ہی ہر دفعہ دودھ نہ پلائیں ۔ ہر وقت بُھوک سے نہیں روتا ۔ پیٹ کی تکلیف ، پیٹ کے درد اور اور دکھوں سے بھی روتا ہے ۔ چُنچُنے اُسے ستاتے ہیں ، کھٹمل اُس کا خون پیتے ہیں ، بدہضمی اُسے تکلیف دیتی ہے ۔ غرض دودھ کا معمول باندھ لینا چاہیے اور ہاضمے کا وقفہ دینا لازم ہے ۔

بچّے کو بھی ہر وقت نہلا دُھلا کر صاف رکھو اور اُس کے کپڑوں کو بھی مَیلا نہ ہونے دو ۔ کھانا ہضم کرنے کے واسطے ہاتھوں میں لے کر ذرا اُچھالنا ، پاس لٹا کر پیٹ کی گرمی پہنچانا

ہاضمے کی دوائیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جائے اُس کی عمر کے موافق صحت ، اخلاق ، ذہن اور علمی شوق بڑھاتی جاؤ۔

بس اس وقت تو یہی باتیں کافی ہیں ، باقی خود کتابوں میں پڑھ لوگی۔ فقط

تمھارا پیار
چچا

(۱۴۳)[۱]

حضرت مولوی صاحب !

ہم عورتوں میں جو یہ مسئلہ جاری ہے کہ جب کوئی شادی ہو تو پہلے ''بیوی کی صحنک'' ہو اور اُسے صرف بیوی زنیں بیٹھ کر کھائیں ، سو اس کی کچھ اصل بھی ہے یا یونہی گھڑ لیا ہے ؟ آپ عنایت فرما کر ضرور اس کی وجہ لکھیں۔ کل مجھے ایک دوہاجُو بیوی پر ، جن کے ماں باپ نے خاوند مرنے کے بعد دوسرا نکاح کر دیا ، بڑا ہی ترس آیا کہ وہ دوسرا بیاہ ہونے سے اس نیاز کو نہ کھا سکیں۔ فقط

(۱۴۴)[۲]

[جواب خط نمبر ۱۴۳]

تحقیق پسند بیگم صاحبہ !

خدا تمھیں دُنیا میں خوش و خرّم رکھے۔ جس مسئلے کی تحقیق

---

۱ - اس خط کا طبع چہارم میں نمبر شمار ۱۳۱ اور طبع ششم میں ۱۴۲ ہے - مرتّب

۲ - یہ خط طبع دوم اور چہارم نہیں ہے - مرتّب

میں تم نے خط لکھا تھا، آج کچھ دنوں بعد اُس کا جواب دیتا ہوں۔ ''بیوی کی صحنک،، کوئی فرضی یا شرعی بات نہیں ہے۔ خوش اعتقاد عورتیں اگر خاتونِ جنت کے نام کی فاتحہ دلائیں تو کیا حرج ہے۔ مگر یہ بات کہ اُسے دوہاجُو عورت نہ کھائے، بالکل اخلاق، تہذیب اور مذہب کے برخلاف ہے۔ اس کی اصل یوں ہے کہ جہانگیر بادشاہ کی دو نہایت معزّز اور بڑھی چڑھی بیویاں تھیں؛ ایک جودھ بائی جو مہاراجا جودھ پور نے جہانگیر سے بیاہ دی تھی۔ یہ بیاہتا بیوی کہلاتی تھی۔ دوسری نُورجہاں جو اپنے خاوند شیرافگن خاں کے مارے جانے پر جہانگیر کے نکاح میں آ گئی تھی۔

نُورجہاں بچپن سے ایک بہت بڑی طرّار فرّار چُلبُلی اور ہوشیار عورت تھی۔ وہ جودھ بائی کو کبھی مارواڑن، کبھی ہندو بچّی، کبھی رجپوتنی، کبھی کچھ، کبھی کچھ کہہ کر چھیڑا کرتی تھی۔ مگر جودھ بائی چونکہ ایک عالی ظرف متحمّل مزاج اور گمبھیر بیوی تھی، وہ ہنس کر ٹال جایا کرتی تھی، ورنہ اُسے چڑانے کی بیسیوں باتیں معلوم تھیں؛ رستے میں پڑی پائی، راہ گیر کی اٹھائی، اکبر کی نذر چڑھائی یا اکبر کی مولڑ، شیرافگن کی بیوہ، غرض ایسی سچی سچی باتوں سے چڑا سکتی تھی۔

جودھ بائی جہانگیر کے گھر میں آ کر بڑی پکّی مسلمان، کٹّی دین دار، پنج وقتی نماز گزار، خوش اعتقاد ملکہ بن گئی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ نُورجہاں چھیڑ خانی سے کسی طرح باز نہیں آتی تو اُسے نیچا دکھانے کے واسطے ایک روز تمام شہزادیوں، وزیرزادیوں، نواب زادیوں، شاہی امیروں کی بیویوں کو بُلاوا بھیجا کہ کل ہمارے ہاں خاتونِ جنت بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نیاز ہے۔ سب بیوی زنیں اُس میں شریک ہو کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ اور ساتھ ہی یہی نُورجہاں بیگم کو بھی پیغام دیا۔

چونکہ یہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئی ، اسلامی دُنیا میں پرورش پائی ، دینی عقائد میں ڈوبی ہوئی تھی ، اُس نے نہایت خوشی سے منظور کیا ۔ زرق برق بن کر نیاز کے موقع پر آ موجود ہوئی ۔ دسترخوان بچھا ، نیاز کے طباق رکھے گئے ۔ جب کھانے کا وقت آیا تو جودھ بائی کھڑی ہوئی اور اُس نے باآواز بلند کہا کہ ''نیک بخت بیویو ! پارسا پاک دامن بیوی زنو! تم خوب جانتی ہو کہ یہ مُتبّرک نیاز کس مقدّس بیوی کی ہے؟ یہ اُن صاحب زادی کی نیاز ہے جو سیّدِ کونین ، باعثِ نجاتِ دارین کی پیاری بیٹی اور ہماری پیشوا ہیں ۔ یہ اُن کی نیاز ہے جن کے دونوں لال حسنؓ اور حسینؓ دینِ اسلام پر تصدّق ہوئے ۔ یہ اُن کی نیاز ہے جن کے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہمارے رسول مقبولؐ کی دامادی کا فخر حاصل ہوا ۔ پس اس نیاز کو وہی بیوی زنیں کھائیں جن کا دوسرا نکاح نہ ہوا ہو ، تمام عمر جتی ستی بنی رہی ہوں ۔'' یہ بات سُنتے ہی نُورجہاں کا مُنہ فق ہوگیا اور ایسی شرمندگی چھائی کہ پسینے پسینے ہوگئی ۔ نیچی نگاہ کیے اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے محل میں آکر خوب ہی روئی ۔ یہاں تک کہ اسی غم میں اُس روز سے چھیڑنا اور چڑانا مطلق چھوڑ دیا ۔

تو بیگم صاحب ! اِس نیاز کی اصل اور ابتدا تو یہ ہے مگر اہلِ اسلام کی جاہل عورتوں نے ہر ایک مُبارک خوشی کی تقریب میں اس نیاز کو مُقدّم اور فرض سمجھ لیا ۔ فقط

نام کا مولوی

مُنشی سیّد احمد دہلوی

(۱۴۵)[1]

[جواب خط نمبر ۱۴۴]

مولوی صاحب قبلہ !

عقیدت مندانہ آداب بجا لاتی ہوں ۔ ''بیوی کی صحنک'' کا اصل حال اور رواج کا زمانہ معلوم ہونے سے نہایت ہی احسان مند اور آپ کی شکرگزار ہوئی ۔ اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو ذرا سی تکلیف اور گوارا فرمائیے ۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ جودھ بائی چاہتی تو اُسے رستے میں پڑی پائی ، راہ گیر کی اٹھائی ، اکبر کی نذر چڑھائی یا مولڑ ، شیرافگن کی بیوہ کہہ کہہ کر ناک چنے چبوا دیتی ۔ میرے نزدیک یہ سب فقرے تشریح کے محتاج ہیں اور میں تفصیل وار سُننے کی کمال مشتاق ہوں ۔ اس سے زیادہ لکھنا آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنا ہے ۔ فقط

(۱۴۶)[2]

[جواب خط نمبر ۱۴۵]

حق جُو ، تحقیق پسند ، نیک خُو بیگم !

تمہارا دوسرا اِستفسار نامہ پہنچا ۔ جن باتوں کو تم دریافت کرتی ہو ، یہ قِصّہ طلب ہیں ۔ جب تاریخ کی کتابیں دیکھو گی تو خود جان لوگی ۔ میں نہایت مختصر اور مُجمل کیفیت ''فرہنگِ آصفیہ'' اور ''لغات النساء'' وغیرہ سے انتخاب کرکے لکھے دیتا ہوں ۔ تمہیں اسی سے ساری حقیقت معلوم ہوجائے گی ۔

---

۱ ۔ یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے ۔ مرتب
۲ ۔ یہ خط طبع دوم اور چہارم میں نہیں ہے ۔ مرتب

اِس کا قصّہ یوں ہے کہ مرزا غیاث ایرانی ایک عالی خاندان آدمی تھا ۔ جب وہاں کی سلطنت نے پلٹی کھائی تو اس کے خاندان کی بھی شامت آئی ۔ یہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر تلاشِ معاش میں پاپیادہ نکل کھڑا ہوا اور توکّل بہ خدا ہندوستان کا رُخ کیا ۔ اُس وقت اُس کی بیوی حمل سے تھی ۔ جب ایک ریتیلے میدان میں پہنچا تو رستے میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جسے ساتھ لیے لیے پھرنا دُوبھر معلوم ہوا ۔ مرزا غیاث کی زبان سے بےساختہ نکلا کہ مُفلسی میں آٹا گیلا ، یعنی مصیبت پر مصیبت آئی کہ خدا کی مہربانی سے بی مہرالنساء نے اس دشتِ وحشت خیز میں جنم لے کر ہمارے دم پر بنائی ۔ غرض وہ رات جُوں تُوں کرکے روتے دھوتے کاٹی اور صبح ہوتے ہی اِس لڑکی کو منحوس و سبز قدم سمجھ کر وہیں بلکتے بلبلاتے چھوڑ ، آگے کا رستہ لیا ۔ ہرچند پیٹ کی آنچ ماں کا قدم آگے نہ بڑھنے دیتی تھی مگر جب کچھ بن نہ آئی تو مُڑ مُڑ کر دیکھتی ہوئی اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو وہیں ڈال ، آگے قدم بڑھاتی چلی آئی ۔ یہ ایک رات کی جان جنگل میں پڑی روتی تھی اور جب تھک جاتی تو انگوٹھے چُوسنے لگ جاتی تھی ۔ اگرچہ قسمت اِس کے سر پر کھڑی ہوئی ہنس ہنس کر کہہ رہی تھی کہ بیٹی! جلدی نہ کر ، جس محل میں تُجھے ملکہ بنا کر بٹھاؤں گی ، وہ ابھی تیار نہیں ہوا ۔

پیچھے پیچھے ایک قافلہ بھی آتا تھا ۔ اُس صبح کے تارے کو زمین میں پڑا دیکھ کر اہلِ قافلہ حیران ہو گئے ۔ ایک سوداگر کے دل میں خدا نے رحم ڈالا ۔ گود میں لیے منزل پر آیا ۔ اس جنگل بیابان میں دودھ کہاں ؟ چاروں طرف انّا کی تلاش کی ۔ کسی کو معلوم ہوا کہ ایک شخص مرزا غیاث مع اہل و عیال بتلاش روزگار جا رہا ہے ۔ ممکن ہے کہ اُس کی بیوی اس بچی کی

پرورش کرے اور معصوم کی جان بچ جائے۔ غرض مرزا غیاث کا پتا لگ گیا اور معمولی اُجرت پر یہ لڑکی اُس کے حوالے ہوگئی۔ کچھ کھانا بھی آنے لگا اور ایک سواری بھی مل گئی ۔ سوداگر نے جب مرزا غیاث کی لیاقت اور خاندان کا حال معلوم کیا تو بہت افسوس ہوا اور ہندوستان میں پہنچ کر اکبر بادشاہ کے دربار تک پہنچا دیا ۔

جس زمانے میں ہمایوں ، اکبر بادشاہ کا باپ ، ہرات میں پہنچا تھا ، تو مرزا غیاث کا والد خواجہ محمد شریف حاکمِ ہرات تھا اور اُس نے ہمایوں کی بہت کچھ خدمت کی تھی ۔ اس موقع پر مرزا غیاث نے اپنا حق پیش کیا ۔ چونکہ خود بھی بڑا حساب داں ، خوش نویس اور شاعرِ خوش تقریر تھا ، چھوٹتے ہی میر بخشی کے عہدے پر ممتاز ہوگیا ۔ جس طرح امیروں کی بیگمیں محل میں جایا کرتی تھیں ، اسی طرح مرزا غیاث کی بیوی بھی آنے جانے لگی ، یہاں تک کہ ایک شہزادی سے بہناپا بھی ہوگیا ۔ اس عرصے میں لڑکی نے بھی کچھ کچھ ہوش سنبھالا اور اُسی مہرالنساء کے نام سے مشہور ہوگئی ۔ ماں کے ساتھ بیٹی بھی محل میں آنے جانے لگی ۔ مہرالنساء چونکہ ایرانی لڑکی تھی، بڑی ہی پُھرتی تھی ۔ اُس کی بات بات میں پھرتی اور ہر ایک کام میں چُستی پائی جاتی تھی ۔ آگے قبول صورت بھی ویسی ہی کہ لوگ اُسے موہنی مُورت کہتے تھے ۔ نڈر اور دیدہ دلیل (دلیر) بھی ایسی کہ اپنا قصور ظاہر کرنے میں ذرا نہیں ہچکتی تھی ۔ ایک دن زنانہ مینا بازار میں پھر رہی تھی ۔ جہانگیر بھی، جو اُسی کا ہم عمر تھا ، دو کبوتر ہاتھ میں لیے باغ کی روش پر جا نکلا اور اُسے دیکھ کر کہا کہ ”بی لڑکی ! ذرا ہمارے کبوتر لیے رہو تو ہم تھوڑے سے پُھول توڑ لیں ۔“ مہرالنساء نے اُس کے کبوتر ہاتھ میں لے لیے ۔ اتفاقاً ایک کبوتر

پھڑک کر چھٹ گیا ۔ جب شہزادہ پھول توڑ کر واپس آیا تو پوچھا کہ ''ہیں! میرا کبوتر کیا ہوا؟'' لڑکی نے کہا کہ ''صاحبِ عالم! وہ تو اڑ گیا ۔'' شہزادے نے پوچھا ''کیونکر؟'' اس نے دوسرا بھی اڑا دیا کہ ''حضور! اِس طرح اڑ گیا ۔'' شہزادہ اِس کے بھولے پن اور دلیرانہ جواب سے بہت خوش ہوا ۔

انھی دنوں علی قلی خاں ، شاہ ایران کے نعمت خانے کا داروغہ وہاں کے بادشاہ کے مر جانے سے ملتان میں چلا آیا اور عبدالرحیم خانِ خاناں سے دوستی پیدا کر کے بڑی بڑی جاں بازیاں دکھائیں ۔ جب خانِ خاناں دربار میں آیا تو اسے بھی ساتھ لایا ۔ اکبر نے علی قلی خاں کو ایک معزز عہدہ دے کر مہر النساء کے ساتھ اس کی شادی کردی اور ڈھاکہ کا صوبہ بنا کر جاگیر دے کر بنگالے کی طرف روانہ کر دیا ۔ علی قلی خاں نے وہاں پہنچ کر بھی ایسی ایسی بہادریاں دکھائیں کہ اسے شاہی دربار سے شیرافگن خاں کا خطاب ملا ، مگر حسبِ اتفاق تھوڑے ہی دنوں بعد مارا گیا ۔

جہانگیر نے اکبر کے مر جانے پر اپنے چھٹے جلوسی سال میں مہرالنساء کو آگرے میں چلے آنے کی ترغیب دلائی ۔ وہ مدت تک ٹالتی رہی ۔ اِس کے بعد جب اکبر آباد میں آ گئی تو یہاں آ کر چار برس تک بادشاہ کے سلام کی نوبت نہ پہنچی ، لیکن ایک دفعہ ہی جو اس کی رتی چمکی تو مہرالنساء سے نورمحل ، نور محل سے نورجہاں ہوگئی ۔ ملکۂ زمانی خطاب پایا اور یہاں تک اقبال بڑھا کہ بھائی آصف خاں سے آصف جاہ اور باپ مرزا غیاث سے عماد الدولہ بن گیا ۔ پس آپ اس ساری حکایت سے ان فقروں کا مطلب سمجھ لیجیے ۔ فقط

کاروباری مردوں کے نام خط

(۱۴۷)

لالہ انگنا !

مہینے کے حساب کی فرد میں نے دیکھی۔ اکٹھی چار چیزیں بڑھی ہوئی ہیں ۔ خدا کو مان کر ایسا تو غضب نہ کیا کرو ۔ بتاؤ تو سہی اتنی مدت ہوئی کبھی تمھاری دوکان سے میں نے گُڑ ، شکّر یا مُوا باجرے کا آٹا منگا کر کھایا ؟ اول تو میں آپ وہمن ہوں ، اپنے بچوں کو ایسی چیزوں کے پاس نہیں جانے دیتی ۔ دوسرے لے جانے والے کا نام بتاؤ اور اسے میرے سامنے کرو ، یا اِن رقموں کو کاٹو اور اب سے ہر ایک چیز کی چِٹھی لے لیا کرو ، بلکہ مہینے پر فرد کی جگہ اِکٹھی چٹھیاں بھیج دیا کرو۔ یہ ایسی ترکیب ہے کہ اس میں حساب[1] صاف رہے گا ۔ کسی طرح کا بتل نہیں پڑنے کا ۔

گڑ	:	۸ سیر	۱—۸—۰
شکّر	:	ڈیڑھ سیر	۰—۵—۰
باجرے کا آٹا	:	۲ سیر	۰—۳—۰
گھی تازہ	:	۵ سیر	۵—۰—۰

میزان : ۷—۰—۰

جب تک یہ سوا تیرہ آنے وضع نہ ہوں گے ، حساب بیباق نہیں کیا جائے گا ۔

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۱۹ : کوئی دم نہیں مار سکتا ۔ مرتّب

(۱۴۸)

واہ لالہ بدری !

کوئی کپڑا خریدے تو تم ہی سے خریدے ۔ یہ کیسا پُڑیا کا لٹھا دیا تھا کہ ایک ہی شوب میں بُور بُور ہو گیا ۔ اگر تم مُقدری کرو گے تو میں اس کے دام حساب میں نہیں لگاؤں گی ۔ مجھے تو آگے کو کان ہوئے ، تم بھی اب کان پکڑو ۔

مصاحب خانم چھینٹ کا نمونہ لے کر آتی ہے ۔ اگر اُس کے ساتھ کی نہ ہو تو کسی اور وضع کی دکھانے کو بھیج دو اور اُس کا بھاؤ بتادو ۔ فقط

(۱۴۹)

لالہ ہرجس !

تمھارے ہاں جو چیز جاتی ہے ، کھٹائی میں پڑ جاتی ہے ۔ میں ایسے گہنے سے باز آئی ۔ جس عید کے لیے مگر ، چودانیاں بننے کو دی تھیں ، اُس میں نصیب نہیں ہوئیں ، دوسری عید ہونے آئی ۔ اب کل کو میرے بھانجے کی شادی آئی ، اُس میں لڑکیاں پہن کر کیا جائیں گی ۔ اگر تمھارے آگے کام ہے اور تم نہیں بنا سکتے تو آج ہی میرا سونا پھیردو ، میں دوسری جگہ بھیج دوں ۔ فقط

(۱۵۰)

حکیم صاحب کو میرا آداب !

حضرت ! آج کئی دن سے میرے ننھے کو کھانسی دم نہیں لینے دیتی ۔ کوئی چکنائی میں نہیں کھاتی ، کچی ترکاریوں

سے میں پرہیز کرتی ہوں ، گیلے بالوں سے میں دودھ نہیں پلاتی ، پھر خدا جانے اس نناوین نے میرے بچے کو کیوں ستایا ۔ بچے کو تو سُوکھی کھانسی ہے اور مجھے تر ہو جاتی ہے ۔ آپ ننھے کے واسطے گولیاں اور میرے لیے کوئی جوشاندہ لکھ بھیجیے ۔

(۱۵۱)

حافظ جی صاحب !

آپ کا شاگرد کیا پڑھتا ہے ۔ آج چار مہینے ہونے آئے مگر اُس کی سورۂ مزمّل ختم نہیں ہوئی ۔ اگر یہ روز حاضر نہیں ہوتا تو آپ مجھے کیوں نہیں کہلا بھیجتے ، اور جو کھلنڈڑا ہے تو آپ اس سے محنت کیوں نہیں لیتے جو کھیل کی طرف اس کا دیدہ اٹھے ۔ یہی حال رہا تو لاچار یا تو اُس کے باپ کے پاس بھیج دوں گی یا کسی مدرسے میں بٹھا دوں گی ۔ فقط

(۱۵۲)

مُختار صاحب !

پالم پور کے مختارنامے کی تصدیق میں کیوں ڈھیل ڈال رکھی ہے ؟ جب اول ہی سیڑھی پر یہ حال ہے تو اتنی سیڑھیاں کیوں کر طے ہوں گی ۔ فقط

(۱۵۳)

بھانا مل سوداگر !

تمھاری دُکان سے جو اب کی دفعہ مِٹّی کا تیل آیا ہے ، دُھواں

بہت دیتا ہے ۔ نہیں معلوم پانی ملا ہوا ہے یا تیل ہی اصل میں
خراب ہے ۔ تم اسے تو لے لو اور دوسرا بدل دو ۔ اور یہ بھی
بتاؤ کہ دوسرے نمبر کی مصری کا کیا بھاؤ کر رکھا ہے اور شیرہ
کیوں کر دیتے ہو ؟ فقط

(۱۵۴)

لالہ بندا !

دو نسخے تمھارے پہلے ہیں ، تیسرا یہ آتا ہے ۔ اس کے بعد سات
منضج اور پھر تین جلاب بندھیں گے ۔ تم یاد کر کے اس چاند کے
آخر پر اپنا حساب بھیج دینا ۔ ایسا نہ ہو دوسرے مہینے پر بات جا
پڑے ۔ تمھارے مزاج میں کاہلی بہت سی ہے ۔ فقط

(۱۵۵)

لالہ جوہری مل !

میں نے سنا ہے کہ تمھارے ہاں کسی کا چندن ہار بکاؤ ہے ۔
اگر بنوائی کی بھی کفایت ہو جائے تو مجھے دلا دو ۔ میں اپنی بیٹی
کے جہیز کے واسطے لے لوں گی ، بلکہ اور بھی زیور آئے اور
بنوانے کی نسبت اس میں فائدہ ہو اور مال بھی کھرا ہو تو خیال
رکھنا ، میرے دکھائے بغیر دوسری جگہ نہ جانے دینا ۔

(۱۵۶)

لالہ پنا لال !

مجھے اپنے خول کے کڑے اور ملمع کی چوڑیاں علیحدہ کرنی

منظور ہیں ۔ اگر کوئی گاہک ہو تو دلوادو ۔ اسے بنوائی کی کفایت ہو جائے گی اور تمھیں محنتانہ بچ رہے گا ۔

(۱۵۷)

خدا بخش دلّال !

میں اپنی چوکیوں والی حویلی اور اس کے سامنے کی ہزار گز زمین بیچنی چاہتی ہوں ۔ میر عاشق کے کوچے میں جو زمین کا بھاؤ ہے ، اس سے تم خوب واقف ہو ۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ تمھیں ادھر سے کچھ نہ ملے تو میری زمین اور مکان کا بھاؤ نہ بننے دو ۔ میں خود تمھارا حق دینے کو موجود ہوں ۔ اگر آج کل میں بِکوا دوگے تو میرا کام نکل جائے گا ۔

نوکروں چاکروں کے نام خط

(۱۵۸)

کوکا جی !

تمھیں صد رحمت ! بنارس کا کپڑا کیا خریدنے گئے کہ وہیں کے ہو رہے - وہی مثل ہوئی ''موئے کی خبر نہ جیتے کی خبر''- تم نے تو کہا تھا کہ بیگم ! جاتے ہی طرح طرح کے کمخاب (کمخواب) کے نمونے بھیجوں گا اور جواب پہنچتے ہی چھوٹی بیگم کی شادی سے کہیں پہلے لے کر چلا آؤں گا - جب[1] نمونے ہی اب تک نہیں آئے اور شادی کے دن قریب آ گئے، تمھارے آنے کا کچھ ٹھور ٹھکانا نہیں - پھر وقت کے وقت آئے تو میرے کس کام کے؟ کس سے سلواؤں گی؟ دھائے پوجی میں تمھارے کام سے کب تک تمھاری راہ دیکھوں - بس تم اُلٹے پاؤں چلے آؤ - یہیں سے جیسا تیسا ہو گا ، منگوا لوں گی - وقت پر مجھے مشکل بنے گی -

(۱۵۹)

داروغہ عبدالحمید !

تم تو گاؤں پر جا کر جم ہوئے ہی تھے، خیراتی چپڑاسی بھی پہنچ کر مر رہا - جس طرح بنے آگاہی کا روپیہ بہت جلد لے آؤ - شادی کا کام پھیل چکا - تمھارے آنے میں دیر ہو تو موئے خیراتی سے کہو کہ بھائی ! تُو ہی اپنے پاوؤں کی خیرات لے کر جلد پہنچ - فقط

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۱۲۲ : بھلا جس حالت میں ابھی تک نمونہ ہی نہیں آیا تو تم کب آئے اور کب کپڑے سل کر تیار ہوئے - اگر سودا نہیں بنتا تو اُلٹے قدموں چلے آؤ - جیسا برا بھلا ملے یہیں سے خرید لو ، وقت پر مشکل بنے گی - مرتب

(۱۶۰)

منشی جی !

شبِ برات آئی اور تمھارے گاؤں سے گھی ابھی تک نہیں آیا ۔ لاچار ہو کر عبداللہ روننہ کر دوڑاتی ہوں کہ[1] ترت گھی لے کر آ ، جیسے یہیں کھڑا تھا ۔ کُتّے کی چال جا ، بِلّی کی چال آ ۔ اگر جلدی گھی لے آیا تو خوب شب برات کے تر حلوے کھائے گا ۔ پانچوں گھی میں ہوں گی ، نہیں تو سر کڑہائی میں ہو گا ۔

(۱۶۱)

مختار صاحب !

یہ کیا غضب ہے کہ اس شش ماہی کا حصاب تم نے اب تک نہیں سُنایا ۔ میں کوڑی کوڑی سے حیران ہو رہی ہوں ۔ گاؤں سے تو کب کا روپیہ وصول ہو گیا ۔ جن کی طرف باقی تھا اُن کے اوپر ڈگری ہو کر اناج قُرق ہوگیا ۔ تم گاؤں سے جلدی آؤ اور مجھے حساب کر کے سب چُکا جاؤ ۔ فقط

(۱۶۲)

بڑی بیگم صاحبہ کی طرف سے منشی عبداللہ صاحب کو تاکید سے لکھتی ہوں کہ دو مہینے سے جو مکان کا کرایہ لا کر نہیں دیا ، اس کا کیا سبب ہے ؟ یا تو کل آ کر اپنا حساب سمجھائیں ،

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۲۲ : کہ اس طرح گھی لے کر آ جیسے یہیں کھڑا تھا ۔ اگر جلدی لایا تو پانچوں انگلیاں گھی میں ، نہیں کڑہائی میں ہوں گی ۔

نہیں اپنے گھر بیٹھیں - ہمارا پیسہ سلامت رہے، منشیوں کی کمی نہیں -
دو دفعہ پہلے بھی تم سے ایسی ہی خطا ہو چکی ہے -

(۱۶۳)

لالہ ہردیال !

سرکار فرماتی ہیں کہ دو چار روز کے اندر اندر باریک خانے کی بابل لیٹ ، بڑھکی گلشن اور تن زیب کے دو دو تھان میرے پاس پہنچادو اور قیمت بھی کوتہ کر کے کہلا بھیجنا -

(۱۶۴)

لالہ بندا !

بیگم صاحبہ کی اجازت سے تمھیں لکھتی ہوں کہ انھیں جے پور کے پُرانے سکّے کی سَو اشرفیاں زیور بنوانے کے لیے درکار ہیں - اگر تم دے سکو تو تم دو ، نہیں اپنی معرفت کسی اور صرّاف سے منگادو -

فقط

(۱۶۵)

داروغہ صاحب !

بیگم صاحبہ کی طرف سے عبداللہ مِردھا مُہری خط لے کر آتا ہے - افغان پُورے کی آگاہی (اُگراہی) میں سے چار سو روپے اُس کے ہاتھ بھیج دو ، اور اگر ہو سکے تو سَو روپے کے گیہوں اور چار من گھی بھی ساتھ کردو -

(١٦٦)

چھوٹے میاں !

بیگم صاحب فرماتی ہیں میں اب کے برس تمھارے امتحان میں گرنے سے بڑی ناراض ہوں ۔ غریبوں کے بچے ، جنھیں اپنا کام بھی آپ ہی کرنا پڑتا ہے ، ہمیشہ پورے اترتے ہیں ۔ حالانکہ تم چار چار نوکر اپنے پاس رکھتے ہو ، آئے دن کتابوں کے لیے خرچ منگاتے ہو ، گھر پر ماسٹر بھی نوکر رکھ چھوڑا ہے ، پھر کیوں نہیں پاس ہوئے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنا دل کھیل میں ڈال دیا ہے ۔ اگر اگلے برس بھی یہی حال ہوا تو مجھ سے خرچ کی امید نہ رکھنا ۔

(١٦٧)

منجھلے میاں !

تمھاری امّاں جان دوسرے امتحان میں بھی پُورا اترنے سے بہت خوش ہوئیں اور انھوں نے خدا تعالیٰ کی درگاہ میں بڑا شکر کیا کہ میرا بچہ میری زندگی میں پڑھ لکھ کر قابل ہوا ۔ وہ تمھاری شادی کی فکر میں ہیں ، اور اُن کا جی چاہتا ہے کہ اب تم قانون بھی دیکھنا شروع کر دو ، اور اس میں امتحان دے کر اپنی زمین کے آپ مقدمے لڑا کرو ۔ یہ ہزاروں روپیہ جو آلفتوں کو جاتا ہے ، تمھارے ہی کام آئے ۔ دوسرے خدا نخواستہ وقت پڑے تو اس کے وسیلے سے کماؤ اور چار کو دے کر کھاؤ ۔

(۱۶۸)

بڑے صاحب !

آپ کی امّاں جان ارشاد کرتی ہیں کہ میاں ! کھانا وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو ۔ تمھاری، سُسرال میں دیکھنے کو بلایا ہے ۔ تم آ جاؤ تو شادی کی تاریخ ٹھہر جائے اور چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے ۔

تمھاری ہمشیرہ سلام کہتی ہیں اور نانی جان بلائیں لیتی ہیں ۔ سب کو تمھارے آنے کی خوشی لگ[۱] رہی ہے ۔

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۱۲۵ : ہو رہی ۔

عورتوں کی طرف سے عرضی پُرزے

(۱۶۹)

جناب عالی !

یہ رانڈ بیوہ بائیس برس سے اپنے دو چار کُھنڈلوں پر گزارا کر رہی ہے ۔ مگر دو برس سے ایک مکان میں حسن خاں کرائے دار ایسا آ کر بسا ہے کہ وہ نہ تو کرایہ ہی دیتا ہے اور نہ مکان ہی خالی کرتا ہے ۔ جب اس پر تقاضا کرتی ہوں تو کہتا ہے کہ میں نے تو یہ مکان تجھ سے آج برس روز ہوا کہ خرید لیا ۔ میں حیران ہوں کہ نہ تو میری اُس کی آج تک کچھ بات چیت ہوئی اور نہ میں نے کاغذ بنا کر دیا ، اور نہ اُس نے ہی کسی کے سامنے مجھے کوڑی دی ۔ پھر یہ دعوے دار کیوں کر بن بیٹھا ؟ اس بیوہ کے سر پر حضور کے سوا کوئی نہیں ۔ امیدوار ہوں اس کی تحقیقات ہو کر مجھ[1] رنڈیا کو داد ملے ۔

عرضی فدویہ
بستی خانم
بلاق بیگم کے کوچے کی رہنے والی
مورخہ[2] یکم ستمبر ۱۸۸۱ع

(۱۷۰)

غریب پرور !

میں پردہ نشین اور عزت دار عورت ہوں ، اس سبب سے خود کمیٹی تک حاضر نہیں ہوسکی ، مگر اپنی مصیبت حلال خوری

---

۱ - طبع چہارم ، ص ۱۲۵ : رنڈیا کو داد ملے ۔
۲ - ایضاً : تاریخ درج نہیں ہے ۔

کے ہاتھ لکھ کر بھیجتی ہوں ۔ میرے گھر میں مرد جمع جم ہیں تو محلے کا جمعدار بات بات پر ناحق اور بے وجہ کبھی موری صاف نہ رہنے کا ، کبھی کوڑا باہر پڑنے کا الزام لگا کر رپورٹ کی دھمکی دیتا ہے ۔ کوڑا کسی کا بہہ کر آئے مگر قصوروار میں ہوں ۔ اور تو اور جب کبھی مینہ برستا ہے اور پرنالے سے اس کا پانی باہر جاتا ہے تو یہ بھی میرے ہی اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے ۔

میں امیدوار ہوں کہ حضور کمیٹی کے کسی ممبر صاحب کی معرفت اس امر کی تحقیقات فرما کر لونڈی کو اس عذاب سے بچائیں ۔

فقط

الٰہی بیگم[1]

(علاقہ نمبر ۸)

(۱۷۱)

خداوندِ نعمت !

میرا خاوند چوتھے رسالے میں نوکر تھا ۔ کابل کی لڑائی میں کام آیا ۔ اس کے چھوٹے چھوٹے چار بچے ، ایک ماں اور ایک یہ دُکھیا ٹکڑے کو محتاج ہوگئی ۔ سرکار کے سوا وارث نہ رہا ۔ جب بھی سرکار ہی کے[2] طفیل سے پرورش ہوتی تھی اور اب بھی ان بچوں کے ہوشیار ہونے تک اسی کا بھروسا ہے ۔ سرکار آپ ہی تو انھیں کچھ کام سکھائے اور آپ ہی ان کی خبر گیری رکھیے ۔ ہم دونوں عورتیں صرف تن کو موٹا جھوٹا کپڑا ، پیٹ کو مِستی کُستی

---

۱ - طبع چہارم ص ۱۲۶ میں ''الٰہی بیگم علاقہ نمبر ۸'' کے الفاظ درج نہیں ہیں ۔

۲ - طبع چہارم، ص ۱۲۶ : کی ۔

روٹی چاہتی ہیں ۔ فقط

حسینی خانم[1]
و
مہدی خانم

(۱۷۲)

نواب صاحب کے حضور میں عرض ہے کہ ہمارا خاندان اول روز سے آپ ہی کے ٹکڑے سے پلا اور اسی سرکار کا نمک خوار رہا ہے ، مگر اب جو نئے دیوان صاحب ہوئے ہیں ، انھوں نے آپ کے غلام کو اُس کے باپ کی اسامی نہیں دی ، اور یہ فرمایا کہ وہ زمانہ گیا کہ جس میں لوگ نوکریوں کو وراثت سمجھتے تھے ۔ بے شک یہ اُن کا فرمانا بجا ہے ، مگر یہ حکم سب کے لیے ہے یا صرف اسی غریب کے واسطے ؟ اگر سب کے لیے ہے تو اسی مہینے میں دس آدمی اپنے بڑوں کی اسامیوں پر بھرتی ہوئے ہیں ۔ البتہ یہ فرق ہے کہ وہ اپنے گھر سے آسودہ ہیں اور میرا بچہ خود بُھوکوں کا ٹوٹا ہوا ۔ اور جو اُس کا چال چلن بُرا ہوتا تو وہ بھی بے نوکری لیے کیوں کر معلوم ہو سکتا تھا ۔

حضور خود اس بات کا انصاف فرمائیں اور اس رانڈ[2] بیوہ کو اپنی سرکار سے محروم نہ رکھیں تاکہ[3] آپ کے نمک پروردہ کارگزار کی ارواح بھی دعا دے اور وہ بندی بھی بھوکی نہ مرے ۔ فقط

---

۱ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۲۶ : بلا نام ۔
۲ ۔ طبع چہارم ، ص ۱۲۶ : بیوہ ۔
۳ ۔ ایضاً : ''تاکہ آپ کی......بھوکی نہ مرے'' یہ فقرہ درج نہیں ہے ۔ مرتب ۔

ضمیمہ

تقاریظ انشاے هادی النساء

(طبع دوم)

تقریظوں کا خلاصہ

(مطبوعہ طبع دوم)

جب اول مرتبہ ''انشاے ہادی النساء'' چھپی تو اس پر بہت سے لائق آدمیوں مثل ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر انسپکٹر مدارس صوبۂ بہار، جناب ضیاء الدین احمد خان بہادر رئیس لوہارو، مختلف نامی اخباروں اور بعض انجمنوں نے بڑی زوردار تقریظیں لکھیں ۔ چونکہ انشاے مذکور طبع ہو چکی تھی ، اس سبب سے ہم انہیں درج کرنے سے معذور رہے ، لیکن اب جو پبلک کی قدردانی اور مقبول ہونے کے باعث دوبارہ ترمیم کرکے چھاپنے کی نوبت پہنچی، تو ہم نے انتخاباً ان تقریظوں کا خلاصہ لکھنا مناسب جانا جو اس وقت تک ہمارے پاس موجود ہیں ۔ اگرچہ مختلف مقامات سے اس قسم کے بہت سے خطوط بھی آئے تھے ۔ مگر ہم طومار کرکے دکھانے کو خودنمائی اور خودستائی سے کم نہیں جانتے ۔ اس قدر لکھنا بھی اس وجہ سے گوارا کیا کہ شاید بعض مقامات کے حضرات اس ٹھیٹ مستورات کی زبان کو ہوبہو وہی زبان ، وہی لہجہ ، وہی طریقہ نہ سمجھ کر پایۂ اعتبار سے گرانا چاہیں ورنہ اس کی بھی کچھ حاجت نہ تھی ۔ فقط

مصنّف

انشاے ہادی النساء

ترجمہ تقریظ از مصنّف

جناب ایس ۔ ڈبلیو ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر

انسپکٹر مدارس صوبۂ بہار، مصنّف انگریزی و قانونی ڈکشنری وغیرہ میں منشی سید احمد کی اس انشاپردازی کی طرز کو دیکھ کر

کر لکھتا ہوں کہ یہ انشا علی الخصوص مسلمان عورتوں کے باب میں اور اُنھی کی زبان میں ہندوستانی علم ادب کی کتابوں میں ایک بڑی اچھی اور عمدہ کتاب بڑھی - اس سے پردہ نشین عورتوں کی ٹھیک ٹھیک مادری بول چال اور اُن کی پاکیزہ گفتگو ٹپکتی ہے -

یہ کتاب اُن کے مطالب ، اُن کی مختلف خواہشیں ، اُن کے روزمرہ برتاؤ ، طور ، طریقے ، گپ شپ ، لڑائی جھگڑے ، وہم ، ہجو ، طعنے مہنے ، رسم و رواج ، بچوں کے کھلانے کے ڈھنگ (جو اہلِ فرنگ کو آج تک معلوم نہ تھے) ، کہاوتیں ، پہیلیاں جن میں عورتیں زیادہ مشتاق ہوتی ہیں ، بہت اچھی طرح ظاہر کرتی ہے -

ہم سے پوچھو تو اِس کتاب میں 'مرأة العروس ' سے بھی کہیں زیادہ عورتوں کے محاورے پائے جاتے ہیں -

ایس - ڈبلیو - فیلن
انسپکٹر مدارس صوبۂ بہار
بانکی پور پٹنہ
۱۱ - جنوری ۱۸۷۵ع

جناب نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر رئیس لوہارو

میں نے اس کتاب کو بالاستیعاب تو نہیں دیکھا ، مگر جو کچھ دیکھا ہے ، اُس کو موافق بول چال مستورات اہل دہلی اور مطابق روزمرہ زنان الناس شہر بہت ٹھیک اور درست پایا ، خصوص بابت بیان رسوم زنان اہل اسلام ہندوستان جامع و کامل ہے کہ جس سے مؤلف اُس کا قابلِ صدگونہ تحسین و آفرین ہے ، اور سعی نمایاں و کوشش اس کی اب توجہ و غور اہالیان سررشتۂ تعلیم ٹھہرا و دولت مدار انگریزی ہے ، اور فی الواقع مدارس زنانہ و مردانہ کے لیے اس کا پڑھنا بہت مفید ہوگا - اور بلحاظ اجرائے سلسلۂ خط

و کتابت زنانہ میں خورد و کلاں و زن و شوے و قرابتیان کے مصنف اُس کا رُتبہ موجدی کا رکھتا ہے ۔

نواب ضیاءالدین احمد

اخبار انجمنِ[1] پنجاب ، مطبوعہ ۷ مئی ۱۸۷۵ء

یہ کتاب خاص دہلی کی بیگمات اور پردہ نشین مسلمان عورتوں کے روزمرہ محاورات اور بول چال کے مطابق ہے۔ عورات دہلی کی مادری بول چال اور ان کی نفیس اور لطیف گفتگو اس سے بخوبیِ تمام معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس لاجواب کتاب سے مستوراتِ دہلی کی مادر زاد زبان اور اُن کی شادی بیاہ ، غمی اور تقریبوں کی رسوم معلوم ہوتی ہیں ، ایک اور ترجیح اس کتاب کو حاصل ہے جو اُس کے ساتھ کی اور کتابوں کو نہیں ، یعنی اس میں بچوں کے امراض کے صحیح صحیح علاج بھی اُن کی طبیعتوں کے موافق اور مزاجوں کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ کم سلیقہ اور ناتجربےکار مائیں

---

۱ - سائز $\frac{۱۸ \times ۲۶}{۴}$ ، صفحات ۱۶ ، یومِ اشاعت جمعہ ۔ اس ہفت روزہ اخبار کے مدیر منشی نثار علی شہرت تھے ۔ بقول گارساں دتاسی ۱۸۷۱ع میں جاری ہوا اور ۱۸۷۹ع تک انھی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس کی اشاعت ایسے زمانے میں ہوئی تھی جبکہ ایک طرف تو ''انجمن اشاعت مطالب مفید پنجاب'' کا رسالہ ۱۸۷۰ع میں اور دوسری جانب خود حکومتِ وقت کا اخبار ، جو ۱۸۵۸ع میں شائع ہوتا تھا ، بند ہو چکا تھا ۔ اس لیے اس اخبار انجمن پنجاب کو اُس وقت کے بڑے بڑے انگریزوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ بالفاظ دیگر اپنی قوم سے زیادہ حکومت کا ترجمان تھا ۔

(ماخوذ از ''صحافت ۔ پاکستان و ہند میں'' مؤلفہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید ، ص ۲۵۲ - ۲۶۹ ، طبع اول ۱۹۶۳ع) ۔ مرتب

اپنی ناواقفی سے اپنے بچوں کی ترقیٔ امراض کی خود باعث ہوتی ہیں اور معصوم بچوں کو اُن کی ناواقفی سے طرح طرح کی مضرّتیں پہنچتی ہیں ۔ اس عمدہ کتاب میں ان کے امراضِ معلومہ کے سہل علاج بتائے گئے ہیں اور عورتوں کو اُن کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ۔

ہم نے تعلیم عورات کی اور بھی کتابیں دیکھی ہیں اور اُن سب میں 'مراۃ العروس' مصنّفہ مولوی نذیر احمد خاں صاحب بہادر اول درجے کی خیال کی گئی ہے ۔ لیکن اس کتاب کا ڈھنگ سب سے نرالا ہے ۔ اس طرز کی کتاب اب تک سررشتۂ تعلیم اضلاع شمال و مغرب یا پنجاب سے شائع نہیں ہوئی ، اور جس قدر اصلی محاورات روزمرہ اہل دہلی کی مادری زبان کے اس سے معلوم ہوتے ہیں ، ہمارے قیاس میں اور کسی کتاب سے ، جو اب تک تصنیف ہوئی ، معلوم نہیں ہوتے ، گو وہ کسی اور وجہ سے اس پر ترجیح رکھتے ہوں ۔ جو کام روزمرہ عورات کو پڑ سکتے ہیں اور جو باتیں اُن کی رات دن کے برتاؤ کی ہیں ، ان رقعوں میں ایک طرزِ خوش آئین سے بتائی گئی ہیں ۔ ہر ایک رقعہ ایسا سیدھا اور صاف لکھا ہے کہ گویا کوئی سچ مچ باتیں ہی کر رہا ہے ۔ اور جس امر کا بیان کیا ہے اُس کا نقشہ ایسا جمایا ہے کہ سامع یا قاری کے دل پر اُس کا پورا اثر ہوتا ہے ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کی آنکھوں کے سامنے وہ بات ہو رہی ہے ۔

رقعوں کی تحریر میں ایک بات یہ بھی قابلِ بیان ہے کہ مصنّف نے نہایت سنجیدگی سے کاتب اور مکتوب علیہ کے مرتبے اور منصب و حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے ؛ مثلاً اگر رقعہ چھوٹے بچے سے متعلق ہے تو ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن سے بھول پن ٹپکتا ہے ۔ اگر بوڑھے اور عمر رسیدہ کی طرف سے ہے تو اس کے ہر لفظ سے متانت اور سنجیدگی برستی ہے ۔ اگر برابر والوں کی طرف سے ہے

تو آپس کا شوق اور جوش ، محبت اور بے تکلفی اس سے عیاں ہے۔ غرض جو مطلب ہے اُسے واقعی خوب نبھایا ہے۔ خوشی کی باتوں میں خوشی اور رنج کے موقعے پر رنج کا نقشہ جمایا ہے۔

اس کتاب سے شریف خاندانوں کے رسم و رواج ، اُن کے خانگی معاملات کے ڈھنگ ، اُن کے خیالات کا اندازہ مختلف امور دنیاوی کی نسبت اور اُن کا طریق معاشرت اور برتاؤ کا اُن کے اقران و امثال ، اعزّا و اقارب ، بزرگوں اور خوردوں سے معلوم ہوتا ہے۔ یا یوں کہو کہ شرفا کے گھر بار کے برتاؤ اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور دریافت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے شریف خاندانوں میں عورتیں کس طرح اور کیوں کر اپنا رات و دن صرف کرتی ہیں ؟ بچوں کو کس طرح کھلاتی سکھاتی بتاتی ہیں ؟ آپس میں اُن کے طعنے مہنے کیونکر ہوتے ہیں ؟ کس طرح وہ شادی غمی میں کاربند ہوتی ہیں ؟ جب کہیں مہمان جانے لگیں یا جب خود میزبان ہوں تو کیوں کر عمل درآمد کرتی ہیں اور اُن کے روزمرہ برتاؤ کس طرح ہوتے ہیں۔ موقعے موقعے پر پہیلیاں اور کہاوتیں بھی لکھی گئی ہیں۔

غرض ہم نے اس نادر اور عمدہ کتاب کو غور سے دیکھا اور ہماری رائے اس کی نسبت یہ ہے کہ یہ کتاب عورتوں کی تعلیم کے لیے غایت درجہ سودمند ہے۔ آج تک اس طرز کی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری۔ ہرچند مُصنّف صاحب اپنی تصنیفِ سابقہ کی بابت سررشتۂ تعلیم شمال و مغرب سے موردِ انعام و اکرام ہو چکے ہیں ، لیکن اُن کی محنت و لیاقت ، جو انھوں نے اس کتاب کی تصنیف میں ظاہر کی ، ہمارے نزدیک انصافاً لائق اس امر کے ہے کہ یہاں کے سررشتۂ تعلیم میں بھی اس کا رواج دیا جاوے اورگورنمنٹ پنجاب اس کی قدردانی فرماوے۔

پنجابی[1] اخبار لاہور، مطبوعہ ۲۲ مئی ۱۸۷۵ع

اس سے پہلے بہت سی کتابیں، جو تعلیمِ نسواں کی ممد و معاون ہیں، تصنیف ہو چکی ہیں اور اُن کے مُصنّف موردِ انعام بھی سرکار سے ہو چکے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ یہ کتاب 'ہادی النساء' سب سے بڑھ کر ہے۔ جو کوئی منصف مزاج اس کتاب کو دیکھے گا، بے شک ہمارے دعوے کی تصدیق کرے گا۔

مسلمان عورتوں خصوصاً بیگماتِ دہلی کی بول چال اور روزمرہ کے محاورے کے مطابق خطوط اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔ سیدھی سادی اور بے تکلف بول چال ہے۔ دہلی کی اکثر رسمیں بیان کی گئی ہیں۔ جس طرح بچوں کو لوری دیتی ہیں اور سلاتی ہیں، وہ کیفیت بھی لکھ دی ہے۔ زلزلے کی کیفیت پر معقول بحث کی ہے۔ برسات میں جو کیفیت ''قطب صاحب'' میں ہوتی ہے، اس کا خوب ہی نقشہ اُتارا ہے۔ برسات کے گیت بھی مناسب موقعے پر درج کیے ہیں۔ ہنڈولے میں جو گیت گائے جاتے ہیں، وہ بھی لکھے ہیں۔ سہاگ گھوڑی،

۱۔ سائز ۱۰ × ۱۳، تین کالم، صفحات دس۔ اس کے بانی منشی محمد عظیم تھے۔ انھوں نے ۱۸۴۹ع میں ''لاہور کرانیکل'' بھی جاری کیا تھا۔ اس سے بے دخل ہو کر ۱۸۵۶ع میں ''پنجابی اخبار'' نکالا جو کچھ مدت بعد بند ہوگیا۔ ۱۸۶۵ع میں دوبارہ جاری ہوا، اور ۱۸۹۰ع تک شائع ہوتا رہا۔ دورِ ثانی کے مدیر حافظ عمردراز فائض تھے۔ اس اخبار کی پالیسی سنجیدہ ہونے کے علاوہ مذہب اور ذاتیات سے بالاتر تھی۔ مقامی اور بیرونی خبروں کے علاوہ نیم سیاسی مضامین اور انگریزی اخبارات کے مفید تراجم اور نامہ نگاروں کے مراسلات بہت سے شائع ہوتے تھے۔
(ماخوذ از ''صحافت — پاکستان و ہند میں'' مؤلفہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ص ۲۷۹ - ۲۸۰، طبع اول ۱۹۶۳ع)۔ مرتب

شادیانہ، ٹونا، مبارکباد وغیرہ بھی نقل کیے ہیں۔ غرض دہلی کی بول چال اور رسم و رواج کا بیان اس خوبی سے کیا ہے کہ زبان اُس کے وصف سے قاصر ہے۔

اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی اور دہلی والوں کو اور شہروں پر کیا فضیلت اور سبقت ہے۔ مصنف نے ثابت کردیا کہ دہلی اب بھی اہلِ کمال سے خالی نہیں۔

اخبار[1] انجمن عرب سرائے، مورخہ ۱۹ جولائی ۱۸۷۵ع

۱ - ہم لوگ جناب ایس۔ ڈبلیو۔ ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر، اخبار انجمن پنجاب و صاحب پنجابی اخبار کی رائے سے کُلی اتفاق ظاہر کرکے نہایت اطمینان سے اُن کے قول کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ کوئی دن میں ممدوح کی ڈکشنری اس کتاب کے حق میں ایک اعلیٰ پُشتی بان خیال کی جائے گی، اور جس وقت لوگ اُس ڈکشنری کو ملاحظہ کریں گے تو اس قسم کی کتابوں کی کمال قدردانی کریں گے۔

۲ - ہم مُصنّف کی اس مؤثر تحریر کو ایسا سراہتے ہیں جیسے کوئی کسی ہاتھ کے سچے مُصوّر کی تصویر کو دیکھ کر اُس کا مداح ہوتا ہے۔ واقعے میں اس شخص نے وہ طور برتا ہے جو کسی خواندہ

---

۱ - یہ ایک ماہانہ رسالہ تھا جو انجمن عرب سرائے دہلی کی جانب سے شائع ہوتا تھا۔ یہ رسالہ اپنی آزادی رائے کے لیے مشہور تھا۔ انجمن نے اپنی نگرانی میں کئی کتابیں بھی تالیف و تصنیف اور ترجمہ کراکر شائع کی تھیں۔ ۱۸۷۵ع میں لالہ فقیر چند اُس کے سکرٹری تھے۔
ماخوذ از مقالہ گارساں دتاسی (۱۸۷۴ع)، صفحات ۹۰-۹۱، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی، ۱۹۴۳ع) - مرتّب

اور متعصّب آدمی سے ہرگز ممکن نہ تھا ، کیونکہ عالم اور متعصّب لوگ کبھی تصرّف اور اصلاح سے باز نہیں آتے اور اس حالت میں اس کی اصلی خوبی جاتی رہتی ہے ۔ غلط العام الفاظ کا ترک نہ کرنا اور اُس کا حاشیے پر درست کر دینا مصنف کو خطاے لفظی سے بری کرتا ہے ۔

۳ ۔ ہماری انجمن مُصنّف کی اس رائے سے کمال خوش ہوئی کہ اُس نے عورتوں کے خیالات کو اور لوگوں کی طرح اپنے ڈھنگ پر نہیں ڈھالا ۔ اُن کے شبانہ روز کی اوقات گزاری اور بے شُغلی کے خیالات کا بہت ٹھیک اور درست نقشہ کھینچ دیا جو کسی بھائی سے ممکن نہ تھا ۔ کس لیے کہ ہم لوگوں میں یہ جبلّی خاصیت ہو گئی ہے کہ اپنی بُری بات کو اچھے پیرایے میں ظاہر کرتے ہیں جس سے غیر ملک کے لوگ کبھی واقف نہیں ہو سکتے اور اکثر معاملات میں دھوکا کھاتے ہیں ۔

یہ کتاب مستورات کی طبیعتوں اور اُن کے خیالات سے ایسی مناسبت رکھتی ہے جیسے بچوں کی طبیعت کھیل تماشوں سے ۔ عورتوں کو جو ابھی تک کچھ لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی ، اُس کا بڑا سبب یہی ہے کہ وہ ہمیشہ غلط اور صحیح کی تمیز کرنے میں غلطاں و پیچاں رہتی ہیں اور ہمیشہ یہی خیال کرتی ہیں کہ ہمیں مردانہ بولی اور مولویوں کی سی عبارت کیوں کر آئے گی اور ہم کس طرح بہت سی پڑھے بغیر اس بات پر قادر ہوں گی کہ اپنا مطلب ایک دوسرے پر بخوبی ظاہر کر سکیں ۔ یہ انشا اُن کو اپنا دلی مطلب ہر طور پر بے روک ٹوک لکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور اُن کی طبیعتوں کی اُمنگ اور آمد کو کسی طرح روکنا نہیں چاہتی ۔

ہم نے آج تک تعلیمِ نسواں کے باب میں جتنی کتابیں دیکھیں ، اُن سب میں اسے نہایت مفید اور فائدہ مند پایا ۔ گورنمنٹ شمال

و مغرب اور گورنمنٹ پنجاب کا اصل منشا یہ کتاب پوری کرتی ہے، بشرطیکہ از راہ انصاف اس پر غور کیا جائے۔

۴ - اگرچہ ہم کو یقین ہے کہ جس طرح ہم نے اس کتاب کو ایک کراہیت کی نظر سے دیکھا تھا ، اسی طرح اس زمانے کے تمام کٹھ مُلا اور نیم خواندہ آدمی اور علی الخصوص متعصب مولوی اس پر قہر کی نگاہ ڈالیں گے اور جہاں تک بنے گا اس کی تضحیک اور مٹانے کے درپے ہوں گے ، مگر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ تھوڑے سے دنوں میں اس کتاب کی وہ قدر ہوگی جو ہمارے بیان سے باہر ہے۔ اور جس وقت انصاف پسند اس باب میں منصفانہ غور فرمائیں گے اور وہ مُصنّف کی سچی خیرخواہی اور طعن و تشنیع کی بے پروائی کی طرف توجہ کریں گے ، تو دل سے اس کتاب کے مداح اور ثناخواں بنیں گے۔ اگر یہ کتاب پڑھائی میں داخل نہ ہوئی اور مُصنّف اپنی داد کو نہ پہنچا تو بڑے افسوس کی بات ہے۔

۵ - ہم مصنّف کے کمال شکرگزار ہیں کہ اُس نے اُن اچھے اچھے محاوروں ، لفظوں کو ظاہر کیا ہے جن پر لوگ مٹّی ڈالنا چاہتے تھے ، اور خود غرض لوگوں نے ابھی تک، اُن کو دہلی کے تہ خانوں میں بند کر رکھا تھا۔ اب اُن کا اچھی طرح سے ظہور ہوا۔

۶ - ہماری انجمن اس بات کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ اس کتاب کی بول چال خاص دہلی کی مستورات بلکہ بیگمات کے روزمرہ کے موافق ٹھیک اور بہت درست ہے۔ اگر اس میں کسی کو کلام ہو تو یہ انجمن اُس میں بخوبی بحث کر سکتی ہے۔

پٹیالہ[1] اخبار، مطبوعہ ۱۲ جولائی ۱۸۷۵ع

یہ کتاب منشی سید احمد صاحب دہلوی نے ایس ۔ ڈبلیو ۔ ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر انسپکٹر مدارس صوبہ بہار کی فرمائش پر تصنیف کی ہے ۔ اس کتاب کے تصنیف کرنے سے مصنف کے ظاہرا تین مقصد ہیں :

اول یہ کہ عورتوں کو اپنے دل کا حال ، اپنا مطلب ، اپنے خیالات ، اپنی رسوم ، اپنی روزمرہ کی باتیں خاص اپنی ہی بول چال میں ٹھیک ٹھیک اس رنگ ڈھنگ پر لکھنا آ جائیں جو اُن کی فطرت و عادت کا مقتضا ہے ۔

دوسرے یہ کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ ہندوستان کے قدیم دارالسلطنت کی شریف عورتوں کا روزمرہ اور محاورہ ، اُن کی طبیعت کا ڈھنگ ، اُن کے مزاج کی کیفیت، اُن کی زندگانی کا طریق ، اُن کی معاشرت کا طرز کیا ہے ؟ اُن میں بزرگوں کی خدمت اور ادب آداب ، بچوں کی پرورش اور چاؤ پیار ، ہم جولیوں کا

---

۱ ۔ اس اخبار کے متعلق گارساں دتاسی اپنے مقالے (۱۸۷۵ع) میں لکھتا ہے کہ :

”پٹیالہ اخبار اپنی ریاست کا ترجمان تھا ۔ اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ایڈیٹر کی زبان پر سونے کی مہر لگی ہوئی تھی ۔ یہ نہ ہوتا تو اُن کا ہرچہ ملک کا بھلا کرتا ۔

مہاراجہ پٹیالہ کی فرمائش پر ۱۸۷۱ع میں منشی نول کشور نے پٹیالہ میں پریس قائم کر کے اس اخبار کو جاری کیا تھا ۔ اس میں عام خبروں کے علاوہ اصلاحی مقالات ، اور ایک معاہدے کی رو سے ریاست کا ایک سرکاری ضمیمہ بھی شامل ہوتا تھا ۔ ریاست ہر اخبار کی ۱۳۰ کاپیاں خرید کر مدارس میں تقسیم کر دیتی تھی ۔

(ماخوذ از ”مقالاتِ گارساں دتاسی“ ص ۱۵۵ ، ۸۰ ، ۸۱ ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی ، ۱۹۴۳ع) ۔ مرتب

اُنس و اخلاص ، میاں بی بی کے مراسم اور نوکروں چاکروں کے برتاؤ کا کیا قرینہ ہے؟ شادی اور غمی کے رسوم کیونکر ادا ہوتے ہیں؟ اور اُن کی نسبت ایک پردہ نشین قوم کے خیالات و عادات کیا ہیں ؟

تیسرے یہ کہ جو لڑکیاں اس کتاب کو پڑھیں ، اُن کو اس میں ایسی بہت سی باتیں ملیں جو اُن کے دل کی خواہش ، اُن کے سن کے مقتضا ، اُن کی مجلس کی رونق میں داخل ہیں ، جیسے کہ پہیلیاں یا ہر تقریب کے وہ گیت جو شرفا زادیاں گاتی ہیں ۔ ساتھ ہی اُس کے ایسی باتیں بھی ملیں جو اُن کو اپنی زندگانی کے دن بھرنے میں کام آئیں گی ، اور ایک زمانے میں اُن کی عقل و شعور کی کسوٹی سمجھی جائیں گی، جیسے کہ لوریاں یا گُھٹّی کے نسخے یا اور قسم کی بچوں کی دوائیں وغیرہ ، یہ سب باتیں خطوں میں ظاہر کی گئی ہیں ۔

جس کو کچھ نظم و نثر کا شوق ہے ، وہ با محاورہ کلام پر جان دیتا ہے ، لیکن ظاہرا بہت کم آدمی محاورے کی حقیقت سمجھتے ہیں ۔ اکثر بڑے بڑے استادوں کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محاورے کی حقیقت یہ سمجھے ہیں کہ کلام صرف و نحو کی غلطی سے پاک ہو اور اُس میں اہلِ زبان کی بول چال کے خلاف کوئی لفظ نہ آئے ۔ لیکن ہمارے نزدیک محاورے کا یہ ادنیٰ درجہ ہے ۔ اصلی محاورہ وہ ہے کہ جس مقام پر جس طرح سے جو بات بے اختیار زبان سے نکلتی ہے ، اُسی طرح ہُوبہُو قلم سے نکل جائے ۔ اور یہ مرتبہ اردو زبان کے شاعروں میں یا **میر** پر ختم ہو گیا یا **آتش** ، **ذوق** ، **حسن** ، **انیس** ، **صبا** اور **رند** کے کلام میں کچھ اس کا پتا ملتا ہے ۔

دیکھو **ناسخ** اردو زبان کا بڑا محقق اور مُصلح گزرا ہے ، اور جیسا اُس کا کلام لفظی غلطیوں سے پاک ہے ، ایسا اُردو زبان کے شاعروں میں کسی کا کلام نہیں ۔ لیکن میر کے کلام سے ذرا ناسخ

کے کلام کا مقابلہ کرو تو پھر خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں محاورہ کیا چیز ہے ۔ اب غالباً اس کا سمجھنا آسان ہوگیا کہ مُصنّف انشائے ہادی النساء محاورے میں پورا آترا ہے ۔

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ نثرِ اردو میں پہلے جو کتاب ٹھیک ٹھیک عورتوں کے محاورے کے موافق لکھی گئی ، وہ مراۃالعروس ہے ، مگر اس کتاب کی شہرت اور مقبولیت کا اثر ہماری طبیعت پر ایسا غالب نہیں ہے کہ ہم انصاف کو اُٹھا کر طاق پر رکھ دیں ۔ اگر تمام ہندوستان ایک طرف ہو جائے تو ہم یہی کہیں گے کہ اگر محاورہ وہی چیز ہے جس کی تعریف ہم اوپر لکھ چکے ہیں ، تو انشائے ہادی النساء کو محاورے میں 'مراۃ العروس' پر بھی ترجیح ہے ۔

بعض لوگ معترض ہیں کہ مصنّفِ 'ہادی النساء' نے صرف روزمرہ کی باتیں لکھی ہیں ۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی مانند کچھ ایسی باتیں نہیں لکھیں جن سے طریقِ معاشرت میں اصلاح ہو ، یا عورتوں کے خیالات و معلومات میں وسعت پیدا ہو ۔ خطا معاف ! وہ اس کتاب کا منشا نہیں سمجھے ۔ نہ اس نکتے کو سمجھتے ہیں کہ انھی روزمرہ کی باتوں کا ہُوبہُو قلم سے ادا کر دینا کیسا مشکل کام ہے ۔ زبان کے آگے خندق ہے ورنہ روزمرہ کی باتوں کا ٹھیک ٹھیک لکھنے والا ابھی تک تو ہندوستان میں پیدا نہیں ہوا ۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ مضمون کے اختیار سے اس کتاب کو مولوی نذیر احمد کی تصنیفات سے کچھ نسبت نہیں ہے ، لیکن اس سے مصنّف ہادی النساء کی عاجزی لازم نہیں آتی ، کیا معنی کہ اس کتاب کا کچھ اور ہی منشا ہے ۔

آخر میں ہم منشی سید احمد صاحب کی تحقیقِ زبان اور کمالِ انشا کی داد دیتے ہیں اور گورنمنٹ اضلاعِ شمال و مغرب سے امید

رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی پوری قدر کرے گی۔ اور ہندوستانیوں سے متوقع ہیں کہ وہ نفسانیت کو دخل نہ دیں گے اور انصاف کے رو سے اس کارنامۂ اردو کو دیکھیں گے[1] ۔ ۔ ۔ ۔

اودھ اخبار[2] ، مطبوعہ ۲۲ اگست ۱۸۷۵ع

اللہ اکبر! کتاب کیا ہے ، لڑکے اور لڑکیوں کی آستانی ہے ۔ ۔ ۔

---

۱ - صفحہ دریدہ اور باقی عبارت معدوم ہے - مرتّب -

۲ - یہ ہفت روزہ اخبار منشی نول کشور نے ۱۸۵۸ع میں لکھنؤ سے جاری کیا تھا جو بقول گارساں دتاسی (خطبہ ۱۸۶۶ع) ۲۹ × ۲۲ / ۳ سائز پر شائع ہوتا تھا - ابتدا میں چار ، پھر چھ ، اس کے بعد ۱۶ اور بعد ازاں ۴۸ صفحات پر مشتمل تھا - ہر صفحے میں تین کالم ہوتے تھے - ۱۸۷۱ع میں سہ روزہ ہوگیا - بعد ازاں ۱۸۷۴ع میں 'تہذیب الاخلاق' ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ع) میں سرسید احمد خاں کی تحریک پر روزانہ نکلنے لگا - اس وقت اس کی ضخامت دس صفحات تھی ، لیکن حسبِ ضرورت اس میں اضافہ ہوتا رہتا تھا - بقول چکبست ۱۸۷۸ع میں اس کے مدیرِ اعلیٰ پنڈت رتن ناتھ سرشار تھے - وہ ۱۸۸۰ع میں مستعفی ہو گئے ، لیکن دوران ادارت اور ایڈیٹری سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی اس میں اُن کے مشہور فسانۂ آزاد کی اقساط چھپتی رہیں - عملۂ ادارت میں مولوی غلام محمد تپش تلمیذِ مرزا غالب ، عبدالحلیم شرر ، امجد علی اشعری ، مرزا حیرت دہلوی اور مولانا جالب دہلوی جیسے صحافی اور دیگر نامور ادیب اور شعرا بھی شامل تھے -

اس اخبار کا کوئی خاص سیاسی مسلک نہ تھا - حکومتِ وقت سے ہمیشہ دامن کشاں رہتا تھا - بظاہر مسلم اخبار مشہور تھا ، لیکن وقتاً فوقتاً ہندوؤں کی ترجمانی بھی کرتا رہتا تھا - ہندو آخر

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

جب تک ہم نے 'ہادی النساء' کو نہیں دیکھا تھا، ہم کو خیال تھا کہ کوئی ایسی ویسی کتاب ہوگی۔ مگر اب جو ہم نے اس کتاب کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ خیال ہمارا کس قدر غلط تھا کہ کتابِ مسطور عمدہ نہ ہوگی۔ بے شک کتاب نہایت خوب و مرغوب ہے اور جس کام کے واسطے وہ تصنیف کی گئی ہے، اس میں پورا پورا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

اس کے مصنّف نے زبانِ دہلی کی پابندی کی ہے اور عورتوں کے پسندیدہ محاورات اور روزمرہ اس میں کثرت سے جمع کیے ہیں کہ آج تک کسی مصنّف کو نصیب نہیں ہوئے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی کتاب زبانِ دہلی اور وہ بھی عورتوں کے روزمرہ میں تصنیف کی جائے گی تو گو وہ مضمون کے اعتبار سے کیسی ہی عمدہ اور دلچسپ ہو مگر اس کے مؤلف کو اس کتاب سے خوشہ چینی کیے بغیر چارہ نہ ہوگا، بلکہ اس شخص کو ایک نہایت عمدہ ماخذ ہاتھ آئے گا۔

پس اس صورت میں ناانصافی کی بات ہے اگر ہم اس کو برا کہیں اور دوسروں کی زبان سے اِس کو برا کہتے ہوئے سنیں اور اس کے مصنّف پر کوئی حقارت کی نگاہ پڑنے دیں۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ 'ہادی النساء' اپنی خوبیوں میں بڑھی ہوئی ہے۔ ہم اس کتاب کو ہر طرح پسندیدہ سمجھتے ہیں اور مصنّف کی محنت اور مشقّت پر آفریں صد آفریں کہتے ہیں۔

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

میں اس کے مخالف ہو گئے تھے۔ اس میں مقامی اور بیرونی ممالک کی خبریں اور انگریزی اخبارات کے ضروری تراجم شائع ہوتے تھے۔ بعض لطائف اور عجوبہ خبریں بھی ہوتی تھیں۔ (ماخوذ از صحافت — پاکستان و ہند میں، مؤلفہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، صفحات ۱۷۹ - ۲۰۰، طبع اول ۱۹۶۳ع) - مرتّب

فہرستِ کتب مؤلفہ و مصنفۂ منشی سید احمد دہلوی

لغت و متعلقاتِ لغت :

۱ - لغاتِ اردو معروف بہ ارمغانِ دہلی : طبع اول ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۷۸ع -

۲ - فرہنگ آصفیہ : جلد اول ، طبع اول ، مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ، مئی ۱۹۰۸ع -

فرہنگ آصفیہ : جلد دوم ، طبع اول ، مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ، مئی ۱۹۰۸ع -

فرہنگ آصفیہ : جلد سوم ، طبع اول ، مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ، جنوری ۱۸۹۸ع -

فرہنگ آصفیہ : جلد چہارم ، طبع اول ، مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ، جنوری ۱۹۰۱ع -

۳ - لغات النساء : طبع اول ، مطبوعہ کاشی رام پریس سابق نول کشور لاہور ، ۱۹۱۷ع -

۴ - لغات المدارس : طلبہ کے لیے -

۵ - محاکمہ مرکز اردو : مقالہ ۱۹۱۱ع

۶ - مرقع تکمیل الکلام : اصطلاحاتِ پیشہ وراں

۷ - تزئین الکلام : آٹھ ہزار ضرب الامثال مع متعلقہ قصص -

۸ - تحقیق الکلام : علم زبان اور حروف کا تغیّر و تبدّل

۹ - علم اللسان :

ادب و انشاء:

۱۰ - وقائع درانیہ	: تاریخ	۱۸۷۱ع
۱۱ - انشائے ہادی النساء	: زنانہ خط و کتابت	۱۸۷۵ع
۱۲ - تحریر النساء	: زنانہ خط و کتابت مردوں کے نام	۱۸۷۷ع
۱۳ - اخبار النساء	: زنانہ اخبار	۱۸۸۴ع
۱۴ - قصۂ راحت زمانی	: اصلاحی افسانہ	۱۸۸۴ع
۱۵ - قصۂ مہرافروز	: " "	۱۹۱۱ع
۱۶ - چتر بہنیلی	: شہرافروز بیگم کا قصّہ	
۱۷ - ایمنۂ مصری کا قصہ	: کہانی	
۱۸ - رسومِ مسلمانانِ دہلی	: رسم و رواجِ	۱۹۱۰ع
۱۹ - رِیت بکھان	: رسم و رواجِ ہنود	
۲۰ - رسومِ ہنود	: وشنی قوم کے رسم و رواج	
۲۱ - مرقع زبان و بیان دہلی	: مطبوعہ مستنصر پریس دہلی	۱۹۱۶ع
۲۲ - روزمرۂ دہلی	: اہلِ دہلی کی گفتگو کا نمونہ	
۲۳ - ناری کتھا	: ہندوؤں کی زنانہ روزمرہ بہ صورت مکالمہ	
۲۴ - رس کہان	: پہیلیاں، کہہ مُکرنیاں، کبت، دوہے، بھجن، لوک گیت	
۲۵ - سیرِ شملہ	: تاریخی حالات	
۲۶ - سفرنامۂ مہاراجہ راؤ الور	: حالاتِ سفر	

۲۷ - ایک یار مار کشمیری پنڈت : فرہنگ آصفیہ کی طباعت کے سلسلے میں کشمیری پنڈت کی بیوفائی کا قصہ

تربیت :

۲۸ - اخلاق النساء : شہزادیوں اور امیرزادیوں کی قابلِ تقلید باتیں -

۲۹ - طبیعی تعلیم : کھیل کود کے پردے میں صحت کے لیے حکیمانہ مشورے

۳۰ - بچوں کا رکھ رکھاؤ : طبّی چٹکلے

۳۱ - تسخیرِ شوہر عرف :

سامن موہنی : ازدواجی زندگی کے مسائل اور اصلاحی اصول ۱۹۱۲ع

۳۲ - کنز الفوائد : بحث فلسفۂ تقدیر و تدبیر ۱۸۶۹ع

درسیات :

۳۳ - لڑکیوں کا قاعدہ :

۳۴ - لڑکیوں کی پہلی کتاب : ایک سچی کہانی

۳۵ - قواعدِ اردو : صرف و نحو

۳۶ - تفہیم المصادر : علمِ مصادر اردو

☆ ☆ ☆

As published in the 6th Edition 1910

Last cover page

INSHA-I-HADI-UN-NISA

IN TWO PARTS

Patronised by the Educational officers generally of the various Provinces, the Punjab, Bengal and U. P. of Agra and Oudh etc. and the Punjab Text Book Committee recommended the book for the Libraries of Anglo Vernacular and Vernacular Secondary Schools in Punjab.

By

M. Saiyid Ahmad

Government, and Nizam State Pensioner, Author Farhang-i-Asfia (New Hindustani Dictionary), in four Volumes, and of various Stand and Works in Urdu.

Note by S. W. Fallon, Esq., in. A. P. H. D. Halle

Inspector of Schools Behar Circle.

Author of the Law and Commercial English and Hindustani Dictionary, and Compiler of the new Hindustani and English Dictionary now in print.

Munshi Sayid Ahmad's specimens of epistolary correspondence between Mahomedan women in their own language are a Valuable Contribution to Vernacular Hindustani literature. They set before us the true mother-tongue of the Mahomedan population, and they afford an insight into their domestic relations, their sentiments, passions, ways, gossip, scandals, quarrels, imprecations, supertitions, customs, ceremonies and childrens' amusement, all of which have never yet been revealed to Europeans, togather with the proverbs and riddles in which the women so grately excel.

The work contains more idioms of the language of women than are to be found in Miratul-urus.

Bankipur S. W. Fallon

11th January 1875

Edition Sixth Price As : 12

As published in the 6th Edition 1910

Page 2 reading matter

NOTICE

When Inshai-Hadi-un-Nisa was first published in 1875 at the suggestion of Dr. Fallon, Inspector of Schools, Behar Circle, he recommended its author to the Bengal Government and the Director of Public Instruction, Bengal for patronage which was granted in the shape of buying a certain number of its copies. Afterwards the public and the Educational officers of the Punjab, Madras, Bombay and the United Provinces appreciated the book beyond expectations. It was reviewed very favourably by the editors of famous and distinguished newspapers, and was so much liked by all, that demand for it could not be met in time. The Punjab Text-Book Committee recommended the book for the Liberaries of Anglo Vernacular and Vernacular Secondary School in the Punjab.

The author hopes that the readers will like the book much more in its new form, as some interesting, useful and instructive poems have been added, as well as, Part II which Contains specimens of letters written by Muhammadan women to their male relations and to tradesmen having dealings with them.

Price per copy 12-As. Postage not included.

15th November
1910.

M. Saiyid Ahmad, Dehlavi
Farhang -i- Asfia office
Pandit ka Kucha 'Delhi

فرہنگ

آ

آپ کا اُکال میرا ادھار ہے	:	(مثل) مال‌دار کے ادنٰی التفات سے غریب کا بھلا ہو جاتا ہے۔
آتو	:	(ت : آتون) مؤنث ۔ اُستانی جو لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتی ہے ۔ تعظیم سے "آتو جی" بھی کہتے ہیں ۔
آثم	:	(ع) بہ‌کسر دوم ۔ عاصی، گنہگار ۔
آرائش	:	(ف)آراستن سے حاصل مصدر ۔ مؤنث ۔ مراد ابرک کی ٹٹیاں ۔
آغا مینا	:	مؤنث ۔ بنگالے کی مینا ، ایک خوش الحان طائر ، مراد دلچسپ باتیں ۔
آمین آمین ہونا	:	امن چین ہونا ، مراد بر آنا ۔
آنا کانی دینا	:	(ہ) سنی ان سنی کر دینا ، سن کر ٹال جانا ۔
آنکھ کا کاجل چرانا	:	آنکھوں کے سامنے رکھی ہوئی چیز اس طرح چرانا کہ مالک کو خبر نہ ہو ۔ کمال عیاری اور چالاکی ۔ گھور کر دیکھنا ۔ مرعوب کرنا ۔
آگے لکالنا	:	اُستاد کی مدد کے بغیر خود پڑھنا ۔

الف

ابھی ھڈیاں بھی نہیں گلیں	:	ابھی تو مرے ہوئے زیادہ مدت بھی نہیں گزری ۔
اَت کت	:	بے حد ۔

آت برکھا : بھری برسات ۔

آٹا ٹوٹ : بھرا ہوا ، لبریز ۔

آٹریا : بالاخانہ ، کوٹھا ۔

آٹوانی کھٹوانی لے کر پڑنا : ناراض یا غم زدہ ہوکر چارپائی پر جا پڑنا ۔

اُٹھانے لگنا : پہچاننا ، شناخت میں آنا ۔

اَچپل : (ہ) صفت ۔ شوخ ، چنچل ۔

اچرج کینا : (ہ) بالفتح و فتح سوم ۔ انوکھی یا اچنبھے کی بات کی ۔

اَحدی : (ف) بفتح اول و دوم ۔ کاہل ، سُست ۔

اُدھیڑ بُن : فکر ، اندیشہ ۔

اُڈّو اُڈّو ہونا : بدنام ہونا ، نکتّو ہونا ۔

اُردا بیگنی : (ت) مؤنث ۔ مردانہ لباس میں ہتھیاربند عورت جو شاہی محلوں میں پہرہ چوکی دیتی اور حکم احکام پہنچاتی ہے ۔

ارواح : روح کی جمع ۔ عوام اور بالخصوص عورتیں واحد بولتی ہیں ۔

ارواح اُدھر ہی رہے : عورتیں جب کسی مرے ہوئے عزیز کا ذکر کرتی ہیں تو پہلے یہ کلمہ زبان پر لاتی ہیں تاکہ مُردے کی روح اُن کے خواب میں آ کر اُن کو نہ ستائے ۔

آڑایا آڑتا ہے : بات زبردستی ماننی پڑتی ہے ۔

اڑے تھڑے کو لگا رکھنا : وقت بے وقت کی ضرورت کے لیے محفوظ رکھنا ۔

استغفار : بالکسر و کسر سوم و سکون چہارم ۔ بخشش کی طلب ، گناہ معاف کرانے کی دعا ۔

آش آش کرنا : یہ عربی میں ''اشاش'' تھا لیکن اردو میں بگڑ کر ''عش عش'' ہو گیا ۔ بعض نے اس کا مادہ عیش قرار دیا ۔ غایت پسندیدگی ، بے اختیار تعریف ، نہایت خوشی منانا ۔

اَشراف زادی : اعلٰی حسب نسب کی عورت ۔

اُشغلا اُٹھانا : بہتان یا الزام لگانا ، فتنہ فساد والی بات ۔

اصیل : شریف خاندان ۔ (۲) کھانا پکانے والی عورت ۔

اُف ہونا : ختم ہو جانا ۔

اَکل کُھری : اکھڑ ، روکھی ، جلاتن ۔

اَکھو مکھو کرنا : عورتیں شب کے وقت چراغ کی لَو تک ہاتھ لے جا کر بچوں کو اس فقرے سے بہلایا کرتی ہیں ۔ یہ ہندوؤں کی رسم ہے ، چنانچہ ہندو عورتیں 'آکھو ماکھو کانڑی مٹا کو (مٹکو) جو کوئی میری چھوری کو نظر لگائے اس کی آنکھوں میں تاکو (تکلا) ۔

اُگاہی : زمین کا لگان یا جائیداد کے کرائے کی وصولی ۔

الغاروں : (ت) بہت کثرت سے ، بے شمار ۔

اَلفتّہ : صحیح فارسی 'الفتہ' از آلفتن بمعنی پریشان ہونا ۔ (۲) بیگانہ ، مفت خور ، ایرا غیرا ۔

اُلاہنا : گلہ ، شکوہ ، شکایت ۔

اللہ آمیں کا : مرادیں اور منتیں مانا ہوا بچہ (۲) ناز پروردہ ۔

اللہ بیلی : خدا حافظ ۔

اللہ کے جی : دنیا و مافیہا سے بے خبر ، بھولا بھالا آدمی ۔

الم لشرح ہونا : ہویدا ، روشن ، خوب ظاہر ہونا ۔

اللهی مُہر : ودیعتِ خداوندی ، امانت ۔ (۲) جوں کا توں ۔
اماں : بہادر شاہ ظفر بادشاہِ دہلی کا تکیۂ کلام ۔ ہر ایک سے ''اماں'' کہہ کر خطاب کرتے تھے ۔
اُمّتہ : پیار میں آمۃ الفاطمہ کا مخفّف اَمّہ ۔
اَمْرِیّاں : آموں کے درختوں کا جُھنڈ ۔
اَنّا : بچوں کو دودھ پلانے والی خادمہ ۔
انتی‌مار ہوکرنکلے : دستوں کی راہ نکلے ، کٹ کٹ کر نکلے (کوسنا) ۔
اندھیری جُھکنا : کالی گھٹا کے باعث اندھیرا چھا جانا ۔
اِنشا : خطوط اور خط و کتابت کے قواعد کی کتاب (۲) تحریر ۔
اُنگلیاں اُٹھنا : بدنام ہونا ۔
اُودا نے دیا کچھ پُودا نے : یہ کلمہ پودنے کی کہانی سے تراشا گیا ہے ، یعنی تھوڑا سا اس نے دیا تھوڑا سا اُس نے دیا ۔
اُوڑا پڑنا : قحط ، کال ، کمی ۔
اوڑھنی بدلنا : آپس میں ایک دوسرے کا دوپٹہ بدل کر بہن بننا ۔
ایڑی دیکھوں : چشمِ بد دُور ۔
ایک چھت : یکساں ، یک لخت ۔

ب

بابل : باپ ۔
بابل لیٹ : یہ انگریزی لفظ بابن نیٹ (Bobbinet) ہے ، یعنی ایک قسم کا باریک جالی‌دار کپڑا ۔
باری دارنی : پہرہ دینے والی عورت ، چوکیدارنی ۔
باسا (بانسا) : دونوں نتھنوں کے درمیان کی ہڈی ۔
باک مُڑنا : چیچک کے دانوں کا مُرجھانا ۔
بائی : مرہٹی زبان میں معزّز عورت کو کہتے ہیں ، رانی ۔

بِٹی : بوسہ۔
بتولوں میں آنا : فریب میں آنا۔
بھیرا پلٹن : لڑکوں کی فوج۔
بدھاوا : ولادت کی خوشی کی تقریب میں اقربا کا جوڑے وغیرہ لانا۔
بُرا دن اور بُری رات کی : دن رات تکلیف اُٹھائی۔
بَری : نُقل، میوہ مہندی وغیرہ کا سامان جو ساچق کے روز دولہا کی طرف سے دلہن کے گھر بھیجا جاتا ہے۔
بِرہن : فراق زدہ۔
بڑی اماں : تائی۔ باپ کے بڑے بھائی کی بیوی۔
بَسْت : اسباب، اثاثہ، چیز۔ اردو میں ہمیشہ چیز کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔
بست ہے : آباد ہے، رہتا ہے۔
بیسنیوں : بیسن کی روٹی۔
بَکانا : مراد پڑھنا، بتانا۔
بِلّا : بے وقوف، احمق۔
بُلاوا پھرنا : محفل میں بلانے کا پیام بھیجنا۔
بُلوں بُلوں ہونا : کم یابی، نا مُیسّری، مانگ۔
بنگالے کی مینا : اُس بچے کی نسبت کہتے ہیں جو خوب باتیں مٹھارتا ہو۔
بوٹیاں اُڑائے : مزا دے۔
بُور بُور ہونا : آٹا آٹا ہونا، جگہ جگہ سے چھل جانا۔
بُوبُو : بڑی بہن، نیز وہ خادمہ جس نے کسی لڑکی کی ماں

کو پرورش کیا ہو ۔

بھاتا : بھات ، چاول ۔
بھاویں نہیں : اثر یا پروا نہیں ۔
بھاگڑ : افراتفری ، ہنگامے کی حالت ۔
بھرنا بھرنا : خرچ کرنا ۔
بہشتن : بہشتی کا مؤنث ، جنّتی عورت ۔
بیاکل : بے کل ، بے چین ۔
بیتلی : (بے تلی) بے پیندے کی ، مراد ناچیز ، نگوڑی ۔
بیچ والی : مشاطہ ۔
بیرا کھیری : لڑائی ، دشمنی ۔
بیر ساون آیا : بھیّا ساون کی رت آ گئی ۔
بیرن : بھائی ۔
بیوی زن : عصمت شعار پارسا عورت ۔

پ

پاتلیا : وہ بچہ جو سر کی بجائے پاؤں کی طرف سے پیدا ہو ۔
پاگ جوڑنا : جھولا جھولتے وقت آپس میں پاؤں ملانا ۔
پتّا توڑ کر بھاگنا : بات ادھوری چھوڑ کر چلا جانا ۔
پتنگ چھری : لڑائی کرانے والی عورت ۔
پٹکی پڑنا : آفت آنا ۔
پٹوانا : نقدی میں تبدیل کرانا ۔
پٹّی : زچہ اور بچہ کے سر پر باندھنے کا کارچوبی تکونا رومال ۔ سربند ۔ قصابہ ۔
پچیسی : چوسر کا ایک کھیل جو کوڑیوں سے بساط پر کھیلا جاتا ہے ۔ چالیں چلنے کے لیے گوٹیں ہوتی ہیں ۔

بساط کے چار گوشے اور ہر گوشے میں پچیس خانے
ہوتے ہیں ۔

پُرزہ : مراد کاغذ کا ٹکڑا ، مختصر خط ۔
پُرچتک : چُمکار ، پُچکار ، حمایت ۔
پڑا بھول جائے : بلا سے بھول جائے۔
پڑھی گُنی : لکھی پڑھی ۔
پُڑیا کا لٹّھا : ایک قسم کا عمدہ باریک لٹّھا جس کا تھان کاغذ
میں لپٹا ہوا آتا تھا ۔
پک گئی : عاجز آ گئی ۔
پِلائی : جس لڑکی کو دودھ پلایا ہو ۔
پلنگ کو لات مار کر
کھڑی ہونا : صحت پا کر چلنا پھرنا ۔
پنجیری : ایک قسم کی شیرینی جو رَوے کو گھی میں بھون
کر اس میں کھانڈ ، سونٹھ ، چھوارے اور
گھی میں تلے ہوئے گوند مکھانے ملا کر تیار
کرتے ہیں ۔ اکثر نوماسے کی تقریب میں تقسیم
ہوتی ہے ۔
پِنڈ چُھڑانا : جان بچانا ۔
پوتھ پورا کرنا : جوں توں کر کے کام پورا کرنا ۔
پوشاک بڑھانا : لباس کی تبدیلی ۔
پھتّڑ دلالے : چرب زبانی ، خوشامد کی باتیں ۔
پُھلروا سے : پھول کی طرح خوبصورت ۔
پَھلیاں دھرنا : دانت نکلنے کے وقت مسوڑھوں کا پُھولنا ۔
پُھوٹ ہوا درگور ہو ! قبر میں جاؤ !
پُھونسڑا : مراد بچہ ۔

پھپھٹ بازی : مکر و فریب ، فتنہ و فساد کی باتیں ۔
پیٹ سے مٹکا باندھنا : حمل کا بوجھ اُٹھانا ۔
پِیٹک پِیّا ڈالنا : جھگڑا فساد ، لڑائی بھڑائی کرنا ۔
پیچھے جھاڑ لگانا : پریشانی میں مُبتلا کرنا ۔
پیرا آنا : بُری گھڑی ۔ (۲) منحوس قدم ۔
پِیر دیدار : عورتوں کا ایک فرضی ولی ۔
پیسہ ٹھیکری کرنا : بے دریغ رقم خرچ کرنا ۔

ت

تا : کم عمر بچے کسی چیز کی اوٹ میں کھڑے ہو کر ''تا'' کہتے ہیں یعنی بتاؤ ہم کہاں ہیں ؟ یہ لفظ اصل میں 'جھا' تھا ۔
تُرت : فوراً ۔
تُرکنی : سپاہی عورت جو محلوں میں چوکی پہرہ دیتی تھی ۔
تِرہ تِرہ کرنا : چیخ پکار ، فریاد ، واویلا ۔
تگہ : تُرکی میں تگہ بمعنی باپ ہے مگر قلعۂ دہلی میں دودھ پلانے والی عورت کو کہتے تھے اور اسے رُتبے میں باپ کی برابر سمجھتے تھے ۔
تُللّی : موٹی دھار ۔
تُلواں جوڑا : بھاری قیمتی پوشاک ۔
تُمن : تومان کا مخفّف ، سو سواروں کا رسالہ ۔
توتیا طوفان جوڑنا : تُوتیا بمعنی نیلا تھوتھا ، مراد طوفان اٹھانا ، الزام تراشنا ۔
توش دان : کارتوس رکھنے کا بکس ۔
تُوم تُوم کرنا : بچُورنا ، رُواں رُواں کرنا ۔

تھنکاریاں : بیڑیاں ۔
تہ‌درز ہونا : باقاعدہ تہہ مُڑا ہوا ہونا ۔
تُھڑی تُھڑی ہونا : دُر دُر ، پھٹ پھٹ ہونا ۔
تھئی تھئی کرنا : تال اور سم کے ساتھ ناچ ۔
تِیہا : غصّہ ۔

ٹ

ٹاپا : مرغیوں کو بند کرنے کے لیے سرپوش کی وضع کا لکڑی کا ظرف ۔
ٹاٹ بافی : کام‌دار تاربافی ۔
ٹھاٹھر : بانس کی کھپچیوں کا بنا ہوا ڈھانچ ۔ (۲) روشنی کی ٹٹی ۔
ٹھسّا : ٹھاٹھ ، گھمنڈ ۔
ٹھنڈی : چیچک ۔
ٹھیک ٹھکاؤ : ٹھہرانا ، مقرر کرنا ۔
ٹیر ہونا : گزر بسر ہونا ۔

ج

جالوں : خیال ، گمان ۔
جَریب : چاندی کی خول دار لکڑی جو بادشاہوں کے چوبدار رکھتے تھے ۔
جَسُولنی : (صحیح یسُولنی) یساول کی تانیث ۔ وہ عورت جو شاہی محل میں خیر خبر پہنچانے پر مامور ہوتی ہے ۔
جفتے پڑنا : کپڑے کے تاگوں کا جابجا سمٹ کر مل جانا ۔

سلوٹ۔ (۲) عزت میں فرق آنا۔

جُگا جُگا کر	: جوڑ جوڑ کر ، جمع کر کے ۔
جُلّاب	: اصل میں گلاب کا معرب ہے ، یعنی دست آور دوا۔
جَل تَھل بھرنا	: پانی کی کثرت سے زمین پایاب ہونا ۔
جلے پھپھولے پھوڑنا	: بُغض نکالنا ، دشمنی کرنا ۔
جُماگی	: بچوں کا جیب خرچ جو ہر جمعہ کو ملتا ہے ۔
جَم جَم نِت نِت	: عورتوں کا دعائیہ کلمہ ، یعنی سلامتی سے، بہ خیر و عافیت ۔
جمدھر	: ایک قسم کا خنجر ۔
جمی جم ہے	: بڑی بوڑھیاں ''نہیں'' کہنا منحوس خیال کرتی ہیں اس لیے تفاؤلاً کلمۂ اثبات اختیار کرتی ہیں ۔
جِن چڑھنا	: آسیب کا اثر ہونا ۔ (۲) طیش میں آنا ۔
جِنڈڑی	: جان کی تصغیر بالتحقیر ۔
جنگل آباد کرنا	: قبر میں دفن ہونا ۔
جوانا مرگ	: جوان موت ۔
جُوا نہ ہارو	: ہمت نہ ہارو ۔
جہاں نما	: شاہی خیمہ و خرگاہ ۔
جھپاک سے	: جلدی سے ۔
جھپ جھپ	: جلدی جلدی ۔
جھپٹا	: زد میں آنا ، نظر لگ جانا ۔
جھرنا	: جھرتے ہوئے پانی کا چشمہ ۔ قطب مہرولی بھارت میں ایسی ہی ایک تفرّج گاہ ۔
جُھمکا لگنا	: بارش کی جھڑی ۔
جِیُوڑا	: دِل ، جی ۔

چ

چار شریک	:	عزیز ، رشتے دار ۔
چالا	:	شادی کے بعد کی دعوت جو دلھن والوں کی طرف سے دولھا کو دی جاتی ہے ۔
چٹّے بٹّے	:	چھوٹے بچوں کے کھلونے : لٹّو ، چسنے ، جھن جھنے ، وغیرہ ۔
چدّر چلنا	:	پانی کا چادر (آبشار) کی صورت میں گرنا ۔
چُر کنا	:	کسی بات میں خواہ مخواہ دخل دینا ۔
چکھوتیاں	:	چکھنا ، چاٹنا ۔
چِنچنا کر	:	ٹِھنک کر ، بد مزاجی سے ، بگڑ کر ۔
چوبا	:	صحیح چُوبھا ، میٹھے چاول ۔
چوب دار	:	عصا بردار دربان ۔
چوٹ ھے	:	بہار ، جوبن ۔
چوچھاتے	:	شوخ ، بھڑک دار ۔
چُوڑیا	:	ایک قسم کا دھاری دار ریشمی کپڑا ۔
چُونے والیاں	:	وہ عورتیں جو بچہ پیدا ہونے کے بعد ناچنے گانے آتی ہیں اور بدھائی لیتی ہیں ۔
چھتی چھیتا	:	سِیتا ستی ، مراد پاک دامن ۔
چھچھوندر	:	آتش بازی کی ایک قسم جو چھوٹنے کے بعد ہر طرف دوڑتی پھرتی ہے ۔
چُھری کو پائیں تو مجھ کو نہ پائیں	:	جان سے مار ڈالیں ۔
چُھل	:	ہنسی کی بات ، ٹھٹھول ، شرارت ۔
چُھوچھکّا	:	جھاڑ پھونک ۔
چُھو چُھو	:	بچوں کو کھلانے والی خادمہ ۔

چھیّاں : درختوں کی گھنی چھاؤں ۔
چھی‌چھی : بچے کا بول و براز ، پاخانہ ۔
چیتا : (بیاے مجہول) حافظہ ، یادداشت ۔
چیتنا : چاہنا ، غور کرنا ۔
چِیری : دوپٹّہ ، اوڑھنی ۔
چیزی : مِٹھائی ۔
چیزبست : ضروری چیزیں ، زیور لباس وغیرہ ۔

ح

حاشا للہ ، حاشا رحمان : قسم کھا کر لاعلمی ظاہر کرنا ؛ خدا نہ کرے ، ہرگز نہیں ۔
حَبشن : حبشی کی تانیث ، ملک حبش کی عورت ، شاہی محل کی چوکیدارنی ۔
حَرّاف : شوخ دیدہ ، چالاک ۔
حِرفت : علم و ہنر ۔ (۲) چالاکی ، مکاری ۔
حَف نظر : اردو میں ہمیشہ نظر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے بمعنی چشم بد دور ۔
حینِ حیات : حین معنی مدت ، زمانہ ، تمام عمر ، عمر بھر ۔

خ

خاطر جمع : اطمینان ، بے فکری ۔
خاصّہ : بادشاہوں کے مطبخ کا کھانا ۔
خاوند : عورتیں مالک کے معنوں میں خدا کو بھی کہتی ہیں ۔
خبرداری پکارنا : بادشاہ کی سواری کے جلوس کے وقت بادشاہ کی آمد

کا اعلان اور درباریوں کو باادب کھڑے ہونے
کی ہدایت ۔

خطّامہ : صحیح قطّامہ ، بے حیا ، فاحشہ عورت ۔
خِفّت اُتارنا : شرمندگی دور کرنا ۔
خَفتن : صحیح خبطن ، مخبوط الحواس ، دیوانی ۔
خَفقانی : وحشت زدہ ، دل کا مریض ۔
خَلبچّی : خالہ زاد بہن ۔ برابری کے دعوے کے خلاف طنز ۔
خواندگی : آموختہ ، پڑھا ہوا سبق ۔
خوجہ : خواجہ سرا ، محل کا دربان ۔

د

دادا حضرت : قلعۂ دہلی والے دادی کو دادا حضرت کہتے تھے ۔
دامن تلے ڈھانکنا : عزت رکھنا ، رُتبہ دینا ۔
دائرہ : ڈفلی، ایک باجا جو ایک رُخ سے منڈھا اور دوسری
جانب سے کھلا ہوا ہوتا ہے ۔
دَدا : تُرکی میں دَدا یا دَدک ہے ، بچے پالنے والی ۔
درجہ : حال ، کیفیت ، ہدڑا ۔
دست و قلم : خواندہ ، لکھی پڑھی ۔
دس گھرا : بچوں کا ایک کھیل جو زمین یا کاغذ پر دس خانوں
کا ایک مربع بنا کر ٹھیکریوں سے کھیلتے ہیں ۔
دغدغہ : ایک قسم کی چھوٹی قندیل ، روشن کنول ۔
دلگنا : دنگا ، شرارت ۔
دوست دار : دوستی رکھنے والی ، دوست ۔
دھاڑ پڑنا : شور غل برپا ہونا ۔
دھان پان : دُبلا پتلا ، ضعیف ، کمزور ۔

ُدھڑّے اُڑانا : اصل میں ُدرے اڑانا ، مراد ذلیل و خوار کرنا ۔
دھلیاں : دہلیز کی جمع ، چوکھٹ ۔
دھوئے دھائے : بالکل ، سراسر ۔
َدئی مارا : اللہ مارا ۔
دیدہ دھوئی : بے حیا ، بے شرم ۔
دیوان صاحب : ُرکنِ سلطنت ، بڑا افسر ۔

ڈ

ڈھولی : پانوں کا ُمٹھا جس میں سو یا دو سو پان ہوتے ہیں ۔
ڈھیری : مراد روپوں کی بڑی رقم ۔

ر

رات والا کیا : ہیضہ ۔
رائے چمپا : ایک درخت جس کے پھول زرد اور قدرے سفید ہوتے ہیں ۔ ان کی خوشبو بہت مست ہوتی ہے ۔
رتھ : ایک قدیم سواری کی گاڑی جس کے اوپر ُبرجی سی بنی ہوتی تھی ۔
رجّا کیا جانے
بھوکے کی سار : پیٹ بھرے کو بھوکے کی کیا خبر ۔
ُروپلّی : روپے کی حیثیت کو حقیر ظاہر کرنا ۔
روشن چوکی : باجے والوں کی چوکی یا ٹکڑی یا جماعت ۔
رونّہ : لڑکا جو ہرکارے کی خدمت انجام دیتا ہے ۔

ز

زچہ کوتارے دکھانا : َچھٹّی کے دن زچہ کے ساتھ عورتیں دو تلواریں

ننگی کر کے کھڑی ہو جاتی ہیں - زچہ اُن کے درمیان کھڑی ہو کر تارے دیکھتی ہے - اس ٹوٹکے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ زچہ تمام ناگہانی بلاؤں سے محفوظ رہے -

زیارت : شرفِ ملاقات -

س

سار : جیسے ، مِثل -

ساسرے : بیٹا یا بیٹی کی سُسرال -

ساعت ماری جانا : گھڑی یا مقررہ وقت ٹل جانا -

سانولیا : سانولا سلونا ، خوبصورت -

سائیں : درویش، مراد خاوند -

سٹھورا : (سدھوریا سٹھورا) پنجیری جو زچہ کو کھلاتے ہیں - چونکہ اس میں سونٹھ بھی ہوتی ہے اس لیے سٹھورا مشہور ہے -

سِٹّی بھولنا : سٹپٹا جانا ، اوسان خطا ہونا -

سد ہٹیلی : سدا کی ضِدّن ، ہٹ کرنے والی -

سطریں (سبق) آگے نکالنا : اُستاد کی مدد کے بغیر سبق سے آگے کی عبارت خود پڑھنا -

سفیدی بھی کھائی پرچھائیں سار کی نہ دیکھی : سفیدی یعنی دودھ ، دہی اور کھیر جیسی سفید چیزیں بھی کھائیں جن پر نظر لگ جاتی ہے لیکن کوئی آفت نہیں آئی -

سُگھڑ بھلائی : خیر خواہی - طنزاً خوشامد ، چاپلوسی -

سلاطین : سلطان کی جمع، قلعۂ دہلی کے بادشاہ زادوں کا لقب -

سلام : طنزیہ کلمۂ بے زاری؛ دست بردار ہونا ، باز آنا -

مُناوی	:	موت کی اِطلاع ۔
سَنکارنا	:	اُکسانا ، بھڑکانا ۔
سُوجھتا کرنا	:	فکر یا بندوبست کرنا ۔
سوزنی	:	ایک قسم کا دُہرایا روئی بھرا ہوا کام دار بچھانے کا فرش ۔
سُہاگ	:	شادی کا ایک خاص گیت ۔
سہنسر دَر	:	سینکڑوں دروازے ۔
سینتنا	:	رقم پس انداز کرنا ۔ (۲) حفاظت سے رکھنا ۔

ش

شرع تورے والی	:	اسلامی شریعت کی پابند ۔
شوب	:	دھوئے جانے کا عمل ، دُھلائی ۔
شیطان اُچھلنا	:	شرارت سُوجھنا ۔

ص

صاحبِ عالم	:	قلعۂ دہلی کے شہزادوں کا لقب ۔
صاحب لوگ	:	انگریز لوگ ۔
صحنک	:	حضرت بی بی فاطمہؓ کی نیاز کا کھانا یا فاتحہ جس کو قدیم رسم کے مطابق نہ مرد کھا سکتے اور نہ کوئی دوہاجُو عورت ۔

ط

طالع	:	نصیب ، تقدیر ۔
طرّار فرّار	:	چالاک ، تُرتُریا ، فرفر زبان چلانے والی ۔

طنطنہ : غصہ جس میں غرور شامل ہو۔
طوفانی : بہتان لگانے والا۔

غ

غریبی موجب : معمولی حیثیت کے مطابق۔
غضبن : فساد بھری۔
غوط : غفلت۔

ف

فرد : روپے کے لین دین کا پرچہ، حساب۔
فصل : باب، کتاب کا حصّہ۔
فضیحتہ کرنا : بُرا بھلا کہنا، ناراض ہونا۔

ق

قدری کرنا : زور ڈالنا، مجبور کرنا۔
قصائی : مراد ظالم۔
قلماقنی : ترکی میں 'قلماق'۔ ایشیائی روس کے جنوبی علاقے کی ایک خانہ بدوش قوم کی عورت، شاہی محلوں کی مسلّح سپاہی۔

ک

کاغذ : مراد دستاویز۔
کُنم : کُنبہ، خاندان، قبیلہ۔
کجلوٹی : کاجل رکھنے کی ڈبیا۔
کچہری چڑھنا : مقدمہ قائم ہونے کے بعد عدالت میں پیش ہونا۔

کُدکڑے مارنا : کُود پھاند کرنا ۔
کِلکاری : زور سے ہنسنا ۔
کاولتا : فخرِ خاندان ، یہاں مراد طنز ہے ۔
کلیجی پھیپڑا کرنا : پھبتی جو بے میل سیاہی اور سرخی پر کی جاتی ہے ۔
کلیجے کی کور : لختِ جگر ، پیارا ۔
کِنا : صحیح کینہ ، یعنی باطنی بغض ۔
کنٹک : بخیل ، کنجوس ۔
کِن مارا کِن کوٹا : منہ دھلاتے وقت بچوں کو بہلانے کا فقرہ ، کِن بمعنی کیس ۔
کنواسہ : نواسے کا لڑکا ۔
کنونڈا ، کنونڈی
ہونا : شرمندہ و شرمسار ہونا ۔
کوتک : لچھن ، افعال ۔
کوکا : دودھ پلانے والی کا لڑکا یا لڑکی ۔
کوکلا : فارسی میں ہُدہُد اور پاک و ہند میں کوئل ۔
کُونڈا : نذر نیاز کی شیرینی یا اس کا ظرف ۔
کوئرا کر : دیوانہ ہو کر ۔
کھٹیا : چارپائی ، مراد بسترِ علالت ۔
کِھلائی : بچوں کی خدمت اور تیارداری کرنے والی خادمہ ۔
کھم : جھولا ڈالنے کے واسطے لکڑی کے ستون ۔
کھنڈلا : تحقیراً ٹوٹا پھوٹا مکان ۔
کھنڈی کھنڈی : کھتے کھتے ۔
کِیلنا : جادو یا منتر کے زور سے بے قابو کرنا ۔

گ

گُپتی مار : گُجھی چوٹ ، اندرونی ضرب ، دوشالے میں لپیٹ کر جوتا مارنا ۔

گدیڑی (گدھیڑی) : گدھی ، بے وقوف ، پھوہڑ عورت ۔

گُڈّا بنانا : بدنام یا رسوا کرنا ، احمق بنانا ۔

گرب : پیٹ ، حمل ۔

گردن گیھسنی ہے : گزارہ کرنا ہے ۔

گڑیا سنوارنا : حیثیت کے مطابق لڑکی کو جہیز دینا ۔

گِلے گزاری : شکوہ شکایت ۔

گِلگلی : پِلپِلی ، نرم ۔

گُلیلہ سا : گول مٹول ۔

گنڈا بڑھانا : نظر بد کے دفع کے لیے تعویذ گنڈے کی میعاد یا وقت پورا کرنا ۔

گور میں پاؤں لٹکانا : بوڑھا ہونا ، مرنے کے دنوں کو پہنچنا ۔

گوشوارہ : ایامِ زچگی میں زچہ کے سر پر باندھنے کا ریشمی زردوزی تکونہ رومال ۔ قصابہ ۔

گھُٹّی : دست آور دوا جو نومولود کا پیٹ صاف کرنے کے لیے پلائی جاتی ہے ۔

گھر بھاری ہونا : مکان آسیب زدہ ہونا ۔

گِھس پِس کر : کثرتِ استعمال سے پرانا اور بوسیدہ ہو کر ۔

گھوڑیاں : شادی کی تقریب کے خاص گیت ۔

گھیلنا : زور سے پکڑنا ۔

گیڑیاں : بچوں کے کھیلنے کی ٹیڑھی بڑنگی چھوٹی بڑی لکڑیاں ۔ لڑکے ایک لکیر کھینچ کر اس سے

تھوڑی دور لکڑی رکھتے ہیں۔ دوسرا لڑکا اپنی لکڑی سے چوٹ لگا کر اسے لکیر کے پار کرکے وہ لکڑی جیت لیتا ہے۔

گیلی لکڑی : مراد کم عمر۔

ل

لڑاک : لڑنے والا۔

لَلنَا : پیارا، لاڈلا، کمسن بچے کا لقب۔

لَلّو پتّو کرنا : خوشامد، زبانی بڑھاوا چڑھاوا، چاپلوسی۔

لِلّٰہ فی اللہ : خدا کی راہ میں۔

لنک : بہت زیادہ۔

لہر بحر ہونا : پانی میں موجوں کا لہریں مارنا۔

لہنا : بہرہ، نصیب، قسمت۔

م

ما : ماں کا مخفف، والدہ۔

ماما : گھر کا کام کاج کرنے اور کھانا پکانے والی عورت۔

مان کرنا : غرور کرنا۔

مانی : بچہ پالنے والی۔

مٹکنا سی : چھوٹی چھوٹی۔

مِٹھلونا : کم نمک کا جس میں کچھ میٹھا پن ہو۔

مٹی کا تھوا : مٹی کا لوندا۔ مراد ناکارہ، بجھول۔

مُجیرا : پیتل کی چھوٹی چھوٹی گول کٹوریاں تھالی نما جو طبلے کے ساتھ تال دینے کے لیے دونوں ہاتھوں سے بجاتے ہیں۔

محنتانہ	:	وکیل یا کسی کارندے کے کام کا معاوضہ ، مزدوری ۔
مدار	:	عورتیں ماہ جمادی الاول کو مدار کہتی ہیں ۔
مدھرا قد	:	متوسط یا درمیانہ قد ۔
مُرداری	:	چھپکلی ۔
مِردھا	:	اصل میں ''مِیردہ'' تھا ۔ چوبداروں کا سردار، دس آدمیوں کا ۔
مرضین	:	مریض ۔
مردوا	:	عورتیں مرد کو تحقیراً مردوا کہتی ہیں ۔
مِسّی کُسّی روٹی	:	موٹے جھوٹے اناج کی روٹی ۔
مُشجّر	:	ایک پھول دار ریشمی کپڑا ۔
مُکریاں	:	چار مصرعوں یا بولوں کی پہیلی جس میں پہلے ساجن کا نام لے کر مُکر جاتی ہے ، پھر پہیلی کی اصل بُوجھ بتائی جاتی ہے ۔
مِلک ملکات	:	مال و جائیداد ۔
مُنڈھا	:	ایک گیت جو دلھن کی رخصتی کے وقت گایا جاتا ہے ، بہت پُردرد ہوتا ہے ۔
مُنہ بھرنا	:	رشوت دینا ۔
مُنہ جوڑنا	:	غیبت کرنا ۔
مُنضج	:	مُجلاب سے پہلے کی وہ دوا جو فاسد مواد کو نرم کرکے خارج کر دیتی ہے ۔
منگنا	:	سگائی ، منگنی ۔
موٹھرا	:	ایک قسم کا موٹا دھاری دار کپڑا ۔
مُوئے جائیا	:	مرنے جوگا ۔
مُوئے غارتی	:	غارت ہونے کے قابل ۔

مہاجن : ساہوکار ، روپے کا لین دین کرنے والا ۔
مُہری خط : مُہر لگا ہوا خط ۔
میاں کے گھر : مراد خدا تعالٰی کے گھر ۔
میٹھا برس : آغازِ شباب کا بارھواں سال ۔
مینڈھے لڑوانا : لڑائی کرانا ۔
نا دھندی : ادا نہ کرنا ۔
نام کی کوڑی نکالنا : حق یا حصے کی رقم محفوظ کرنا ۔

ن

نانا حضرت : قلعۂ دہلی کی عورتیں نانی کو ادب سے 'نانا حضرت' کہتی تھیں ۔
نبختی : بد بخت ، بد نصیب ۔
نفاختی : نفاق ڈالنے والی ، کلمۂ تحقیر ۔
نِک سُک : سر سے پاؤں تک ۔
نِکسنا : نکلنا ، جانا ۔
نکّو : بدنام ، رُسوا ۔
ننگی بیٹی : کپڑے ، زیور اور جہیز سے محروم لڑکی ۔
ننگی شمشیر : بے میان کی تلوار ، مراد تراق پراق جواب دینے والی ، مُنہ پھٹ ۔
ننگے کُھلے رہنا : سر پر کبھی دوپٹہ ہو اور کبھی نہ ہو ، یا کبھی اُجلے پوش کبھی میلے پوش ۔
نواڑا : بجرا ، سیر کرنے کی چھوٹی ناؤ ۔
نوماسہ : حمل کے نویں مہینے کی خوشی کی رسم ۔
نیگ : بہنوں کا حق جو بھائی کی طرف سے دیا جاتا ہے ۔
نیگ لگانا : کام میں لانا ۔

نِیل گھوٹنا : مراد کہرام مچانا ۔
نَین مُتنی : رونی شکل ۔

و

وام : قرض ۔
وتیرا : قاعدہ، عادت ۔

ہ

ہا : افسوس ۔
ہاتھ پاؤں سے چھوٹنا : بیماری یا زچگی سے فراغت پانا ۔
ہپّا : نرم کھچڑی، بچوں کا پپّا ۔
ہڈی : مراد اچھا حسب نسب ۔
ہڈی میں ہڈی اور
پیوند میں پیوند ملنا : ذات میں ذات اور نسل میں نسل ملنا ۔
ہُڑکائی : حواس باختہ، باولی، دیوانی ۔
ہزارہ : ایک قسم کا دستی فوارہ جس کی نلکی کے ساتھ نیچے چمڑے کا ایک خلطہ، پانی کی تھیلی ہوتی ہے ۔
ہفت ہزاری : شاہانِ مغلیہ کی جانب سے مقرر کیا ہوا ایک بڑا منصب ۔
ہَلگت پڑنا : عادت پڑنا ۔
ہم سار : ہم جیسے ۔
ہُمکنا : اچھلنا، اچکنا ۔
ہنڈا : بڑی ہانڈی، چھوٹا مٹکا ۔
ہنڈوی : روپے کے لین دین کے لیے رقعہ ۔
ہنکارا بھرنا : کہانیاں سنتے وقت ”ہوں ہوں“ کہنا ۔
ہیرا : ہیرامن طوطا، مراد خوش خبر قاصد :
ہِینا : بد نصیب ۔

صحت نامۂ اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۱	بھنیں	نہیں
۱۲	۱۸	کہاتوں	کہاوتوں
۳۷	٦	ماہواری	ماہوار
۵۷	۱۱	تبدیل	تبدیلی
۷٦	۱۹	ننلی	ننگی
۸۵	۱۵	ہاتھی	ہاتھ
۱۰۱	۱۵	کا	کا بچہ
۱۰۲	۱۷	ٹابے	ٹاپے
۱۰۵	۱	بھگتی	بھگیتے
۱۰۵	آخری	اللہ کے	اللہ کی
۱۱۰	۲۰	۴۵	۵۴
۱۷۰	۱۹	چہار	چہارم
۱۷۳	۱۲	دن	دل
۲۱۱	۲	کیا	گیا
۲۱۱	۱٦	عل	علی
۲۴۳	۲۰	پہلا	پلا
۲۴٦	۵	پیار	پیارا
۲٦۴	۱۰	حصاب	حساب
۲۸۴	۸	شعلی	شغلی
۲۸۴	۲۰	بہت سی	بہت سی کتابیں
۲۸۸	۲۰	اختیار	اعتبار
۲۹۳	۱۱	سامن	ساجن